

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سوانح عمری

عالیجناب مظفر علی خاں صاحب

آنریری جنرل سکریٹری انجمن امامیہ

PRICE Rs

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارش

ہم اس کتاب کے ہر پڑھنے والے سے بصد ادب گذارش کرتے ہیں کہ اگر اُن کو یہ ہماری کتاب پسند آئے اور وہ یہ چاہتے ہوں کہ ہم آئندہ بھی اسی قسم کی دین کی خدمتیں کرتے رہیں تو اُن کو چاہیئے کہ وہ ہمارے نام سے ایک خط بھیج کر اس کتاب کے متعلق ان کی جو بھی رائے ہو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ کیلئے ہماری ہمت افزائی بھی ہو اور اگر اس کتاب میں کچھ خامی بھی رہ گئی ہو تو ہم اُن کے مشورے سے آئندہ ایڈیشن میں اس کو دفع بھی کر سکیں اور ساتھ ساتھ ہمارے پاس ایسے مذہبی علم دوست حضرات کی مع اُن کے مکمل پتہ کے ایک فہرست بھی ہو جائے جو فی زمانہ ہمارے لئے باعث فخر اور دین و مذہب کی رونق ہیں۔

ہماری خواہش ہے کہ ایسے حضرات سے ہم وقتاً فوقتاً بذریعہ خط و کتابت گفتگو کرتے رہیں اور اپنے آئندہ ارادے سے اُنھیں بذریعہ ڈاک اطلاع دیتے رہیں اور اُن کے مفید مشوروں سے بھی فائدہ اُٹھاتے رہیں۔

نوٹ:۔ ہماری کتابوں کی جو حضرات ایجنسی لینا چاہیں وہ بھی ہم سے خط و کتابت کریں ہم اُن کو ہر ممکن سہولتیں دیں گے۔ اور انشاء اللہ اُن کا یہ کام ہم خرمہ و ہم ثواب کا بھی مصداق ہوگا

احقر العباد۔ مظفر علیخاں

آنریری جنرل سکریٹری نمبر ۱۴۱، دریاآباد۔ الہ آباد

خیر یہ تو اپنا اپنا اعتقاد اور اپنا اپنا ایمان ہے اور جیسا جس کا علم ہے ویسا ہی اس کا اعتقاد بھی ہے۔ مجھے اس کی نسبت کوئی مناظرہ کرنا مقصود نہیں ہے مجھے تو ناظرین کتاب کو صرف یہ دکھانا ہے کہ جن لوگوں نے قرآن مجید کے خلاف اصحاب رسولؐ کے متعلق "کلہم عدول" (یعنی یہ کہ اصحاب رسولؐ سب کے سب عادل ہیں) کا نظریہ قائم کر رکھا ہے وہ حق پر نہیں ہیں اور یہ ان کا محض ذاتی خیال کردہ اعتقاد ہے اور ان کے اس اعتقاد کو حقیقی اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے جیسا کہ اکثر علماء اہلسنت کا بھی یہی خیال ہے جن میں سے بمصداق "مشتے از خروارے" چند علماء اہلسنت والجماعت کے اقوال میں اس کتاب کے پچھلے باب یعنی باب انتیسویں میں درج کر آیا ہوں۔

بہر حال یہ تو ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اصحاب رسولؐ سب کے سب عادل نہ تھے اور ان میں سے ہر ایک کی پیروی نجات کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے اس لئے کہ اصحاب رسولؐ میں منافقین بھی شامل ہیں اور اس بات کی شہادت قرآن پاک

صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ... تکفین کا حال ۲۶۶ تا ۲۷۰

۲۷۱

فہرست مضامین کتاب فاطمہ زہرا کی سوانح عمری

۷۸۶

ہمارا اِرادہ

ہمارا ارادہ ہے کہ ہم انشا اللہ ایسی کتابوں کی طباعت کا سلسلہ قائم کریں جو مومنین کی عام ضرورت کے لحاظ سے اشد ترین ضروری ہیں اور اپنی ہر کتاب کو لاگت کے اعتبار سے کم سے کم قیمت پر اور اس شرط کے ساتھ آپکی خدمت میں پیش کریں کہ جن حضرات کو یہ کتابیں پڑھنے کے بعد بھی پسند نہ آئیں وہ بلا تکلف اندر پندرہ یوم اُسے واپس کر کے اس کی قیمت واپس لے لیں۔

اس سلسلہ کی پہلی کتاب **فاطمہ زہرؑا کی سوانحعمری** ہے جو اس وقت آپکے ہاتھوں میں ہے۔ جو میری کئی سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے جس کی نسبت میں یہ دعویٰ تو نہیں کرسکتا کہ جناب فاطمہ زہرؑا کی ایسی جامع اور حق نما اور مکمل سوانحعمری جو کتب اہلسنت کی مدد سے لکھی گئی ہو اردو زبان میں آپکی نظروں سے نہ گذری ہوگی لیکن یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ انشا اللہ یہ آپ کو بیحد پسند آئے گی۔

اب آپ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد خود فیصلہ فرمائیں کہ میرا خیال کہاں تک درست ہے۔

اور اس سلسلہ کی دوسری کتاب کا نام

حقیقت اسلام اور اسکے صحیح عقائد

ہے - اور دوسری کتاب کا نام **حقیقت ایمان اور اس کی صحیح تعلیمات** ہے اور تیسری کتاب کا نام **اسلامی اخلاق و ادب کی باتیں** ہے۔

میرا ذاتی خیال تو ان کتابوں کی نسبت یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب ان تینوں کتابوں کو پڑھ لیں گے تو انھیں اس سلسلہ کی کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ صاحبان علم نے ان کی تعریف جن الفاظ میں کی ہے وہ میرے لئے باعث صد افتخار ہے جو آپ لوگوں کو کتابیں پڑھنے کے بعد ہی واضح ہوگا۔ میرے خیال میں یہ کتابیں بھی ایسی ہیں کہ ہر مومن و مومنہ کے گھر کی زینت بنیں اور مومنین اپنی اپنی بچیوں کو قرآن مجید اور تحفۃ العوام کے ساتھ ساتھ انھیں بھی جہیز میں دیں۔

ملنے کا پتہ: مظفر علیخاں آنریری جنرل سکریٹری انجمن ایمانیہ ۱۴۷ دریاآباد۔ الہ آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبب تالیف کتاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن ۔

وَالصلواۃ والسلام علٰی سید المرسلین وآلہ الطاہرین

اما بعد بھلا دنیا میں کون ایسا مومن ہو گا جس کے دل میں اپنے بعد کیلئے اس دنیا میں کچھ نہ کچھ بطور باقیات الصالحات کے چھوڑ جانے کی تمنا نہ ہو۔ پس میں نے بھی یہ کتاب اسی نظریہ کے ماتحت لکھی ہے اور اس کے ثواب کو اپنے والدین مرحوم کیلئے اس لئے نذر کرتا ہوں کہ وہ ظاہری اسباب کے ماتحت اس دنیا میں میری خلقت کے سبب ہوئے اور جنکی وجہ سے مجھے موقعہ ملا کہ ثواب آخرت کے حاصل کرنے کیلئے اس دنیا کے امتحان میں شریک ہو سکا کہ جس کی جزا آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والی اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ پس ناظرین کتاب ہذہ سے استدعا ہے کہ ایک ایک سورہ فاتحہ میرے والدین کے نام بخش کر مجھ پر احسان فرمائیں۔

اس کے علاوہ اس کتاب کے تالیف کی ایک وجہ خاص یہ بھی

ہوئی کہ ایک مرتبہ میرے بعض احباب نے مجھ سے بر سبیل تذکرہ کہا کہ یوں تو جناب فاطمہ زہراؑ کی سوانحعمریاں اُردو زبان میں بہت سی طبع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہیں لیکن انھیں جس طور سے ہونا چاہیئے تھا ویسی نہیں لکھی گئیں۔ بعض کتابیں تو بہت مختصر ہیں اور بعض بہت ضخیم۔ بعض میں اختلافی واقعات ہی لکھنے سے گریز کیا گیا۔ اور بعض میں لکھا بھی گیا تو بہت دبا کر اور اشارے ہیں اور بعض میں وہ روش اختیار کی گئی جسے مناظرانہ کہہ سکتے ہیں۔ حالانکہ روش وہ سی اختیار کرنا چاہیئے تھی جو کہ تاریخ احمدی لکھنے میں عالیجناب احمد حسین خاں صاحب (نواب صاحب پریاواں) مرحوم و مغفور نے اختیار فرمائی ہے کہ واقعات تو سب لکھے اور حوالے اہلسنت والجماعت کی کتابوں سے دیئے کہ جس کی خوشی ہو اصل کتاب دیکھ کر اُس کی تصدیق کر لے اور جو اعتراض اگر کسی کو کرنا ہو تو وہ اُن کتابوں پر کرے جن سے یہ مضمون اور واقعات اخذ کر کے لکھے گئے ہیں۔ پس یہی بات میرے ذہن میں راسخ ہوئی اور میرے اس کتاب کے لکھنے کا سبب اور محرک بنی۔

چنانچہ میں نے اپنی علمی بضاعت کے مطابق اسی طرز کی یہ کتاب

لکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس بات کا مجھے اعتراف ہے کہ بجنسہ ویسی کتاب میں نہیں لکھ پایا اس لئے کہ تاریخ احمدی میں تمام تر اہلسنت ہی کی کتابوں کا حوالہ ہے اور اُس کے حاشیہ پر اصل الفاظِ کتاب بھی تحریر ہیں۔

اور اس کتاب میں نہ تو میں بجنسہ الفاظِ کتاب حاشیہ پر لکھ پایا ہوں اور نہ تمام مضمون اہلسنت کی کتابوں سے۔ اس کتاب میں کہیں کہیں شیعوں کی کتابوں سے بھی مضمون لے لئے گئے ہیں۔ البتہ جہاں تک اختلافی اور تحقیقاتی واقعات کا تعلق ہے وہ سب میں نے تمام تر معتبر کتب اہلسنت کے حوالے سے لکھے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کتابوں کے نام بھی لکھ دیئے ہیں جن سے وہ مضمون لکھے گئے ہیں تاکہ سند ہو جائے۔

اور باوجود اس امر حقیقت کے جو میں نے تحریر کیا ہیں یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ کتب اہلسنت کے حوالے سے ایسی جامع حق نما، مکمل اور بامعرفت سوانحعمری جناب فاطمہ زہراؑ کی اُردو زبان میں آپ کی نظروں سے نہ گذری ہو گی لیکن مجھے یہ یقین ضرور ہے کہ انشا اللہ آپ اس کو بیحد پسند ضرور فرمائیں گے۔ اور عجب نہیں کہ یہ کتاب اُردو زبان میں اپنے طرز کی ایک ہی مثالی ثابت ہو اور اسی لئے میں نے اس کتاب کی نسبت یہ

اعلان کر دیا ہے کہ جن صاحب کو پڑھنے کے بعد بھی یہ کتاب پسند نہ آئے تو وہ اندر سات (۷) یوم اسے واپس کر کے اپنا دام واپس لے سکتے ہیں بشرطیکہ دورانِ مطالعہ کتاب خراب نہ کی گئی ہو۔ اور بوقت خریداری رسید بھی لے لیگئی ہو۔

اس سلسلہ میں اگر میں اپنے ایک عزیز دوست مومن کامل برادر مکرم جناب سید وجاہت حسین صاحب قبلہ فتحپوری حال مقیم دریاآباد کا شکریہ نہ ادا کروں تو واقعی یہ ایک بہت بڑی کوتاہی ہوگی جنھوں نے دوران تالیف کتاب اس کتاب میں شامل کرنے کیلئے مجھے "استحقاق خلافت کی نسبت حضرت علیؑ کے لاجواب دلائل" عنائت کئے جو مکالمہ کی صورت میں ہیں جو اس کتاب کے باب ۲۸ پر درج ہیں۔ واقعی یہ مکالمہ دیکھنے کے لائق ہے جو ہے تو شیعہ کی کتاب احتجاج طبرسی سے لیکن بہت ہی مفید ہے۔ خدا موصوف کو اس کا اجر عنایت کرے۔ (آمین)

اسکے بعد مجھے آپ حضرات سے ایک اور مومن کامل محب اہلبیت سے تعارف کرانا ہے جو گو اسوقت مادی صورت میں اس دنیا میں تو نہیں ہیں لیکن میری نظروں کے سامنے ضرور موجود ہیں جو یکایک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے ہم لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دے

گئے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) جن کی زندگی ہی میں اس کتاب کی تیاری شروع ہو گئی تھی اور موصوف میرے اس ارادہ سے بیحد خوش مسرور تھے اور اس سلسلہ میں میری برابر ہمت افزائی بھی فرمایا کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ کتاب جلد از جلد مکمل ہو کر طبع ہو جائے لیکن افسوس کہ یہ کتاب اُن کی زندگی میں نہ مکمل ہو سکی اور نہ چھپ سکی کاش کہ وہ اس وقت زندہ ہوتے اور اس کتاب کو دیکھتے اور پڑھتے تو اُن کو کس قدر خوشی ہوتی۔

وہ بزرگ رشتہ میں میرے عزیز خاص اور چچا ہوتے تھے۔ ان کو مجھ سے ایک خاص خلوص تھا اور میرے دل میں ان کی ایک خاص وقعت ہے اس لئے اگر میں یہ کہوں کہ وہ مجھے کسی وقت بھی نہیں بھولتے تو غلط نہ ہوگا اور اس وقت تو گویا وہ میری نظروں کے سامنے ہیں اور مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ وہ اس کتاب کے طبع ہونے سے بیحد خوش و مسرور ہیں اور مجھے مبارکباد دے رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ سبھی حضرات اُن سے بخوبی واقف ہوں گے اس لئے کہ وہ نہ صرف مذہبی دنیا میں مشہور تھے بلکہ رئیس قوم اور بزرگ

ملت بھی تھے۔ اُن جناب کا نام نامی اور اسم گرامی "خانصاحب" محمود علیخان عرف آغا علیخانصاحب ہے جو ہمارے ہی محلہ دریاباد شہر الہ آباد کے رہنے والے تھے۔ پس ناظرین کتاب ہذا سے مستدعی ہوں کہ وہ ایک ایک سورہ فاتحہ پڑھکر انکی روح کو بھی بخش کر خود بھی ثواب حاصل کریں اور مجھ پر بھی احسان فرمائیں۔

اسکے بعد میں اُن تمام حضرات کا بھی تہ دل سے متشکر ہوں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری اور چھپنے میں میری مدد فرمائی ہے خصوصاً عزیزی منتظر مہدی عرف سہیل سلمہ کا جنھوں نے کتابوں سے حوالہ جات چھانٹنے میں میری کافی مدد کی اور عالیجناب سید حامد حسین صاحب بیرسٹر ہائیکورٹ الہ آباد کا جنھوں نے شروع سے آخر تک اس کتاب کے پڑھنے کی زحمت گوارہ فرمائی اور کتابت اور محاورے کے اغلاط کی صحت فرمائی اور جناب سید رضا حسین صاحب خوشنویس کا جنھوں نے اسکی کتابت اور طباعت کے سلسلہ میں میری مدد فرمائی اور اُنکے علاوہ اور بھی جن حضرات نے اس سلسلہ میں میری مدد فرمائی ہے جنکا نام میں طوالت کے خوف سے درج نہیں کر سکا ہوں اُنکا تہ دل سے متشکر ہوں اور اُن سب کے لئے بھی میری یہی دعا ہے کہ خدا اُن سبھوں کو دین و دنیا دونوں جگہ خوش و مسرور رکھے اور خدا انکو اس محنت کا بدلہ عطا کرے (آمین)

دعا احقر العباد مظفر علی خاں آنزیری جنرل سکریٹری انجمن ایمانیہ

دریاباد۔ الہ آباد۔ مورخہ یکم نومبر ۱۹۶۸ء بروز جمعہ مطابق ۹ شعبان المکرم سنہ ۱۳۸۸ھ

طبع دوم، ماہ اگست ۱۹۷۰ء قیمت: ۱۵ روپے

۷۸۶

فہرست کتب اہلسنت والجماعت کہ جن کی مدد سے یہ کتاب فاطمہ زہراؑ کی سوانحعمری تیار کی گئی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف
۱	صحیح بخاری	امام حافظ محمد ابن اسمٰعیل بخاری
۲	صحیح مسلم	امام مسلم بن الحجاج نیشاپوری
۳	صحیح ترمذی	امام محمد ابن عیسیٰ ترمذی
۴	صحیح نسائی	امام ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی
۵	خصائص نسائی	" " " " " "
۶	تفسیر درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطی
۷	تفسیر اکلیل	" " " " "
۸	تفسیر کبیر	امام فخرالدین رازی
۹	تفسیر نیشاپوری	امام نظام الدین حسنؒ بن محمد نیشاپوری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولّف
۱۰	تفسیر ثعلبی	ابو اسحاق ثعلبی
۱۱	تفسیر ابن مردویہ	حافظ ابن مردویہ
۱۲	تفسیر بیضاوی	امام بیضاوی
۱۳	تفسیر عبدالحق	شاہ عبدالحق صاحب دہلوی
۱۴	جواہر التفسیر	ملا حسین واعظ کاشفی
۱۵	تفسیر ابن مسعود	امام ابن مسعود
۱۶	تفسیر کشاف	علامہ زمخشری
۱۷	تفسیر طبری	امام طبری
۱۸	تاریخ ابو الفدا	ابو الفدا اسمٰعیل
۱۹	تاریخ المختصر فی اخبار البشر	" " " "
۲۰	تاریخ ابن الوردی	علامہ ابن الوردی
۲۱	تاریخ ابنِ خلدون	قاضی عبدالرحمٰن بن محمدؐ اظفری المالکی
۲۲	تاریخ کامل ابن اثیر	ابوالحسن علیؑ ابن محمدؐ ابن الاثیر جزری
۲۳	تاریخ مظفری	جناب مظفر حسین صاحب

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف
۲۴	تاریخ طبری	امام ابو جعفر محمدؐ ابن جبریر
۲۵	تاریخ الامم والملوک	" " " " "
۲۶	تاریخ اعثم کوفی	امام اعثم کوفی
۲۷	تاریخ خمیس	علامہ حسین دیار بکری
۲۸	تاریخ سبط ابن جوزی	علامہ سبطِ ابن جوزی
۲۹	تاریخ خلفا،	علامہ جلال الدین سیوطی
۳۰	تاریخ مدینہ سمہودی	امام سمہودی
۳۱	تاریخ بلاذری	علّامہ بلاذری
۳۲	تاریخ طبقات ابن سعد	محمدؐ ابن سعد کاتب الواقدی
۳۳	تاریخ ابن ہشام	علامہ ابن ہشام
۳۴	سیرہ الحلبیہ مسمی بانسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون	نورالدین علی ابن برہان حلبی
۳۵	حبیب السیر	علّامہ غیاث الدین ہروی
۳۶	سیرۃ ابن اسحاق	علّامہ محمد ابن اسحاق

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف
۳۷	سیرۃ النبی	علامہ شبلی نعمانی
۳۸	الفاروق	" " "
۳۹	ینابیع المودۃ	شیخ سلیمان الحنفی
۴۰	مودۃ القربیٰ	سید علی ابن شہاب ہمدانی
۴۱	روضۃ الصفا	محمد ابن خاوند شاہ
۴۲	روضۃ الاحباب	جمال الدین محدّث
۴۳	وسیلۃ النجات	مولوی محمد مبین الحنفی فرنگی محلی لکھنوٴ
۴۴	اصابہ فی تمیز الصحابہ	شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی
۴۵	افادۃ الافہام	مولوی نور اللہ صاحب حنفی حیدر آبادی
۴۶	طبرانی	امام طبرانی
۴۷	شواہد النبوۃ	ملا نور الدین عبد الرحمن بن احمد الجامی
۴۸	معارج النبوۃ	ملا معین کاشفی
۴۹	کتاب مناقب	ابو بکر خوارزمی
۵۰	ازالۃ الخفا	شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف
۵۱	ذخائر العقبیٰ	محب الدین طبری
۵۲	مسند امام احمد بن حنبل	امام المحدثین امام احمد بن حنبل
۵۳	مستدرک امام حاکم	امام حاکم نیشاپوری
۵۴	مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق صاحب دہلوی
۵۵	معالم التنزیل	محی السنۃ محمدؒ حسینؒ بن مسعود بغوی دشافعی
۵۶	کنز العمال	ملا شیخ علی متقی
۵۷	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	علامہ عبدالرحمن ابن اثیر جزری
۵۸	فتح الباری	علامہ ابن حجر مکی
۵۹	کتاب الشفا	علامہ قاضی عیاض صاحب
۶۰	نور العین فی مشہد حسین	ابواسحاق اسفرائنی
۶۱	صواعق محرقہ	علامہ ابن حجر مکی
۶۲	صحیح دارقطنی	امام دارقطنی
۶۳	مناقب آلِ ابی طالبؑ	محمد ابن علی ابن شہر آشوب

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف
۶۴	جذب القلوب الی دیار المحبوب	شیخ عبد الحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ
۶۵	مرغوب القلوب ترجمہ جذب القلوب	شاہ عبد الحق صاحب دہلوی
۶۶	اسباب النزول	امام ابوالحسن واحدی
۶۷	مناقب ابن مردویہ	حافظ ابوبکر بن موسیٰ ابن مردویہ
۶۸	توضیع الدلائل علی ترجیح الفضائل	سید شہاب الدین احمدؒ
۶۹	شرح مواقف	سید شریف علیؒ ابن محمدؒ
۷۰	ملل ونحل	علامہ عبد الکریم شہرستانی
۷۱	کتاب اخبار المدینہ	امام الحرمین سید ابوالحسین بن یحییٰ ابن الحسن
۷۲	کتاب موالات	امام ابن عقدہ
۷۳	کتاب سقیفہ	احمدؒ ابوبکر ابن العزیز جوہری
۷۴	کتاب الامامت والسیاست	علامہ ابن قتیبہ دینوری
۷۵	معجم البلدان	یاقوت حموی
۷۶	سیف المسلول	قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی
۷۷	مروج الذہب	علامہ مسعودی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف
۷۸	تذکرہ خواص الامہ فی معرفۃ الائمہ	علامہ سبطِ ابن جوزی
۷۹	سُنن ابی داؤد	علامہ ابو داؤد
۸۰	سنن ابن ماجہ	علامہ ابن ماجہ
۸۱	رسالہ عقائد	ملا یعقوب لاہوری
۸۲	شرح ابن الحدید	علامہ ابن الحدید
۸۳	ربیع الابرار	علامہ زمخشری
۸۴	حد تحقیق	مولوی وحید الدین صاحب
۸۵	استیعاب	علامہ ابن عبد البر
۸۶	سرّ العالمین	امام غزالی
۸۷	تذکرہ خواص الامہ	علامہ سبطِ ابن جوزی
۸۸	قسطلانی	امام قسطلانی
۸۹	حج الکرامہ فی آثار قیامہ	نواب صدیق حسن خاں صاحب
۹۰	کتاب المرتضیٰ	حافظ عبد الرحمن امرتسری
۹۱	عقد الفرید	امام شہاب الدین احمد اندلسی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مولف
۹۲	روض المناظر	علامہ ابو الولید محمدؐ ابن شحنہ
۹۳	تحفہ اثنا عشری	شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی
۹۴	موفق بن احمد	علامہ احمد
۹۵	کتاب مروزی	امام مروزی
۹۶	نہائت العقول	امام فخر الدین رازی
۹۷	نہائت المعقول	معلیٰ ابن خزم اندلسی
۹۸	ہدائت الرشید	علامہ رشید صاحب
۹۹	حاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقاید نفسی	مولوی صلاح الدین رومی
۱۰۰	ریاض النضرہ	محب الدین طبری
۱۰۱	خلاصتہ الوفا	علامہ سمہودی
۱۰۲	معجم کبیر طبرانی	امام طبرانی
۱۰۳	کتاب مغازی الواقدی	علامہ واقدی
۱۰۴	موطا	امام مالک
۱۰۵	میزان الاعتدال	محمدؐ ابن احمد اندلسی
۱۰۶	ارجح المطالب	خواجہ عبید اللہ امرتسری

چند اشعار در مدح جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام

از جناب ناصر حسین صاحب ناصرؔ ڈانڈوپوری

کون کرسکتا ہے شرح داستان فاطمہؑ آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان فاطمہؑ

از محمدؐ تا محمدؐ سب کے سب ہیں پیشوا اللہ اللہ یہ وقارِ خاندانِ فاطمہؑ

کیوں نہ اس در پہ جھکے آکر جبینِ کائنات قبلۂ دنیا و دین ہے آستانِ فاطمہؑ

فاتحِ بدر و احد ان کا شریکِ زندگی سیّدِ شبانِ جنت روح و جانِ فاطمہؑ

گود میں اُن کو اُٹھا کر کہتے تھے اکثر رسولؐ لنگرِ کشتیٔ دیں ہیں دلبرانِ فاطمہؑ

مٹ گئے ہستی سے نامِ دشمنِ آلِ رسولؐ آج بھی قائم ہے دنیا میں نشانِ فاطمہؑ

جو کی روٹی آیتِ قرآں کی منزل بن گئی خالقِ ارض و سما تھا قدردانِ فاطمہؑ

خود رکھے روزے پہ روزے دیکے سائل کو طعام فقر و فاقے میں بھی تھا اطمینانِ فاطمہؑ

محسنِ دینِ خدا ہیں انکے دونوں نورِ عین شبرؑ و شبیرؑ نازِ دودمانِ فاطمہؑ

ہادیٔ دوراں سے قائم نظمِ گلزارِ جہاں دیکھلے دنیا بہارِ جاودانِ فاطمہؑ

ہو کرم لکھوا دو میرے نامۂ اعمال میں
ایک جملہ بس "کہ ناصرؔ مدح خوانِ فاطمہؑ"

پہلا باب

جناب فاطمہ زہراؑ کی والدہ ماجدہ جناب خدیجہؓ کبریٰ کے کچھ مختصر حالات اور فضائل

نمبر۱ کتاب ام المومنین خدیجہؓ حصہ اول صفحہ ۵ مولفہ مولوی محمد نقی صاحب وزیر جملہ اسلامی تاریخ وسیر کی کتابوں میں بتذکرہ ام المومنین جناب خدیجہؓ بلا اختلاف لکھا ہے کہ ام المومنین جناب خدیجہؓ حضرت رسولؐ کی پہلی بیوی تھیں جو حضرت رسول کے عقد میں قبل اعلان نبوت آئی تھیں اور عورتوں میں سب سے پہلے یہی معظمہ حضرت رسولؐ پر ایمان لائی تھیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام خویلد ابن اسد اور آپ کے والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ اور ان کا سلسلہ نصب آنحضرتؐ سے قصی بن کلب کے پشت میں متحد ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت تقریباً ۵۵۵ء میں ہوئی اور وفات حضرت رسولؐ کے بعثت یعنی اعلان نبوت کے دسویں سال اور ہجرت کے تین سال قبل ماہ رمضان المبارک میں بمقام مکہ معظمہ ہوئی جبکہ آپ کی عمر شریف

۶۵ سال کی تھی۔ حضرت رسولؐ خود بہ نفس نفیس اُن کی قبر میں اترے تھے۔

اور دعائے خیر کے بعد مقبرہ حجون میں اُن کو دفن فرمایا۔

۲؎ عالم اہلسنت امام حافظ محمد بن اسمٰعیل بخاری اپنی صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ پر اور امام مسلم ابن الحجاج نیشاپوری اپنی صحیح مسلم جزو دو ۲ صفحہ ۳۳۲ پر حضرت رسولؐ کی ایک حدیث اسطرح نقل فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جنّت کی بہترین عورتوں میں جناب خدیجہؓ بنت خویلد اور جناب مریم بنت عمران مادر عیسیٰؑ ہیں۔

۳؎ جناب شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی عالم اہلسنت اپنی کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ میں بہ ذیل تذکرہ جناب خدیجہؓ حضرت رسولؐ کی ایک حدیث اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ بہترین زنانِ عالم (اپنے اپنے وقت کی) خدیجہؓ بنت خویلد اور مریم بنت عمران ہیں۔

۴؎ غالباً ان ہی متذکرہ احادیث کی بنا پر مشہور عالم اہلسنت جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں سلسلہ ذکر جناب خدیجہؓ تحریر فرمادیا ہے کہ وہ امہات المومنین میں سب سے افضل ہیں۔

۵۔ جناب شاہ صاحب موصوف یعنی عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی اسی متذکرہ بالا کتاب جلد دوم صفحہ ۵۴۸ پر جناب خدیجہؓ کی نسبت یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جناب خدیجہؓ اپنے وقت کی ایک صاحب فضل و دانشمند و ہوشیار و صاحبِ نسب عالی اور ایک متموّل اور مالدار عورت بھی تھیں۔

۶۔ علماء اہلسنت ہی میں سے جناب محمدؐ بن سعد کاتب الواقدی جنھوں نے تاریخ طبقات ابن سعد لکھا ہے اور علامہ ابن ہشام جنھوں نے تاریخ ابن ہشام تحریر فرمایا ہے اُن دونوں نے اپنی اپنی مرتبہ تاریخ طبقات ابن سعد اور تاریخ ابن ہشام میں بہ ذیل ذکر جناب خدیجہؓ تحریر فرمایا ہے کہ جناب خدیجہؓ مکہ کی ایک نہایت صاحبِ عزّت اور ایسی مالدار تاجرہ تھیں کہ جب تاجروں کا قافلہ مکہ سے بغرض تجارت شام وغیرہ کی طرف جاتا تھا تو اس میں صرف خدیجہؓ کے مال سے لدے ہوئے اونٹ اتنے ہوتے تھے جتنے کہ تمام تجار قریش کے ہوتے تھے اور اس کے علاوہ آپ اپنا مال دوسروں کو تجارت کیلئے مضاربۃً یعنی شرکت پر بھی دیا کرتی تھیں۔

۷؎ مشہور عالم اہلسنت جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۵ پر جناب خدیجہؑ کے نسبت یہ بات بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جناب خدیجہؑ کے صاحب عقل ہونے و نیز اُن کے صاحب مال و دولت و ثروت کی وجہ سے بہت سے اشراف قریش نے آپ کے ساتھ نکاح کرنے کی خواستگاری اور تمنا کی لیکن جناب خدیجہؑ اُن میں سے کسی کے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہیں ہوئیں۔[۱]

۸؎ جناب خدیجہ کی شادی کے تذکرہ کے سلسلہ میں جناب مولوی محمد نقی

---

[۱] واضح ہو کہ علمار اہلسنت کے درمیان اس بات میں آپس میں اختلاف ہے کہ آیا حضرت رسولؐ کے پہلے انکا کسی کے ساتھ عقد ہوا تھا یا نہیں بعض اسی بات کے قائل ہیں جیسا کہ شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے تحریر کیا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ کے عقد میں آنے کے قبل آپ کی پہلی اور دوسری شادی دو مردوں کے ساتھ ہو چکی تھی اور جب حضرت رسول کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی ہے اسوقت آپ بیوگی کی زندگی گذار رہی تھیں۔ لیکن علمار امامیہ سب اسی بات کے قائل ہیں جیسا کہ شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ نے حضرت رسول کے عقد کرنے کے پہلے کسی دوسرے کیساتھ عقد نہیں کیا تھا اور باوجودیکہ آپکے ساتھ شادی کرنے کیلئے بہت سے اشراف قریش متمنی اور خواہشمند تھے اور انھوں نے آپکی خواستگاری بھی کی تھی لیکن آپ رضامند نہیں ہوئیں جس کی وجہ یہ تھی کہ آپکو بشارت ہو چکی تھی کہ آپ پیغمبر آخرالزماں کیلئے مخصوص ہیں جنکا ظہور عنقریب ہونیوالا ہے اور آپ اسی لئے اُن کے انتظار میں زندگی گذار رہی تھیں۔ (دیکھو ناسخ التواریخ اور حیات القلوب وغیرہ)

صاحب نے اپنی مرتبہ کتاب ام المومنین خدیجہؓ حصہ اول کے صفحہ ۷ پر تحریر کیا ہے کہ قبل شادی جناب خدیجہؓ نے خواب میں دیکھا کہ فضائے آسمانی نورانی ہوگئی ہے اور ایک ضیا بار تیز کرنیں ڈالنے والا آفتاب اُن کے آغوش میں آگیا ہے۔ جس کی روشنی سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ منور ہوگیا جناب خدیجہؓ نے خواب سے بیدار ہونے کے بعد اپنے چچازاد بھائی ورقہ سے اس خواب کا ذکر کیا۔ ورقہ اُس زمانے کے بڑے عالم اور متقی تھے۔ اُنھوں نے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اے خدیجہؓ تم کو مبارک ہو کہ تم کو عنقریب زوجیت پیغمبر آخرالزماں کا شرف حاصل ہوگا جو عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔

(۹) علماء اہلسنت والجماعت میں سے جناب محمد ابن خاوند شاہ نے اپنی کتاب روضتہ الصفا میں اور جناب جمال الدین صاحب محدثؒ نے اپنی کتاب روضتہ الاحباب میں اور جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں یہ ذیل حال جنابؓ خدیجہؓ لکھا ہے کہ جناب خدیجہؓ کو اپنی تجارت کیلئے ایک امین شخص کی ضرورت پڑی۔ اُس وقت گو حضرت رسولؐ اپنی رسالت کے اعلان پر مامور

نہیں ہوئے تھے مگر اُن کی امانت اور دیانت کا غلغلہ اور شہرہ دور و نزدیک تمام پھیلا ہوا تھا اور اسی سبب سے جناب خدیجہؑ کی نظرِ انتخاب بھی انھیں پر پڑی۔ اس لئے ایک شخص کو انھوں نے حضرتؐ کے پاس بھیجا کہ اگر آپ میرے مال تجارت کو لیکر شام وغیرہ جانا پسند فرمائیں تو اس میں مجھے بھی فائدہ ہوگا اور آپ کو بھی۔

جناب خدیجہؑ کا یہ پیغام سن کر حضرتؐ نے اپنے چچا **ابو طالبؑ** سے مشورہ لے کر جب منظور فرمایا تو جناب خدیجہؑ نے اپنے ایک تجارتی قافلہ کا حضرتؐ کو قافلہ سالار اور ذمہ دار بنا کر روانہ کیا اور اپنے غلام میسرہ اور اپنے رشتہ داروں میں خزیمہ کو حضرتؐ کے ہمراہ کر کے ان کو ہدایت کی کہ وہ ہر حال میں حضرتؐ کے مطیع رہیں اور واپسی پر حضرتؐ کے ایک ایک حرکات و سکنات کی جو سفر میں واقع ہوں اُسے

---

(۱) اس کے متعلق میرا تو ذاتی خیال یہ ہے کہ حضرتؐ کا اخلاق و دیانت و امانت وغیرہ کے حالات سُن کر جناب خدیجہؑ کو اس بات کا گمان ہو رہا تھا کہ کہیں یہی تو وہ نہیں ہیں جو پیغمبر آخر الزماں ہونے والے ہیں کہ جنکا ہیں انتظار کر رہی ہوں کیونکہ کتب آسمانی میں لکھا ہوا حلیہ اور حالات وغیرہ سب انھیں سے منطبق ہو رہے تھے اور اسی لئے غالباً جناب خدیجہؑ نے اُنکو قریب سے سمجھنے کیلئے اس بہانہ سے ان کو طلب کیا (المولف)

نوٹ کر کے مجھے اطلاع دیں۔

الغرض جب خدیجہؑ کا مال لے کر حضرتؐ بصرہ پہونچے اور راہ میں نسطوری راہب کے صومعہ کے قریب رُکے اور ایک بے برگ و بار خزاں دیدہ درخت کے نیچے قیام فرمایا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرتؐ کی برکت سے وہ درخت فوراً سبز و شاداب ہو گیا تو لوگ متعجب ہوئے اور یہ واقعہ جب نسطوری راہب نے دیکھا جو دین عیسوی رکھتا تھا اور قدیم کتب الٰہیہ کا بہت بڑا عالم تھا وہ اپنی ایک پرانی کتاب لے کر آیا جس میں پیغمبر آخرالزماں کا حلیہ اور اُن کے ظہور کی کچھ علامتیں درج تھیں تو اس نے اس کتاب کو پڑھ کر حضرتؐ سے کچھ گفتگو بھی کی اور بالآخر وہ کتاب کو پڑھتا جاتا تھا اور حضرتؐ کے حلیہ سے ملاتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ جناب عیسیٰؑ پر انجیل نازل کرنے والے خدا کی قسم یہ وہی ہیں جن کی بشارت جناب عیسیٰؑ دے گئے ہیں اور بلا شبہ یہی پیغمبر آخرالزماں ہیں جن کی خبر ہماری کتابوں میں دی گئی ہے۔ کاش کہ میں ان کے ظہور کا وقت پاتا تو ان کے ہمراہ ان کے دشمنوں سے جہاد کرتا۔

یہ واقعہ اور نسطوری راہب کی تمام گفتگو سب قافلے والوں نے سنا اور جناب خدیجہؓ کے غلام میسرہ اور اُن کے رشتہ دار خزیمہ نے بھی نوٹ کیا اور راستہ میں اسی قسم کے جو بھی عجائب اور غرائب حضرتؐ سے ظاہر ہوئے اُن سب کو بھی دونوں نے نوٹ کیا اور حضرتؐ کی ہدایت پر چلنے کے سبب سے تجارت کے مال میں بھی حضرتؐ کو و نیز دیگر ہمراہی قافلے والوں کو بھی اب کی سال ہر سال سے بہت زیادہ فائدہ بھی ہوا۔

تجارت سے فارغ ہونے کے بعد جس روز حضرتؐ سفر سے واپس آرہے تھے اور جب حضرتؐ مکہ کے قریب پہنچے تو وہ وقت دوپہر کا تھا۔ جناب خدیجہؓ کو جب معلوم ہوا کہ ہمارا قافلہ واپس آرہا ہے تو وہ حضرتؐ کی شان واپسی دیکھنے کیلئے اپنے مکان کی چھت پر گئیں تو اُنھوں نے دیکھا کہ حضرتؐ اس حالت میں تشریف لارہے ہیں کہ حضرتؐ کے چہرے سے ایک نور ساطع ہے اور حضرتؐ کے سر پر دو طائر اس طرح سے اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے ہمراہ آرہے ہیں کہ حضرتؐ پر دھوپ نہیں پڑنے پاتی۔ حضرتؐ کی سواری کی یہ شان اور

اُن کے حسن وجمال کو دیکھکر جو نور کے سبب سے المرتبہ ضاعف ہو گیا تھا جناب خدیجہؓ پر ایک خاص اثر پڑا۔ اور واپس آنے کے بعد جب اُن کے غلام میسرہ اور اُن کے رشتہ دار خزیمہ نے واقعات سفر اور سفر میں حضرتؐ سے جو عجائب وغرائب دیکھے تھے بیان کیا تو جناب خدیجہؓ کو مکمل طور سے یقین ہو گیا کہ بیشک یہی پیغمبر آخر الزماں ہیں جن کی خبر کتب آسمانی میں پہلے سے درج ہے اور جن کا مجھے انتظار تھا۔

الغرض جب خدیجہؓ کو آثار اور علامات دیکھکر یہ یقین ہو گیا کہ بیشک یہی پیغمبر آخر الزماں ہیں تو اُن کو حضرتؐ کے ساتھ اپنی شادی کی فکر ہوئی اس سلسلہ کی تکمیل کیلئے اُنھوں نے ایک عورت کو اپنا رازدار بنا کر حضرتؐ کے پاس بھیجا کہ وہ اُن کا استمزاج لے کہ آیا حضرتؐ بھی اُن کے ساتھ شادی کرنے کیلئے تیار ہیں یا نہیں؟ اور جب حضرت کو رضامند پایا تو خود کہلوایا کہ آپ اپنے چچا ابو طالبؑ کے ذریعہ سے ہماری خواستگاری کیجئے۔ چنانچہ پیغام شادی بھیجا گیا جو نہایت خوشی کے ساتھ منظور ہوا۔ تاریخ مقرر ہوئی۔ تمام قریش کا اجتماع ہوا۔ جناب ابو طالبؑ نے عقد پڑھا اور اپنے مال میں سے بیس شتر (مادہ) خدیجہؓ کا

مہر ادا کیا۔ اور اپنی طرف سے تمام قریش کی اس سلسلہ میں دعوت ولیمہ بھی کیا۔

عام کتب اسلامی کے دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسولؐ کی عمر اس شادی کے وقت ۲۵ سال کی تھی اور جناب خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی اور یہی زیادہ تر مشہور بھی ہے لیکن علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی مرتبہ کتاب **حیات القلوب** جلد ۲ صفحہ ۸۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ جناب خدیجہؓ کی عمر اس شادی کے وقت چھبیس (۲۶) سال کی تھی۔ واللہ اعلم بالغیب۔

نمبر۱ یہ بات تمام کتب اسلامی سے بلا اختلاف ثابت ہے کہ اس شادی سے جناب خدیجہؓ بھی انتہا سے زیادہ خوش ہوئیں اور حضرت رسولؐ بھی اور شادی کے بعد دونوں حضرات کی زندگی آخر تک ایسی خوشگوار گذری کہ ایک لمحہ کیلئے بھی آپس میں شکر رنجی نہیں ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے کا حد سے زیادہ خیال کرتے تھے اور باوجود اس کے کہ اعلان رسالت کے بعد تمام مکہ حضرتؐ کا مخالف ہوگیا تھا اور زندگی دشوار تھی لیکن پھر بھی دونوں کی زندگی میں صبر و سکون تھا گویا کہ وہ ایک

دوسرے کو دیکھ کر جیتے تھے۔

جناب خدیجہؑ کو جتنی محبت آنحضرتؐ سے تھی آپ اس کا اسی بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب ان معظّمہ نے محسوس کیا کہ حضرت رسولؐ کو اسلام کے پھیلانے کے سلسلہ میں روپیہ پیسہ کی اشد ضرورت ہے تو آپ نے اپنا تمام مال واثاثہ جو لاکھوں روپیہ سے کہیں زائد کا تھا وہ سب کا سب نہایت خوشی سے حضرت رسولؐ کو ہبہ کر کے اجازت دیدی کہ وہ اس کو جس طرح چاہیں صرف فرمائیں اور جب اس کے بعد حضرت رسولؐ نے وہ تمام مال واثاثہ اسلام کی اشاعت اور نادار مسلمانوں کی مدد کے سلسلے میں جس طرح چاہا صرف کر دیا تو جناب خدیجہؓ کو اس کثیر رقم کے خرچ ہو جانے کا ذرہ برابر بھی ملال نہ ہوا بلکہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ اُن کا مال خدا اور اُس کے رسولؐ کی خوشی کے مطابق خرچ ہوا۔

یہ تو تھا جناب خدیجہؓ کی محبّت کا حال حضرت رسولؐ کیساتھ اب اگر آپ حضرت رسولؐ کی محبت کو ان کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں تو اوّل تو آپ اسی بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے

جناب خدیجہؑ کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کی اور دوسرے اس بات سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جناب خدیجہؑ کے مرنے کے بعد بھی جبکہ ان کی زوجیت میں جناب عائشہ ایسی حسین و جمیل بیوی آچکی تھیں اور اُن کے علاوہ جبکہ اور بھی بہت سی عورتوں کو آپ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوچکا تھا لیکن حضرت رسولؐ کو اس وقت بھی جناب خدیجہؑ کا اتنا خیال رہتا تھا کہ وہ جناب خدیجہؑ کو اپنے مرتے دم تک بھی نہ بھلا سکے اور حضرتؐ کا اس زمانے میں بھی یہ حال تھا کہ جب دیکھو اُن ہی کا ذکر خیر فرمایا کرتے تھے اور باوجود ام المومنین جناب عائشہ کے متعدد بار اعتراض کرنے اور غصہ ہونے کے بھی وہ جناب خدیجہؑ کی تعریف کرنے سے باز نہ آتے تھے۔

اب آپ ان تمام باتوں کو معتبر کتب اہلسنت والجماعت سے ملاحظہ فرمائیے۔

جناب خدیجہؑ کا ایثار حضرت رسولؐ کیساتھ

نمبر ۱ ایثار اور محبت جناب خدیجہؑ کا حال تمام علماء اہلسنت

نے بلا اختلاف اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ میں یہاں پر اُن میں سے صرف دو علماء کے اصل مضمون کو لکھ دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔ اُن میں سے ایک امام اہلسنت جناب نظام الدین حسن ابن محمدؐ نیشاپوری ہیں جنھوں نے اپنی تفسیر نیشاپوری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھا ہے اور دوسرے امام فخر الدین رازی ہیں جنھوں نے اپنی تفسیر کبیر مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۶۴ پر جناب خدیجہؓ کی محبت رسولؐ اور ایثار کو اس طرح لکھا ہے کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ پیغمبر خداؐ جناب خدیجہؓ کے پاس محزون و مغموم تشریف لائے یہ دیکھ کر جناب خدیجہؓ نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ آپ کیوں رنجیدہ ہیں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے خدیجہؓ آج کل قحط پڑا ہے۔ مسلمانوں اور مخلوقِ خدا کی پریشانی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ یہ سننا تھا کہ جناب خدیجہؓ نے تمام قریش کو جمع کیا جس میں ابوبکر بھی تھے چنانچہ حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ جناب خدیجہؓ نے اشرفیاں نکلوا کر اتنا ڈھیر لگوا دیا کہ جو لوگ میرے سامنے بیٹھے تھے وہ اُن اشرفیوں کی بلندی کے سبب سے میری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے۔

پھر خدیجہؓ نے ہم تمام قریش کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم سب گواہ رہو کہ یہ مال اور اس کے علاوہ جتنا بھی میرا مال جہاں کہیں بھی ہے وہ سب آج سے میرا نہیں ہے بلکہ محمدؐ کا ہے جنھیں میں نے اپنی رضامندی و خوشی سے ہبہ کر دیا۔ اب وہ اُس کے مالک و مختار ہیں جس طرح چاہیں صرف کریں مجھ سے کوئی مطلب نہیں ہے۔

چنانچہ اسی واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں بسلسلہ تفسیر آیت قرآنی وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی (ترجمہ۔ اے رسولؐ ہم نے تم کو مفلس اور محتاج پایا تو غنی بنا دیا) اور علامہ ابی السعود نے اپنی تفسیر ابی السعود مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۸۲ پر اس متذکرہ آیت کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ "اے رسولؐ ہم نے تم کو مفلس و محتاج پایا تو خدیجہؓ کے مال سے غنی اور مالدار بنا دیا"۔

اس کے بعد یہ بات بھی تاریخ اسلام میں بلا اختلاف لکھی ہوئی ہے کہ حضرت رسولؐ نے جناب خدیجہؓ کی زندگی ہی میں سب کا سب مال اشاعت اسلام اور مسلمانوں کی مدد میں

صرف فرمادیا اور جناب خدیجہؓ کو اس بات کا ذرّہ برابر بھی رنج نہ ہوا بلکہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ اُن کا مال خدا اور رسولؐ کی خوشی میں صرف ہوا اور اسی لئے اسلام میں یہ بات مشہور ہو گئی اور اس کو قریب قریب ہر تاریخ اسلام لکھنے والے نے لکھ دی کہ اسلام کی ترقی کی باعث تین چیزیں ہوئیں ۱۔ پیغمبر کا خلق ۲۔ جناب خدیجہؓ کا مال ۳۔ حضرت علیؑ کی تلوار۔

اب اس کے بعد حضرت رسولؐ کی محبّت جناب خدیجہؓ کے ہمراہ معتبر کتاب اہلسنت سے ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت رسولؐ کی محبّت کا عالم جناب خدیجہؓ کے ہمراہ

امام اہلسنّت امام ابنِ عیسیٰ ترمذی نے اپنی مرتبہ کتاب صحیح ترمذی مطبوعہ میرٹھ جز ۲ صفحہ ۲۵۰ پر اور مولوی محمد نقی صاحب نے اپنی کتاب ام المومنین خدیجہؓ حصّہ اول کے صفحہ ۸ پر لکھا ہے کہ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ میں نے رسولؐ کی کسی عورت پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا جناب خدیجہؓ پر کیا۔ حالانکہ میں نے اُن کو دیکھا بھی نہ تھا۔ (بات یہ تھی کہ) حضرت رسولؐ

اُن کا ذکرِ خیر بکثرت فرمایا کرتے تھے اور اس کے علاوہ حضرتؐ کا یہ بھی معمول تھا کہ آپ جب کبھی بھی بکری ذبح کرواتے تھے تو اس کے اعضاء الگ الگ کر کے جناب خدیجہؑ کی ہمجولیوں اور سہیلیوں کو ضرور بھیجا کرتے تھے۔ جناب عائشہ اس کے بعد کہتی ہیں کہ میں نے ایسے مواقع پر حضرتؐ سے کئی مرتبہ کہا کہ یا حضرتؐ آپ تو خدیجہؑ کو کچھ اتنا سمجھتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں خدیجہؑ کے سوا آپ کی اور کوئی عورت ہی نہیں ہے۔ تو حضرتؐ یہ سُن کر مجھ کو برابر یہ جواب دیا کرتے تھے کہ اے عائشہ میں کیا کروں؟ اس لئے کہ خدیجہؑ ایسی ہی تھیں کہ میں ان کا اسی صورت سے خیال رکھوں جیسا رکھتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ خداوند عالم نے مجھے اُن ہی سے تو اولاد (بھی) کرامت فرمائی۔ (جس سے میری نسل چلی)

۱۲ اسی بات کو امام اہلسنت والجماعت امام مسلم بن الحجاج نیشاپوری نے بھی اپنی کتاب صحیح مسلم جلد ۲/دوم صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ مصر پر جناب عائشہ سے اس طرح روائت کی ہے کہ وہ معظمہ فرماتی

ہیں کہ "مجھے ازواجِ پیغمبرؐ میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں ہوا جتنا خدیجہؓ پر ہوا۔ حالانکہ میری شادی کے تین سال قبل اُن کا انتقال ہو چکا تھا۔ (جناب عائشہ ناقل ہیں کہ) حضرت رسولؐ کا محبّتِ خدیجہؓ میں یہ حال تھا کہ جب سنو حضرت خدیجہؓ ہی کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدا نے جناب خدیجہ کو انکی زندگی ہی میں جنّت کی بشارت بھیجی تھی کہ اُن کیلئے جنّت میں موتی کا محل (خاص طور سے) بنایا گیا ہے وغیرہ وغیرہ اور اس کے علاوہ حضرت رسولؐ کا ایک یہ بھی معمول تھا کہ آپ جب بھی کبھی بکری ذبح کراتے تھے تو اس کے گوشت کو خدیجہؓ کے اعزّا اور اُن کی ہمجولیوں اور سہیلیوں کو ضرور بھیجا کرتے تھے (جناب عائشہ کہتی ہیں کہ) حضرت کا یہ حال دیکھ کر ایک دن مجھ سے صبر نہ ہو سکا تو میں نے غصّہ ہو کر حضرتؐ سے یہ کہا کہ آپ کو ہر وقت خدیجہؓ ہی کی پڑی رہتی ہے تو حضرتؐ نے یہ سُن کر فرمایا کہ اے عائشہ! بیشک یہی بات ہے (جو تم کہتی ہو) اور اس کے متعلق میں کیا کروں اس لئے کہ خدا نے خدیجہؓ کی محبّت میرے دل میں بھر دی ہے۔

۱۳؎ عالی جناب احمد حسین خانصاحب (نواب صاحب پریاواں) نے اپنی مرتبہ کتاب تاریخ احمدی کے صفحہ ۱۰۵ پر صحیح بخاری کے حوالے سے کہ جس کے حاشیہ پر موصوف نے صحیح بخاری کے اصل الفاظ بھی عربی میں درج فرما دیئے ہیں صحیح بخاری کے الفاظ کا یوں ترجمہ فرمایا ہے کہ "ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ حالانکہ میری تزویج کے تین سال قبل جناب خدیجہؓ کا انتقال ہو چکا تھا لیکن جب میں یہ دیکھتی تھی کہ حضرت رسولؐ اُن کا تذکرہ بہت پیار و محبت کے ساتھ کیا کرتے ہیں تو حضرتؐ کا یہ تذکرہ مجھ پر بہت شاق گذرتا تھا کیونکہ حضرتؐ جب بھی اُن کا تذکرہ فرماتے تھے تو ہمیشہ نیکی اور خوبی ہی کے ساتھ فرماتے تھے۔ آپ خدیجہؓ کی نسبت یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے میرے ذریعہ اُن کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی تھی اور آپ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے مجھے اُن کی نسبت یہ بھی خبر بھیجی ہے کہ مرنے کے بعد خدیجہؓ کو جنت میں ایک ایسا مکان دیا گیا ہے جو قصب یعنی موتی کا بنا ہے (جناب عائشہ

یہ بھی کہتی ہیں کہ میں حضرتؐ کا یہ بھی معمول دیکھا کرتی تھی کہ آپ جب بھی بکری ذبح کرواتے تھے تو اُس کا گوشت وہ اُن لوگوں کو ضرور ہدیہ بھیجا کرتے تھے جو حضرت خدیجہؑ سے وابستہ تھے۔ پس حضرت رسولؐ کی خدیجہؑ سے یہ محبت دیکھ کر ایک دن میں نے پیغمبر خدا سے کہا کہ کیا خدیجہؑ کے سوا آپ کے لئے دنیا میں کوئی عورت نہیں ہے جو آپ اُن کے مرنے کے بعد بھی اُن کا اتنا خیال فرماتے ہیں۔ تو یہ سن کر حضرت رسول نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ اے عائشہ! وہ میری حبیبہ تھیں۔ عقلمند تھیں۔ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جبکہ لوگ میرے دشمن تھے اور مجھے تکلیفیں پہونچاتے تھے اور انھوں نے اُس وقت اپنے مال و دولت سے میری مدد کی جبکہ مجھے اُس کی ضرورت تھی اور دوسرے لوگ مجھ سے مغائرت برتتے تھے۔ مزید برآں اے عائشہ! میری ازواج میں سے یہ وہ معظمہ ہیں کہ جن سے خدا نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ اے عائشہ میں کیا کہوں اس لئے کہ خدا نے ان کی محبت میرے دل میں بھر دی ہے۔

ان متذکرہ بالا کتابوں کے علاوہ قریب قریب یہی تمام باتیں دیگر علماء اہلسنت نے بھی مثلاً امام ابو الفدا نے اپنی کتاب تاریخ ابو الفدا میں اور جناب شیخ حافظ بن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ میں اور جناب نور الدین علی ابن برہان حلبی نے اپنی کتاب سیرتِ حلبیہ میں بہ ذیل تذکرہ جناب خدیجہ رض درج فرمائی ہیں جس کی خوشی ہو اصل کتابیں دیکھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔

۱۴۔ جناب خدیجہ رض کی وفات

یہ بات بھی جملہ تاریخ اسلام میں بلا اختلاف درج ہے کہ جناب خدیجہ رض نے بمقام مکہ ماہ رمضان المبارک میں بعثت کے دسویں سال اور ہجرت کے تین سال قبل انتقال فرمایا۔ جس وقت کہ فاطمہ زہرا ع کی عمر صرف ۵ سال کی تھی۔

دوسرا باب

مختصر فضائل جناب فاطمہ زہراؑ صلوٰۃ اللہ علیہا

اہلسنت والجماعت کے مشہور و معروف عالم جناب شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ میں بذیل ذکر جناب فاطمہ زہراؑ لکھا ہے کہ "جناب فاطمہ زہراؑ کے والد ماجد کا نام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جو اولین وآخرین کے سردار تھے اور اُن کی مادر گرامی کا نام جناب ام المومنین خدیجہ رضؓ کبریٰ تھا جو اپنے وقت کی تمام عورتوں کی اسی صورت سے سردار تھیں جیسا کہ جناب مریمؑ مادر عیسیٰؑ اپنے وقت کی عورتوں میں سردار تھیں۔

۲۔ علامہ موصوف نے اپنی کتاب میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ کی نسبت فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؑ تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہے"۔

۳۔ مشہور عالم اہلسنت جناب شیخ الاسلام قسطنطنیہ

جناب سلیمان حنفی اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں بذیل ذکر جناب فاطمہ زہراؑ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "میری بیٹی فاطمہؑ جملہ زنانِ اولین و آخرین سے افضل ہے"۔

۴۔ امام اہلسنت حافظ محمدؒ ابن اسمٰعیل بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اور مولوی محمد مبین الحنفی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجاۃ میں بذیل ذکر جناب فاطمہ زہراؑ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ زہراؑ تمام زنانِ جنت کی سردار ہے۔

۵۔ امام اہلسنت محمدؒ ابن عیسیٰؒ ترمذی نے اپنی کتاب صحیح ترمذی میں و شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ بذیل ذکر فاطمہ زہراؑ لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ فاطمہ زہراؑ کا اتنا احترام و پاس و ادب فرماتے تھے کہ جب بھی جناب فاطمہ زہراؑ حضرت رسولؐ کی خدمت میں تشریف لاتی تھیں تو باوجود باپ ہونے کے آپ اُن کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اُن کی پیشانی کا بوسہ لیتے تھے اور اُن کو اپنے مقام پر بٹھاتے تھے۔

اہلسنت والجماعت کے مشہور عالم علامہ ابن حجر مکی کہ جنھوں

نے شیعوں کی رد میں صواعق محرّقہ (یعنی جلا ڈالنے والی بجلیاں) تحریر کیا ہے وہ اپنی اس کتاب صواعق محرّقہ میں جناب فاطمہ زہراؑ کی فضیلت میں لکھتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ ہر اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے فاطمہ زہراؑ کی اولاد کے کہ ان کا ولی میں ہوں اور قرابت آبائی میں وہ میری طرف منسوب ہیں۔

۶۔ علمائے اہلسنت جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں اور علامہ ابنِ حجر مکّی نے اپنی کتاب صواعق محرّقہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسولؐ نے سلمان فارسیؓ سے فرمایا کہ اے سلمان! جو شخص میری بیٹی فاطمہؑ سے محبّت رکھے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور جو شخص اس سے دشمنی رکھے گا وہ آتشِ جہنّم میں جلے گا۔ اور اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اے سلمان! میری لختِ جگر فاطمہؑ کی محبّت بہت سے موقعوں پر کام آتی ہے۔ جن میں سے موت کے وقت کی سختی۔ قبر کی سختی۔ قیامت کے روز کی سختی۔ میزان وحساب وکتاب وغیرہ وغیرہ بھی شامل ہے۔

پس یاد رکھو کہ جس سے فاطمہ راضی ہوئیں اُس سے میں راضی ہوا۔

اور جس سے میں راضی ہوا اُس سے خدا راضی ہوا۔ اور جس پر فاطمہؑ غضبناک ہوئیں اُس پر خدا غضبناک ہوا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور اے سلمان! ویل ہے اُس شخص کے لئے جو ظلم کرے فاطمہؑ پر اور جو ظلم کرے اُس کے شوہر علیؑ پر اور جو ظلم کرے اُس کی ذریت پر اور جو ظلم کرے اُس کے دوستوں اور محبوں پر۔

۷۔ علماء اہلسنت والجماعت میں سے جناب شاہ عبدالحق دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں اور جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں بذیل ذکر جناب فاطمہ زہراؑ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسولؐ کا یہ معمول تھا کہ آپ جب کہیں سفر میں تشریف لیجاتے تھے تو سب سے ملنے کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ سے ملتے تھے اور انھیں کے گھر سے رخصت ہوا کرتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے پہلے جناب فاطمہ زہرا کے گھر آتے تھے اور اُن سے ملنے کے بعد دوسروں سے ملتے تھے۔

۸۔ امام اہلسنت محمد ابن عیسیٰؒ ترمذی نے اپنی کتاب صحیح ترمذی میں علامہ ابن ماجہ نے اپنی کتاب سنن ابن ماجہ

ہیں اور جناب شاہ عبدالحقؒ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "جو شخص علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے جنگ کرے اُس نے مجھ سے جنگ کی اور جس نے ان سے صلح کی اُس نے مجھ سے صلح کی"۔

۹ اماماں اور علماء اہلسنت میں سے امام محمدؐ ابن اسمٰعیل بخاری نے اپنی کتاب **صحیح بخاری** میں اور امام مسلم بن الحجاج نیشاپوری نے اپنی کتاب **صحیح مسلم** میں اور امام محمدؐ ابن عیسیٰؒ ترمذی نے اپنی کتاب **اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ** میں اور علامہ قاضی عیاض صاحب نے اپنی کتاب **کتاب الشفا** میں اور ابن ماجہ نے اپنی کتاب **سنن ابن ماجہ** میں اور جناب شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب **اصابہ فی تمیز الصحابہ** میں اور جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب **ینابیع المودۃ** میں اور جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب **مدارج النبوۃ** میں اور جناب ملا شیخ علی متقی نے اپنی کتاب **کنز العمال** میں اور جناب امام حاکم نے اپنی کتاب **مستدرک** میں بذیل ذکر جناب فاطمہ زہراؑ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسولؐ

نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذیت پہونچائی اور جس نے مجھے اذیت پہونچائی اس نے خدا کو اذیت پہونچائی اور جس نے خدا کو اذیت پہونچائی وہ کافر اور ملعون ہے"۔

نمبر ۱۔ اہلسنت کے علاّمہ ابن حجر نے بھی اپنی کتاب **فتح الباری** میں اس متذکرہ حدیث نمبر ۹ کو لکھا ہے اور اس حدیث کو لکھنے کے بعد وہ تحریر فرماتے ہیں کہ بیشک یہ حدیث صحیح ہے اور پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے بخوبی ثابت ہے کہ جو بھی فاطمہ زہرا کی اذیت کا باعث ہوا اُس سے نبی کو اذیت ہوئی۔ پس ہر وہ شخص جس سے کوئی ایسا فعل فاطمہ کے حق میں سرزد ہوا کہ جس سے ان کو اذیت اور رنج پہونچا ہو وہ اس حدیث صحیح کی شہادت سے پیغمبر خدا کو اذیت دینے والا ہوا۔ اور کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ فاطمہ کو اذیت پہنچائی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب جو کہ پ ۲۲ میں ہے فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ خدا اور رسول

کو اذیت دیتے ہیں اُن پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور اُن کیلئے سخت عذاب مقرر کیا گیا ہے۔

(۱۱) عالی جناب علاّمہ جلال الدین سیوطی جو کہ مشہور عالم اہلسنت میں سے ہیں وہ اپنی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ جب سورہ نور پ۱۸ کی آیت ۳۶۔ نازل ہوئی۔ جس کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ "اُن گھروں میں کہ جنھیں خدائے تعالیٰ نے اپنے نام کے بلند کئے جانے اور ذکر کئے جانے کا حکم کیا ہے اُن میں صبح و شام خدا کی تسبیح کی جاتی ہے" تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ جن گھروں کا یہ شرف اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ کن کے گھر ہیں تو حضورؐ نے جواب دیا کہ وہ انبیاء کے گھر ہیں۔ اس وقت حضرت ابو بکر نے جناب معصومہ فاطمہ زہراؑ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا یہ گھر بھی انھیں گھروں میں سے ہے جن کا ذکر خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہاں اے ابو بکر۔ بلکہ یہ گھر خانہائے مذکورہ کے اُن گھروں میں سے ہے جو اُن میں سب سے بہتر اور افضل ہیں۔

۱۲ علمائے اہلسنت والجماعت امام ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی نے اپنی مرتبہ کتاب **خصائص نسائی** میں۔ وامام مسلم بن الحجاج نیشاپوری نے اپنی کتاب **صحیح مسلم** میں وامام محمد ابن عیسیٰؒ ترمذی نے اپنی کتاب **صحیح ترمذی** میں اور علامہ حجر ابن مکّی نے اپنی کتاب **صواعق محرقہ** صفحہ ۲۰۹ و صفحہ ۲۱۲ پر لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ شروع میں مسجد نبوی کے صحن میں حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ کے بھی مکانوں کے دروازے کھلے تھے لیکن ایک دن خدا کے حکم سے حضرت رسولؐ نے سبھوں کے دروازے سوائے حضرت علیؑ کے دروازے کے بند کرا دیئے اور یہ شرف بربنائے طہارت و عصمت کے حضرت رسولؐ اور اُن کے اہلبیتؑ کیلئے مخصوص کر دیا گیا کہ وہ ہر حالت میں مسجد نبوی میں داخل ہونے کے مجاز تھے۔ پس جس طرح حضرت رسولؐ ہر حالت میں مسجد میں آجا سکتے تھے اُسی طرح حضرت علیؑ و جناب فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ بھی مسجد میں ہر حالت میں داخل ہونے کے مجاز تھے اور ان بزرگواروں کے سوا کسی دوسرے

کیلئے ہر حالت میں مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں۔

۱۳ ایک دوسرے عالم اہلسنت جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب **جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب** میں اس واقعہ کو لکھنے کے بعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کے علاوہ دیگر صحابیوں کو حکم دیدیا گیا کہ وہ اپنے اپنے دروازوں کو مسجد کی جانب سے بند کرلیں تو **حضرت عمر** نے بہت عذر و حجت کی اور یہاں تک کہا کہ اگر دروازہ رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تو صرف ایک روزن ہی رکھنے کی اجازت دی جائے لیکن پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ایک سوئی کے نکے کے برابر بھی خدا کی طرف سے سوراخ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ آخر میں مجبور ہو کر اُنھیں بھی اپنا دروازہ بند کرنا پڑا۔

۱۴ امامان اہلسنت امام نسائی نے اپنی **صحیح نسائی** میں اور امام مسلم نے اپنے **صحیح مسلم** میں اس واقعہ کے ذیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے دروازہ بند کرانے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ بجز میرے و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور ان کے اُس اولاد

کے جو پاک و پاکیزہ ہیں کسی کو ہر حالت میں اس مسجد میں سے گذرنا جائز نہیں ہے۔

۱۵ عالیجناب سید نیاز حسین صاحب فتحپوری نے اپنی مرتبہ کتاب ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہراؑ کے صفحہ ۱۰۵ و صفحہ ۱۰۶ پر بحوالہ ناسخ التواریخ ابن عباس سے یہ روایت تحریر کی ہے اور اہلسنت کے علامہ ابو اسحاق اسفرائنی نے بھی اپنی کتاب نور العین فی مشہد حسینؑ میں بہ تغیر الفاظ اس طرح لکھا ہے کہ ابن عباس نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت علیؑ نے بیان کیا کہ ایک روز جناب رسول مقبولؐ جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ محزون ہیں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ اے نور چشم تمھارے حزن و ملال کا اس وقت کیا سبب ہے؟ جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا کہ بابا جان مجھ کو اس وقت محشر کا خیال آگیا کہ اس روز لوگ برہنہ اپنی اپنی قبروں سے موقف میں حاضر کئے جائیں گے اور ہر شخص اپنے اپنے حال میں مبتلا ہوگا۔ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ بیشک قیامت کا دن عجب ہولناک ہوگا۔ مگر اے فاطمہ! مجھ کو خدا کی

جانب سے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ پہلے میں قبر سے اُٹھایا جاؤں گا۔
اور میرے بعد میرے جدّ امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور تمھارے
شوہر علیؑ ابن ابی طالبؑ قبر سے برآمد ہوں گے۔ اُن کے بعد جبرئیلؑ
ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری قبر پہ آئیں گے اور سات قبّے
نور کے نصب کریں گے۔ پھر اسرافیلؑ تین حُلّے نور کے لیکر حاضر
ہوں گے اور آواز دیں گے کہ اے بنت محمدؐ اُٹھو اور موقف حشر میں
حاضر ہو۔ پس اے فاطمہؑ تم اطمینان رکھو اس لئے کہ تم بہ اطمینان قلب
مستور ہوگی اور اُن حلّوں کو پہنوگی۔ پھر ایک فرشتہ زوقائیل نور
کا ایک شتر لے کر حاضر ہوگا جس پہ ہودج زرّیں نصب ہوگا۔ پس
تم اُس پر سوار ہوگی اور زوقائیل اس کی مہار پکڑ کر چلیں گے۔ ہمراہ ہا
ملک اور حوریں تمھاری جلو میں ہوں گی۔ حضرت مریم بنت عمران
مادر عیسیٰ تمھارا استقبال کریں گی۔ پھر تمھاری والدہ جناب خدیجہؑ
بنت خویلد ستر ہزار فرشتوں کو لے کر تم سے ملاقات کریں گی۔ پھر حضرت
حوّا اور آسیہ بنت مزاحم تمھارا استقبال کرکے تمھارے ہمراہ
ہوں گی اور جب تمھاری سواری اُس جگہ پہونچے گی جہاں اہل محشر

جمع ہوں گے تو ایک منادی پکارے گا اے اہل محشر اپنی اپنی آنکھیں بند کرلو کہ فاطمہؑ بنت محمدؐ تمہارے درمیان سے گذر جائیں۔ اس وقت تمہاری جانب بجز حضرت ابراہیمؑ اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کے کوئی نہ دیکھے گا۔ بعد اس کے نور کا ایک منبر نصب کیا جائے گا جس کے سات پایہ ہوں گے اور اُس کے اطراف میں ملائکہ اور حوریں کھڑی ہوں گی۔ تم اُس منبر پر جلوس کرو گی۔ اُس کے بعد جبرئیلؑ کہیں گے کہ اے سیدہؑ! خدا سے اپنی حاجت عرض کرو۔ اُس وقت تم کہو گی اے میرے پالنے والے مجھے حسنؑ اور حسینؑ کو دکھلا دے۔ پس تمہارے دونوں فرزند حاضر ہوں گے اس حالت میں کہ حسینؑ کے گلے سے خون جاری ہوگا۔ یہ حالت دیکھکر تم فریاد کرو گی کہ اے خداوندا! ظالموں سے میرا انتقام لے۔ تمہاری آواز سُن کر خدائے قہار غضبناک ہوگا اور اُس کے حکم سے تمہارے اور تمہاری اولاد کے دشمنوں کو جہنم اپنی طرف کھینچ لے گا۔

اس کے بعد جبرئیل پھر کہیں گے کہ اے سیدہ! اور جو بھی حاجت ہو خدا سے طلب کرو۔ اس وقت تم کہو گی کہ اے میرے پروردگار

میرے اور میری اولاد کے دوستوں پر رحم فرما اور اُن کے گناہوں کو بخش دے۔ پس خداوند عالم تمہاری دعا کو قبول فرمائے گا اور وہ سب مغفورین تمہارے ہمراہ جنت کی طرف روانہ ہوں گے اور جب تم درِ جنّت پر پہونچو گی تو بارہ ہزار حوریں تمہارا استقبال کریں گی اور جب تم جنّت میں داخل ہو گی تو حضرت آدم صفی اللہ اور دوسرے انبیاء تمہاری زیارت کو آئیں گے۔



تیسرا باب

جناب فاطمہ زہراؑ کی ولادت باسعادت کا کچھ حال

۱۔ عالم اہلسنت سید علی ابن شہاب ہمدانی نے اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں کتاب سیدہ طاہرہؑ کے صفحہ ۶۳ پر بذیل ذکر جناب فاطمہ زہراؑ لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ کی بعثت کے پانچویں سال ۲۰ ماہ جمادی الثانی بروز جمعہ صبح صادق کے وقت پیدا ہوئیں حضرت رسولؐ نے اپنے پارہ جگر کا نام "فاطمہؑ" رکھا اور فرمایا کہ چونکہ میری بیٹی "فاطمہؑ" نوع انسان میں حور ہے اس لئے اس کا نام فاطمہؑ رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ خدا نے اس کو اور اس کے دوستوں کو آتش دوزخ سے نجات بخشی ہے اس لئے بھی اس کا نام فاطمہؑ رکھا گیا ہے۔

۲۔ عالی جناب مولوی انوار اللہ صاحب حنفی حیدرآبادی نے اپنی کتاب افادۃ الافہام حصہ دوئم میں پیغمبر خدا کی معراج جسمانی کے ثبوت میں بحوالہ تفسیر در منثور ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر سے یہ روایت لکھی ہے کہ جب پیغمبر خدا معراج میں بلائے

آسمان تشریف لے گئے تو جب بہشت میں پہونچے تو جبرئیلؑ امین نے بحکم خدا ایک سیب (بہشتی) پیش کیا کہ آپ اس کو کھائیں اور آپ نے اس کو نوش جان کیا اور معراج سے آنے کے بعد اس پھل کے ذریعہ سے ام المومنین خدیجہ کبریٰ کے نطفہ قرار پایا جو فاطمہ زہراؑ کا نطفہ تھا۔

۳ علماء اہلسنت والجماعت میں سے محمدؐ ابن خاوند شاہ نے اپنی کتاب روضتہ الصفا میں۔ جناب جمال الدین محدث نے اپنی کتاب روضتہ الاحباب میں اور مولوی مبین الحنفی فرنگی محلی لکھنوی نے اپنی کتاب وسیلتہ النجات میں بذیل تذکرہ جناب فاطمہ زہراؑ لکھا ہے کہ حضور سرور عالمؐ جناب فاطمہ زہراؑ کو اکثر سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس خاتون جنت سے بہشت کی خوشبو آتی ہے کیونکہ یہ اُس میوہ جنت سے پیدا ہوئی ہے جو مجھ کو شب معراج جبرئیلؑ نے کھلایا تھا۔

۴ عالم اہلسنت جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ زمانہ حمل میں جناب خدیجہؓ کبریٰ اپنے پیٹ کے بچے یعنی فاطمہ زہراؑ سے تسبیح و تہلیل

کی آوازیں سنا کرتی تھیں جس کے سبب سے اُن کا تنہائی میں دل بہلتا تھا۔ ایک روز جناب رسولؐ خدا گھر میں تشریف لائے تو ام المومنین کو کسی سے بات کرتے سنا لیکن وہاں کسی کو موجود نہ پایا تو آپ نے پوچھا کہ اے خدیجہؓ! تم کس سے باتیں کر رہی تھیں تو اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ بچہ جو میرے پیٹ میں ہے اکثر مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ میں اُسی سے باتیں کر رہی تھی۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ اے خدیجہؓ! تمھارے شکم میں ایک پاک مطہرہ بیٹی ہے کہ جس کے نسل سے خداوند عالم اماموں کو پیدا کرے گا جو میرے بعد تمام دنیا کے یکے بعد دیگرے پیشوا ہوں گے۔ جب ام المومنین جناب خدیجہؓ نے یہ بشارت سنی تو خوش ہو گئیں اور خدا کا شکر بجا لائیں۔

۵۔ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب **ینابیع المودۃ** میں اور جناب مولوی محمد مبین الحنفی فرنگی محلی لکھنوی نے اپنی کتاب **وسیلۃ النجات** میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حمل کی مدت ختم ہوئی اور وضع حمل کے آثار ظاہر ہوئے تو ام المومنین جناب خدیجہؓ

نے زنان قریش میں سے بعض کو بلا بھیجا لیکن اُنھوں نے بوجہ ان کے اسلام قبول کر لینے کے اُن کی مدد کرنے اور اُن کے پاس آنے سے قطعی انکار کر دیا۔ جناب ام المومنین کچھ فکر مند ہوئیں تھیں کہ ان کے پاس چار بیبیاں آئیں اور بعد سلام کے کہا کہ آپ فکر مند نہ ہوں ہم کو خداوند عالم نے آپ کی خدمت کیلئے بھیجا ہے اور ہم آپ کی بہنیں ہیں۔ ایک نے اُن میں سے بتلایا کہ میں سارہ زوجۂ ابراہیمؑ خلیل اللہ ہوں اور دوسری آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون ہیں اور یہ تیسری مریم بنت عمران حضرت عیسٰیؑ روح اللہ کی والدہ ہیں اور یہ چوتھی کلثوم حضرت موسٰیؑ کلیم اللہ کی بہن ہیں۔

ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ جب ان چار دن بیبیوں نے قابلہ کا کام انجام دیا اور ۲۰ جمادی الثانی بروز جمعہ صبح صادق کے وقت جناب فاطمہ زہراؑ پیدا ہوئیں تو اُس وقت ایک نور ایسا چمکا کہ مکّہ کے تمام مکان روشن ہو گئے۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور کلمہ پاک زبان پر جاری فرمایا اور خدا کی وحدانیت۔ رسولؐ کی رسالت اور علیؑ کی ولایت

پہ گواہی دی۔ اُس کے بعد اُن چاروں بیبیوں کا نام لے کر سلام کیا۔

اس کے بعد دس حوریں بہشت سے طشت وابریق (نہلانے کا سامان) لے کر حاضر ہوئیں اور اس پاک و پاکیزہ دختر کو آب کوثر سے غسل دیا اور ایک سفید اور معطّر کپڑے میں لپیٹ کر اور ایک پاکیزہ کپڑے کا مقنعہ سر پہ ڈال کر ام المومنین جناب خدیجہؓ کے گود میں دیا اور کہا کہ لیجئے آپ کو مبارک ہو اس لئے کہ یہ بیٹی پاک و پاکیزہ اور مبارک نسل والی ہے۔ جناب ام المومنینؑ نے گود میں لے کر اپنا دودھ پلایا اس کے بعد وہ سب بیبیاں اور حوریں جو جنّت سے آئی تھیں مبارکباد دیتی ہوئی رخصت ہو کر واپس گئیں۔



چوتھا باب

جناب فاطمہ زہراؑ کی پرورش اور انکی خداداد صلاحیتیں

(۱) کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۱۴ الغایت ۱۷ جو کچھ لکھا ہے اُس کا اقتباس و خلاصہ حسب ذیل ہے۔

جناب فاطمہ زہراؑ خدا کے یہاں سے ہر کام میں ایسی سیکھی سکھائی ہوئی آئی تھیں کہ اس دنیا میں آکر اُن کو اپنے پرورش کے زمانہ میں بھی کسی سے امور خانہ داری کا سلیقہ یا آداب مجلس یا اخلاقی تعلیم حاصل کرنے کی قطعی ضرورت نہ تھی۔ اور جس طرح حضرت رسولؐ یا حضرت علیؑ تمام علوم ضروری کو ساتھ لے کر آئے تھے اسی طرح یہ بھی مثل حضرت رسولؐ یا حضرت علیؑ کے اس دنیا میں لوگوں کو تعلیم ہی دینے کیلئے بھیجی گئی تھیں نہ کہ تعلیم حاصل کرنے کیلئے۔ اگر حضرت رسولؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام مردوں کیلئے نمونہ عمل تھے تو جناب فاطمہ زہراؑ عورتوں کیلئے۔

پس ایسی کامل اور سیکھی سکھائی بی بی کو اس دنیا میں

کون تعلیم دے سکتا تھا۔ اگر اُن کیلئے دنیا میں کوئی نمونۂ عمل تھا تو وہ حضرت رسولؐ تھے اور اگر اُن کے کمال کو اِس دنیا میں کوئی تکمیل پر پہونچانے والا تھا تو وہ حضرت رسولؐ کی ذات کے علاوہ کوئی دوسری ذات نہ تھی۔

اب رہ گیا ظاہری لحاظ سے اُن کی پرورش کا سامان تو وہ جب تک جناب خدیجہؓ اُن کی والدہ زندہ رہیں اُن سے متعلق تھا اور حضرت رسولؐ خود بھی نگرانی فرماتے تھے پس جبکہ خود کوئی اتنے کمال پر ہو کہ ماں کے شکم کے اندر سے گفتگو کر کے اپنی ماں کا دل بہلائے اور اُن کی تنہائی کا مونس ہو اور جن کی ماں بھی اس درجہ کی ہوں کہ جن کو خدا کی طرف سے بشارتیں دی جاتی ہوں اور جن کا باپ بھی ایسا اکمل ترین انسان ہو کہ جن سے بڑھ کر موجوداتِ عالم میں کوئی بھی نہ ہو تو پھر اس کی نسبت کون خیال کر سکتا ہے کہ ایسے صدف سے نکلا ہوا موتی کس اوجِ کمال پر ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب سیدہؑ کے بچپنے میں بھی مکہ کی عورتیں جب سیدہؑ سے ملتیں اور گفتگو کرتیں تو وہ حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتیں۔ اس لئے کہ

وہ سیدہ کی تعلیم اور اُن کے اخلاق وغیرہ کو اپنے سے (بڑھا ہوا) انتہائی کمال پر پاتی تھیں۔

جناب خدیجہؓ کی وفات کے بعد جبکہ جناب فاطمہ زہراؑ کی عمر پانچ سال کی تھی ان کی پرورش اور دیکھ بھال کرنے کا شرف جناب فاطمہ بنت اسد کو ملا جنھوں نے حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ دونوں کو پالا تھا۔

غرض جبتک فاطمہؓ بنتِ اسد زندہ رہیں جناب فاطمہؑ جناب فاطمہؓ بنت اسد کی آغوش میں پرورش پاتی رہیں اور بعد ہجرت جب اُن بی بی کا انتقال ہوگیا تو حضرت رسولؐ نے ام المومنین جناب ام سلمہؓ سے عقد کر کے یہ خدمت اُن کے سپرد کی۔ چنانچہ اس کی نسبت کتاب جلاء العیون صفحہ ۸۹ پر جناب ام سلمہؓ کا یہ قول لکھا ہے۔ (جناب ام سلمہؓ ناقل ہیں کہ ہجرت کے بعد جب حضرت رسولؐ نے مجھ سے عقد کیا تو جناب فاطمہ کو میری سپردگی میں دیا تاکہ میں ان کی خدمت میں مشغول اور تربیت میں مصروف ہوں لیکن) خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اُنھیں بجائے آداب سکھانے کے خود اُن سے

آداب سکھینی تھی اور میں نے محسوس کیا کہ آپ کو کسی بات کے سکھانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے اور وہ تمام باتوں کو بدرجہ اتم خود جانتی ہیں۔"

جناب ام سلمہؓ کے علاوہ جناب اُمّ ایمن جو کہ اس گھر کی پرانی خادمہ تھیں اور حضرت رسولؐ کو اپنے پدر بزرگوار سے وراثتاً ملی تھیں۔ اور جناب برکہ جو ام المومنین جناب خدیجہؑ کی کنیز خاص تھیں وہ بھی پرورش جناب فاطمہ زہراؑ میں جناب ام سلمہؓ کی خصوصی طور پر مدد فرمایا کرتی تھیں۔

ان کے علاوہ خاندان کی اور بھی کئی عورتیں تھیں جو جناب سیدہؑ کی پرورش کے معاملہ میں دلچسپی لیتی رہتی تھیں اُن میں خاصکر جناب ام الفضل حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ اور جناب اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر طیار علیہ السلام۔ جناب ام ہانی دختر حضرت ابوطالبؑ اور جناب صفیہ دختر جناب حمزہؓ بھی شامل ہیں جو برابر آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتی تھیں اور اُنکی تسکین و دلجوئی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتی تھیں لیکن ان خضرات میں سے جن بی بی نے بھی جناب فاطمہ زہراؑ کی پرورش میں حصہ لیا وہ سب اس بات کی قائل ہیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ قدرت کی طرف

سے خود سیکھی سکھائی ہوئی پیدا ہوئی تھیں اور ہمیں ان کو کسی
بات کی تعلیم دینے کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ ہم خود اُن سے
سبق حاصل کیا کرتے تھے۔



پانچواں باب

جناب فاطمہ زہرا کا بچپنا اور حضرت رسول کیساتھ انکی محبت

حضرت رسول جتنا اپنی اس اکلوتی بیٹی کو چاہتے تھے وہ تو حضرت کے ان الفاظ سے ہی ظاہر ہے جو حضرت نے فرمایا کہ "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور جس نے اسے اذیت پہونچائی اُس نے مجھے اذیت پہونچائی اور جس نے مجھے اذیت پہونچائی اس نے خدا کو اذیت پہونچائی اور جس نے خدا کو اذیت پہونچائی وہ ملعون اور کافر ہے۔

(دیکھو کتاب ہذا باب ۲ از صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ وغیرہ)

اور ان کے وہ فضائل جو اس کتاب کے دوسرے باب میں درج ہیں صاف طریقے سے بتلاتے ہیں کہ حضرت رسول ان کو حد سے زیادہ چاہتے تھے اور وہ اس محبّت کی مستحق بھی تھیں لیکن جناب فاطمہ زہرا حضرت رسول کو کتنا چاہتی تھیں اس کا اندازہ آپ اسی بات سے کر سکتے ہیں کہ جملہ مورخین اسلام نے بلا اختلاف حضرت رسول کے ساتھ ان کی والہانہ محبت کا تذکرہ کرتے

ہوئے صاف طور سے یہ لکھدیا ہے کہ آپ کو اپنے والد حضرت رسولؐ
کے ساتھ ایسی محبّت تھی جیسا کہ کسی ماں کو اپنے بچہ کے ساتھ ہوتی
ہے اور اسی لئے لوگ آپ کو "اُمّ اَبِیہا" (یعنی اپنے والد کی ماں)
کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ حضرت رسولؐ کے مکّہ کے شروع تبلیغی
زندگی میں کفّار حضرت کے کس قدر مخالف اور دشمنِ جان تھے
یہاں تک کہ قتل تک کے درپے تھے اور یہ دشمنی کا مظاہرہ جناب
ابو طالبؑ اور خدیجہؑ کبریٰ کی وفات کے بعد تو حدِّ کمال پر ہو گیا تھا۔
اور اگر خداوند عالم اپنی خصوصی قدرتِ کاملہ سے اِن کو محفوظ نہ رکھتا
تو آپ کا زندہ رہنا ہی محال تھا۔ اور یہ دشمنی کی وجہ سوائے تبلیغ
دینِ اسلام کے کوئی دوسری چیز نہ تھی۔ حالت یہ تھی کہ حضرت رسولؐ
تبلیغ اسلام سے باز نہ آتے تھے اور کفّار ستانے اور پریشان کرنے
میں کوئی کمی نہ کرتے تھے۔ حضرت رسولؐ کا روزانہ مکّہ کی گلیوں
میں قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوا (اللہ کو ایک کہو تاکہ نجات
پاؤ) کا نعرہ لگانا ضروری تھا اور کفّار قریش کا حضرتؐ پر حملہ کرکے

ان کو زخمی کرنا لازمی تھا اور اکثر و بیشتر حضرت رسولؐ سر سے پیر تک لہو لہان ہو کر گھر میں تشریف لاتے تھے۔ اُس وقت یہی جناب فاطمہ زہراؑ باوجود اپنی کمسنی کے آپ کے زخموں کو خون سے پاک و صاف بھی کرتی تھیں۔ ہمدردی بھی کرتی اور باپ کو تسلّی و تشفّی بھی دے کر ان کی ہمت افزائی بھی فرماتی تھیں کہ بابا دیکھئے تبلیغ اسلام میں کمی نہ ہونے پائے خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو اس لئے کہ خدا نے آپ کو اسی کام پر مامور کیا ہے اور وہی دشمنوں سے انشاء اللہ آپ کی حفاظت بھی فرمائے گا۔

یہ تھیں جناب فاطمہ زہراؑ جو اپنے بچپنے میں بھی حضرت رسولؐ کی اُسی صورت سے شیدائی تھیں جیسا کہ جناب رسولؐ خود ان کے شیدا۔ جبکہ اپنے بچپنے میں بھی ان کی کمال معرفت کی یہ حالت تھی کہ حضرت رسولؐ کی ہمدردی و خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ انکی ہمت افزائی بھی فرماتی تھیں تو خدا و رسولؐ کے نزدیک ان کا مرتبہ کیونکر بلند نہ ہوتا اور حضرت رسولؐ آگے بڑھ کر کیوں نہ انکی تعظیم فرماتے۔

یوں تو تاریخ و سیر میں جناب فاطمہ زہراؑ کی جناب رسول مقبول

کے ساتھ والہانہ محبّت کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں مثلاً جنگ احد میں خبر شہادت حضرت رسولؐ کی سنکر ان کا احد کے میدان کی طرف خود بہ نفس نفیس تفحّص حال کیلئے ایسے وقت پر تشریف لے جانا جبکہ عام مسلمان ہزیمت کھا کر وہاں سے بھاگ رہے تھے۔ جو ہمدردی اور محبّت کی اپنی آپ مثال ہے وغیرہ وغیرہ جو کہ اسی کتاب کے دسویں باب حال جنگ احد میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں پر میں اُن تمام متعدد واقعات میں سے قبل ہجرت کے صرف دو واقعات لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جو جناب فاطمہ زہرؑا کے بچپنے سے تعلق رکھتے ہیں اور جنھیں علماء اہلسنت میں سے عالیجناب علامہ شبلی صاحب نے بھی اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ کے صفحہ ۱۸۲ و صفحہ ۱۸۶ پر درج فرمایا ہے۔

پہلا واقعہ جو سیرۃ النبیؐ کے صفحہ ۱۸۲ پر تحریر ہے جناب فاطمہ زہرؑا کی ہمدردی کا وہ واقعہ ہے جو آپ سے گھر کے اندر ظہور میں آیا اور اکثر آتا تھا) اور دوسرا واقعہ جو اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۶ پر درج ہے وہ اس ہمدردی سے متعلق ہے جو فاطمہ زہرؑا کے بچپنے میں گھر

سے باہر ظہور میں آیا۔

پہلا واقعہ گھر کے اندر حضرت رسولؐ کی خدمت اور ہمدردی کا جو علامہ شبلی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی کے صفحہ ۱۸۲ پر درج کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کو ایک مرتبہ کسی شقی نے گھر کے باہر راستہ میں تکلیف پہونچائی اور اُن کے ساتھ بے ادبانہ سلوک کیا ان کے فرق مبارک پر خاک بھی ڈالدی اور اُن کو زخمی بھی کیا اور جب آپ اس حالت سے گھر کے اندر تشریف لائے اور جناب فاطمہ زہراؑ نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو رونے لگیں۔ روتی جاتی تھیں اور آپ کے سرِ مبارک کو دھوتی بھی جاتی تھیں۔ حضرت رسولؐ نے جب بیٹی کو روتے دیکھا تو بیتاب ہو گئے سینہ سے لگایا تسلی دی اور فرمایا بیٹا صبر کرو خدا ناصر و مددگار ہے۔

دوسرا واقعہ جو علامہ شبلی صاحب نے جناب فاطمہ زہراؑ کی خدمت کا جو اُنھوں نے اپنے بچپنے میں حضرت رسولؐ کے ساتھ کیا تھا اور وہ گھر کے باہر کا واقعہ ہے اور جسے علامہ موصوف نے سیرۃ النبی کے صفحہ ۱۸۶ پر درج کیا ہے یہ ہے کہ ایک دفعہ

کا ذکر ہے کہ حضرت رسولؐ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں پر رؤسائے قریش بھی موجود تھے۔ ابو جہل لعؑ نے کہا کہ کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھڑی نجاست سمیت اُٹھالاتا اور جب محمدؐ سجدہ میں جاتے تو اُن کی گردن میں ڈال دیتا۔ عقبہ لعؑ نے کہا کہ یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اونٹ کی اوجھڑی لاکر آپ کے اوپر اُس وقت ڈالدی جبکہ آپ سجدہ میں تھے۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور حضرت رسولؐ اُسی حالتِ سجدہ میں ذکرِ خدا میں مصروف تھے۔

جب اس خبر کی اطلاع کسی نے جناب فاطمہ زہراؑ کو گھر کے اندر پہونچائی تو اُس وقت اُن کی عمر صرف ۵-۶ سال کی تھی لیکن گھر میں بیٹھی نہ رہ سکیں اور نہ کچھ دشمنوں کا خوف کیا اور فوراً موقعہ پر تشریف لائیں۔ عقبہ کو بُرا بھلا کہا۔ بد دعائیں دیں اور حضرتؐ پر سے اوجھڑی ہٹائی اور جب حضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو اپنے ساتھ لے کر گھر واپس گئیں۔

چھٹا باب

جناب فاطمہ زہرا اور ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جملہ تاریخ اسلام مثلاً "تاریخ طبری۔ تاریخ ابوالفدا اور تاریخ اعثم کوفی وغیرہ وغیرہ میں جو بات بلا اختلاف درج ہے اس کا خلاصہ مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ جب جناب خدیجہؑ کبریٰ اور حضرت ابوطالبؑ کا انتقال ہو گیا تو کفار قریش نے باہم مشورہ کر کے مکمل ارادہ کیا کہ اب شمع رسالت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لازمی طور سے خاموش کر دیا جائے۔ اور اس کام کو پورا کرنے کیلئے ہر قوم و قبیلہ سے ایک ایک آدمی کا انتخاب کیا گیا کہ سب مل کر اس کام کو انجام دیں۔ تاکہ قوم بنی ہاشم بعد میں اس خون کا قصاص کسی ایک قبیلہ سے نہ لے سکے اور اگر وہ کسی کے خلاف کچھ کوشش بھی کریں تو سب مل کر اُن کا مقابلہ کریں۔ اس مشورہ کو کامیاب بنانے کے لئے قبیلہ بنی ہاشم میں سے بھی حضرت رسولؐ کے ایک قدیمی دشمن ابولہب کو بھی شریک کر لیا گیا جس کی مذمت میں تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ

قرآن مجید میں آج بھی موجود ہے۔ (دیکھو پ ۳۰ سورہ تبت یدا)

الغرض جب ہر طرح سے سازش مکمل ہو گئی اور ہر قوم کے نمائندوں نے مسلح ہو کر رات میں حضرت رسول کا گھر گھیر لیا اور چاہا کہ رات ہی میں گھر کے اندر گھس کر حضرت رسول کا خاتمہ کر دیں تو ابو لہب لعنہ کے رگ حمیّت میں ایک جوش پیدا ہوا اور اُسے اچھا نہ معلوم ہوا کہ دیگر قوم و قبیلہ کے لوگ میرے بھتیجہ کے گھر کے اندر رات میں داخل ہوں اس لئے کہ عرب میں یہ بات اسوقت نہایت ہی بے عزّتی کی بات سمجھی جاتی تھی اور اسی لئے اُس نے اپنے شرکا، کار سے کہا کہ بھائیو میں محمدؐ کے قتل کے بارے میں تو تمھارا شریک ہوں لیکن میں یہ بے عزّتی کسی صورت سے برداشت نہ کر سکوں گا کہ ہمارے گھر کے اندر رات کے وقت گھسا جائے۔ بس مناسب ہے کہ ہم رات بھر گھر کو گھیرے ہوئے محمدؐ کی نگرانی کرتے رہیں کہ وہ کہیں جانے نہ پائیں اور جب صبح ہو تو گھر میں گُھس کر انھیں قتل کر دیں۔

سبھوں نے ابو لہب لعنہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور

گھر کو گھیر کر صبح تک حضرتؐ کی نگرانی میں رہے۔ اِدھر کفار کی یہ حالت تھی اُدھر خداوند عالم نے جبرئیلؑ امین کے ذریعہ سے کفار کے اس مشورہ کی خبر حضرت رسولؐ کو دی اور حکم دیا کہ آج تم اپنے بستر پر حضرت علیؑ کو لٹا دو اور تم خود چند کنکریاں لیکر اور اُن پر "یاشاھت الوجوہ" پڑھکر ان کفار کی طرف پھینکتے ہوئے اُن کے درمیان سے بلا خوف و خطر نکل جاؤ اس لئے کہ یہ تمھیں نہ دیکھ سکیں گے۔ چنانچہ حضرت رسولؐ نے یہی کیا اور دشمنوں کے نرغے سے نکل کر چلے گئے اور دشمنوں کو کان و کان خبر نہ ہوئی اور سر اُٹھا کر حضرت علیؑ کو فرش رسولؐ پر سوتا دیکھ کر یہی سمجھتے رہے کہ حضرت رسولؐ سو رہے ہیں۔

اس بات کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے جو حیات القلوب جلد دوئم حال ہجرت رسولؐ میں تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

جب کفار قریش نے شب ہجرت حضرت رسولؐ کے قتل کا ارادہ کرلیا تو خدا نے جناب جبرئیلؑ کے ذریعہ سے اپنے رسولؐ کو کفار کے ارادہ سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ اپنے فرش پر آج کی رات علیؑ کو

لا کہ تم بارادۂ ہجرت مدینہ یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور رات میں غار ثور میں بسر کرو۔ پس حضرت رسولؐ نے حضرت امیر المومنین جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو طلب کیا اور صورت حال اور حکم خدا سے آگاہ کیا۔ اور دریافت کیا کہ تم اس بارہ میں کیا کہتے ہو؟ حضرت امیر المومنینؑ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر میں آپ کی جگہ آج سو رہوں تو کیا آپ کی جان بچ جائے گی؟ فرمایا ہاں اے علیؑ تمھارے سونے سے میری جان بچ جائے گی۔ یہ سن کر حضرت علیؑ شاد و خنداں ہوئے اور حضرت کی سلامتی اور اپنی جان حضرتؐ پر فدا کرنے کے سبب سے سجدۂ شکر ادا کیا اور یہ پہلا سجدۂ شکر تھا جو اس امت میں واقع ہوا۔ اور جب سجدہ سے سر اُٹھایا تو حضرت رسولؐ سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو جس طرف جانے کا حکم دیا ہے شوق سے وہاں تشریف لے جائیے اور میں آپ پر فدا ہونے کیلئے بسر و چشم تیار رہوں۔

حضرت رسولؐ نے فرمایا اے علیؑ! حق تعالے تمھاری صورت میری صورت کے مشابہ کر دیگا۔ پس تم میرے بچھونے

پر سو رہو اور میری دھانی چادر اوڑھ لو۔ اے علیؑ! آگاہ ہو کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کا امتحان ان کے ایمان اور درجوں کے موافق کرتا ہے۔ پس پیغمبروں کی بلا اور اُن کا امتحان سب سے زیادہ ہے۔ بعد ان کے جو کوئی سب سے نیک اور بہتر ہے اُس کا بھی امتحان عظیم تر ہے۔ اے علیؑ! اس وقت خدا میرے بارے میں تمھارا امتحان اور تمھارے بارے میں میرا امتحان اُسی طرح لے رہا ہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کا امتحان لے چکا ہے۔ اے علیؑ! تم میری جان سے زیادہ میرے نزدیک گرامی ہو اور مجھے اپنی جان دینا زیادہ آسان تھا بہ نسبت اس کے کہ میں آج کی رات تمھیں دشمنوں کے نرغہ میں اپنے بستر پر لٹاؤں اور یہ خوشی کے ساتھ تمھارا آج دشمنوں کے تیغ کے نیچے میری جان بچانے کیلئے لیٹنا اسمٰعیلؑ کے زیر تیغ پدر لیٹنے سے زیادہ کہیں فضیلت رکھتا ہے۔ پس اے برادر صبر کرو کیونکہ خدا کی رحمت نیک کرداروں کے نزدیک ہے۔ بعد اُس کے حضرت رسولؐ نے فرطِ محبت سے حضرت علیؑ کو آغوش میں لے لیا اور بہت روئے۔ پھر حضرت رسول نے اُن کو خدا کے سپرد کر کے اور اپنے بستر

بڑھا کر گھر سے باہر نکلنے کے ارادہ سے چلے اس وقت تمام قریش حضرتؐ کا مکان گھیرے ہوئے تھے۔ حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ پھر حضرتؐ نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر اُن کے منہ کی طرف پھینکا اور فرمایا یَا شَاهَتِ الْوُجُوہُ (یعنی تمھاری صورتیں قبیح ہوں، اور یہ کہکر آپ اُن لوگوں کے درمیان سے ہو کر نکل گئے اور بقدرت خدا وہ لوگ بالکل مطلع نہ ہوئے اس لئے کہ خدا نے اپنی قدرت سے اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا کہ وہ حضرتؐ کو جاتے ہوئے قطعاً نہ دیکھ سکے۔ بعد اُس کے جناب جبرئیلؑ نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ خدا کا حکم ہے کہ غار ثور کی طرف تشریف لے جائیں اور رات وہیں بسر کریں۔

اِدھر حضرت رسولؐ دشمنوں کے درمیان سے نکل کر غار ثور کی طرف روانہ ہوئے اور اُدھر حضرت علیؑ رسول کی دھانی چادر اوڑھ کر بستر رسولؐ پر سو رہے۔ اور ایسا بےخبر سوئے کہ جب تک صبح کو دشمنوں کے ذریعہ سے جگائے نہ گئے نہ جاگے۔ اس وقت تک

کے مکانوں کی دیواریں نیچی ہوتی تھیں اور بعض روایات کی بنا پر دروازے بھی نہ ہوتے تھے۔ اس لئے کفار قریش حضرت امیر المومنینؑ کو حضرت رسولؐ کے بچھونے پر لیٹا ہوا دیکھ کر گمان کرتے تھے کہ حضرت رسولؐ سو رہے ہیں۔

یہ اسی شب ہجرت کا واقعہ ہے کہ حضرت علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ یعنی لوگوں میں ایسے شخص بھی ہیں جو خدا کی مرضی کیلئے اپنی جان کو بیچ ڈالتے ہیں۔

چنانچہ جب صبح ہوئی اور کفار قریش قتل رسول کے ارادہ سے گھر میں گھسے اور چاہا کہ عالم خواب میں حضرت رسولؐ کو نہ قتل کریں بلکہ جگا کر اُن کو قتل کریں تا کہ اُن کو تکلیف کا احساس ہو اور ہمارے کہنا نہ ماننے کا وہ احساس بھی کریں اور جب اس ارادہ سے اُن کو جگایا تو بجائے حضرت رسولؐ کے حضرت علیؑ بیدار ہوئے۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے اور حضرت علیؑ سے پوچھنے لگے کہ محمدؐ کہاں ہیں تو حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ کیا تم اُنھیں میرے سپرد کر گئے تھے

جو تم مجھ سے اس طرح دریافت کر رہے ہو۔ اس بات پر کفار نے چاہا کہ اگر محمدؐ نہیں ملے تو علیؑ ہی کو قتل کر ڈالیں اور تلواریں لے کر اُن کی طرف بڑھے اور سب سے آگے اُن میں خالد ابن ولید تھا جس نے حضرت علیؑ پر بڑھکر تلوار سے حملہ بھی کر دیا لیکن حضرت علیؑ نے جست کر کے اُس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور اُسے زمین پر پٹک دیا اور اور تلوار لے کر اُن کفار کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔

جب کفار قریش نے یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ علیؑ چاہتے ہیں کہ اس طرح ہمیں اپنے ساتھ جنگ میں الجھالیں اور محمدؐ نکل جائیں لہٰذہ ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں ہمیں تو محمدؐ کی تلاش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ سب علیؑ کو چھوڑ کر گھر بھر میں کونے کونے حضرت رسولؐ کو تلاش کرنے لگے اور جب وہ نہیں ملے تو اُن کے نقش قدم کو پہچان کر اُن کے پیچھے اُن کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔

بہرحال اُس کے آگے تو سب ہی جانتے ہیں کہ کس طرح حضرت رسولؐ روانہ ہوئے کس طرح راہ میں حضرت ابوبکر ملے اور حضرتؐ نے اُنھیں ساتھ لیا اور پھر کس طرح غار ثور میں پوشیدہ

ہونے اور کس طرح غار ثور کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا وغیرہ وغیرہ کہ دشمن وہاں تک پہونچنے کے بعد بھی حضرت رسولؐ کو نہ پا سکے اور حضرت رسولؐ بالآخر کفار قریش کے شر سے محفوظ رہ کر عافیت کے ساتھ مدینے میں پہونچ گئے۔ (چونکہ یہ سب باتیں جناب فاطمہ زہراؑ کی سوانعمری سے تعلق نہیں رکھتیں اس لئے اس کتاب میں درج نہیں کی گئیں۔ یہ سب باتیں انشاء اللہ مفصل طریقہ سے میں حضرت رسولؐ کی سوانعمری میں لکھوں گا) لیکن اس سلسلہ میں یہ بات البتہ قابلِ غور ہے کہ جس وقت یہ چالیس کفار قریش ننگی تلواریں لئے حضرت رسولؐ کے گھر میں گھسے ہوئے حضرت رسولؐ کو قتل کرنے کی نیت سے تلاش کر رہے ہوں گے تو اُس وقت جناب فاطمہ زہراؑ جن کی عمر اُس وقت آٹھ سال سے زائد نہ تھی اُن کے دل پر کیا کچھ نہ گذر رہی ہوگی۔ اور جب یہ معلوم ہوا ہوگا کہ یہ کفار قریش حضرت رسولؐ کو گھر میں نہ پاکر اُن کے نقش قدم پر بارادہ قتل اُن کی تلاش میں گئے ہیں تو اُن کے دل کی کیا حالت ہوئی ہوگی اور حضرت رسولؐ کے مدینہ منورہ صحیح سلامت پہونچ جانے کے بعد بھی جب تک جناب فاطمہ زہراؑ کو اُن کی سلامتی

کے ساتھ وہاں پہونچ جانے کی خبر نہ ملی ہو گی اُس وقت تک اُن کے دل کی کیا کیفیت رہی ہو گی۔ یہ بات کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے پہلو میں محبّت بھرا دل ہو اور اُن کا محبوب شدید خطرہ میں ہو اور وہ اُس کی کچھ مدد نہ کر سکتے ہوں۔

حضرت رسولؐ کو بھی حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ کی جدائی کا کم خیال نہ تھا۔ آپ اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت رسولؐ مدینہ پہونچنے کے بعد بھی اُس وقت تک مدینہ کے اندر تشریف نہ لے گئے جب تک کہ حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ اُن سے آکر ملحق نہ ہو گئے (اب اس بات کی تصریح آپ آگے پڑھئے۔ جو ذیل میں درج کی جاتی ہے)

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے **حیات القلوب** جلد دوم ہجرت رسولؐ کے سلسلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت رسولؐ مکّہ سے ہجرت کر کے صحیح و سلامت مدینہ میں تشریف لائے تو پہلے بیرون مدینہ "قبا" کے مقام قبیلۂ بنی عمرو بن عوف کے پاس قیام کیا۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ

مدینہ میں تشریف لے چلئے جہاں سب لوگ آپ کے منتظر ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میرا بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ اور میری دختر فاطمہؑ نہ آئے گی میں مدینہ میں داخل نہ ہوں گا۔ حضرت ابوبکر نے ہر چند مبالغہ و اصرار کیا مگر حضرت رسولؐ نے قبول نہ فرمایا۔ پس حضرت ابوبکر حضرت رسول کو قبا میں چھوڑ کر خود مدینہ میں داخل ہوئے لیکن حضرت رسولؐ وہیں ٹھہرے رہے۔

اس کے بعد حضرت رسولؐ نے ابو واقد لیثی کی معرفت حضرت علیؑ کے پاس ایک خط روانہ فرمایا کہ اب تم کو مکہ میں قیام کرنے کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا تم بہت جلد میری بیٹی فاطمہؑ اور اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کو ہمراہ لے کر میرے پاس چلے آؤ۔

پس جب یہ فرمان رسولؐ حضرت علیؑ کو پہونچا تو آپ جناب فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ اور اپنی والدہ ماجدہ فاطمہؓ بنت اسد اور دختر زبیر ابن مطلب کہ جن کا نام بھی بروائتے فاطمہؑ تھا یا دوسری روائت کے اعتبار سے ضیاعہ تھا ہمراہ لے کر اور اُن کو ایک اونٹ پر بٹھا کر جانب مدینہ روانہ ہو گئے۔ لیکن جب کفار قریش

کو اُن کی روانگی کی خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے قریش کے آٹھ مسلح سواروں کو کہ جن میں حارث بن امیہ کا غلام جناح بھی تھا جو سب سے زیادہ دلیر۔ دشمن اور بہادر تھا۔ حضرت علیؑ کے تعاقب میں روانہ کیا کہ اُن کو زبردستی واپس لے آئیں یا اُن کو وہیں جہاں مل جائیں قتل کر دیں۔

اِن آٹھوں مسلح سواروں نے تعاقب کر کے حضرت علیؑ کو صجنان کے قریب آکر گھیرا اور واپس مکہ چلنے کو کہا۔ حضرت امیرؑ نے انکار کیا۔ اُنھوں نے حضرتؑ پر حملہ کیا۔ الغرض تلواروں پر تلواریں چلنے لگیں اور اُن آٹھ مسلح قریش کے سواروں میں جو سب سے زیادہ بہادر اور پیش پیش تھا اور جس کا نام جناح تھا جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے اس کو حضرت علیؑ نے سب سے پہلے ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور دوسروں کی طرف یہ کہتے ہوئے مخاطب ہوئے کہ اب بھی اچھا ہے کہ واپس چلے جاؤ اور میرے مزاحم نہ ہو ورنہ تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔

اُن سبھوں نے جب جناح کو مقتول دیکھا جس پر سبھوں کو بڑا

ناز تھا تو سب کی ہمت چھوٹ گئی اور پھر کوئی مقابلہ پر نہ آسکا بلکہ سب کہنے لگے کہ ہم تو صرف آپ کو بلانے کیلئے آئے تھے۔ خیر اگر آپ واپس چلنے پر راضی نہیں ہیں تو نہ چلئے۔ ہمیں آپ سے کوئی غرض نہیں ہے۔ آپ تشریف لے جا سکتے ہیں اور ہم واپس جاتے ہیں اور یہ کہہ کر وہ لوگ واپس مکہ چلے گئے اور مکہ پہونچ کر جو حالات گذرے تھے اُن سے اہل مکہ کو خبر کی لیکن اُنھوں نے پھر کسی دوسرے کو حضرتؐ کے تعاقب میں روانہ کرنے کی ہمت نہ کی اور حضرت علیؑ اطمینان کے ساتھ جناب فاطمہ زہراؑ وغیرہ کو لے کر قبا کے مقام پر حضرت رسولؐ سے ملاقی ہوئے۔

حضرت رسولؐ نے جب علیؑ کو صحیح و سلامت آتے دیکھا تو بڑھ کر گلے سے لپٹا لیا اور خدا کا بیحد شکر ادا کیا کہ اُس نے دوبارہ علیؑ کو اُن سے ملا دیا۔ اسی طرح باپ نے بیٹی کو اور بیٹی نے باپ کو گلے لگا کر اظہار خوشی کیا وغیرہ وغیرہ۔

جب حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ وغیرہ بھی سلامتی کے ساتھ مکہ سے مدینہ میں حضرت رسولؐ کے پاس آ گئے تب

حضرت رسولؐ قبا سے ان بزرگواروں کے ہمراہ مدینہ کے اندر تشریف لائے اور پہلے جناب ابوایوب انصاری کے مکان میں قیام فرمایا اور پھر بعد میں آپ نے مدینہ کے اندر کچھ تھوڑی سی زمین خرید کر اس میں ایک مسجد بنوائی اور مسجد کے متصل ہی آپؐ نے اپنا اور علیؑ کا و نیز ازواج کے مکانات بھی تعمیر کرائے اور اُسی میں بود و باش اختیار کی۔



باب ساتواں

جناب فاطمہ زہراؑ کی شادی

کتب اہلسنت معارج النبوۃ و ینابیع المودۃ و وسیلۃ النجات اور روضۃ الصفا وغیرہ میں بسلسلہ حال جناب فاطمہ زہراؑ لکھا ہے جس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے کہ جب جناب فاطمہ زہراؑ بالغ ہوئیں تو بہت سے لوگوں نے اُن کے ساتھ شادی کرنے کی تمنا ظاہر کی جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے لیکن حضرت رسولؐ نے یہ کہہ کر سب لوگوں کی بات ٹال دی کہ فاطمہؑ کی شادی کا اختیار مجھے نہیں ہے بلکہ خدا کو ہے۔ الغرض جب سب لوگ مایوس ہوئے تو لوگوں نے حضرت علیؑ کو مشورہ دیا کہ آپ کا حق دختر نبیؐ سے شادی کرنے میں سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ اول تو آپ رسول اللہ کے چچازاد بھائی ہیں اور دوسرے بلحاظ اسلام کے بھی آپ کا رتبہ سب مسلمانوں سے بڑھا ہوا ہے لہذا آپ جناب فاطمہ زہراؑ کی خواستگاری فرمائیے ممکن ہے یہ شرف بھی آپ ہی کیلئے مخصوص ہو۔

یہ شرف کوئی معمولی شرف تو تھا نہیں کہ جس کی تمنا حضرت علیؑ کے دل میں نہ ہوتی لیکن محض شرم اور اپنی بے بضاعتی مانع تھی۔ لیکن جب لوگوں نے آمادہ کیا تو آپ ایک دن اس غرض سے حضورؐ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے۔ اس وقت آنحضرتؐ ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؑ نے زنجیر در ہلائی۔ ام المومنین نے پوچھا کون ہے؟ پیغمبر خداؐ نے فرمایا۔ اے ام سلمہؓ! دروازہ کھول دو کیونکہ یہ وہ شخص در وازہ پر کھڑا ہے جس کو خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں اور جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ ام المومنینؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ ایسا کون شخص ہے جس کی نسبت آپ یوں گواہی دے رہے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ میرے ابن عم علی مرتضیٰؑ ہیں۔

یہ سن کر ام المومنینؓ نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور حضرت علیؑ اندر تشریف لائے اور سلام کر کے سر جھکا کر بیٹھ گئے لیکن حیا کے مارے کچھ نہ کہہ سکے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس چلے گئے۔ دوسرے دن پھر اسی ارادہ سے آئے لیکن پھر شرم و حیا کے مارے زبان سے کچھ نہ کہہ سکے اور کچھ دیر بیٹھ کر بلا اظہار مدعا کے واپس

چلے گئے۔ تیسرے دن جب پھر حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور ابھی حاضر خدمت نہ ہونے پائے تھے کہ خداوند عالم کا فرمان جبرئیلؑ امین لیکر حاضر خدمتِ رسولؐ ہوئے اور کہا کہ خدا نے اپنی کنیز خاص فاطمہؑ کا عقد حضرت علیؑ مرتضیٰؑ کے ساتھ آسمان پر کر دیا ہے۔ اس خوشی میں وہاں تمام آسمانوں اور عرش کی زینت کی گئی تھی اور بیت معمور کے پاس ایک ممبر نور نصب ہوا تھا اور وہیں عقد ہوا تھا اور اس خوشی میں خدا کے حکم سے زرد جواہر نثار کئے گئے جن کو تبرکاً تمام ملائکہ اور حور و غلمان نے لوٹا تھا۔ اور پھر مجھے خداوند عالم کا حکم ہوا کہ اس نچھاور فاطمہؑ میں سے کچھ بطور تبرک میرے حبیب کے پاس لے جاؤ اور اُسے یہ خوشخبری سناؤ اور کہو کہ میں نے آسمان پہ عقد پڑھ دیا تم زمین پر فاطمہؑ کے عقد کی علیؑ کے ساتھ تجدید کر دو۔

جس وقت جناب جبرئیل امینؑ یہ خبر پہونچا چکے اور حضرت رسولؐ ابھی خوش ہی ہو رہے تھے کہ حضرت علیؑ تشریف لائے اور سلام کر کے بدستور سابق چپ ہو کر بیٹھ گئے تو حضرت سرور کائناتؐ نے خود فرمایا کہ اے علی! بتلاؤ تو سہی کہ کس ضرورت سے آئے ہو۔ یاد رکھو کہ تمھاری سبب

خواہشیں منظور ہیں۔ بلا لحاظ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے
نہائت مودّبانہ انداز سے اظہارِ خواہش کیا۔ حضرت رسولؐ کا چہرہ خوشی سے
اور بھی بشّاش ہو گیا اور مسکرا کر فرمایا کہ اے علیؑ! فاطمہؑ کے مہر کے واسطے
تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا "حضور میری
دنیاوی حالت سے بخوبی واقف ہیں کہ میرے پاس مال دنیا میں
سے صرف ایک زرّہ ہے۔ ایک تلوار ہے اور ایک اونٹ ہے۔
پیغمبرؐ خدا نے یہ سن کر فرمایا کہ تلوار تو جہاد کیلئے ازحد ضروری ہے۔
اونٹ بھی باربرداری کیلئے درکار ہے البتہ تم ایسے بہادر کیلئے
زرہ چنداں ضروری نہیں۔ لہٰذہ تم اس کو بیچ ڈالو یہی فاطمہؑ کا مہر ہے۔
الغرض وہ زرہ لیکر حضرت علیؑ خوشی خوشی فروخت کرنے گئے
حضرت رسولؐ فاطمہ زہرؑا کے پاس تشریف لائے اور نہایت شفقت و
مہربانی کے ساتھ فرمایا کہ اے نورِ چشم خدا نے تمہارا عقد علیؑ ابن ابی طالبؑ
سے آسمان پہ کر دیا ہے اور مجھ کو حکم بھیجا ہے کہ میں زمین پر اس کی
تجدید کر دوں۔ پس میں تمہارا نکاح اپنے عزیز ترین بھائی علی مرتضیٰؑ
سے کرتا ہوں جو خدا کے ولی اور میری امّت کے پسندیدہ امام ہیں۔
جناب معصومہؑ نے یہ سن کر حیا سے سر جھکا لیا اور خاموش رہیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنی ازواج کو حکم دیا کہ گھر میں شادی کا انتظام کرواور یہ کہہ کر حضرت رسولؐ باہر تشریف لائے۔ اتنے میں زرہ فروخت کرکے حضرت علیؑ بھی آگئے اور اس کی قیمت پانچسو درہم[۱] حضرت رسولؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ سرور عالم نے اس میں سے ایک مٹھی درہم حضرت بلالؓ کو دیئے اور فرمایا کہ جاؤ اس کی خوشبو مول لاؤ پھر دو[۲] مٹھی درہم ابوبکر کو دیئے اور فرمایا کہ عمارؓ یاسر کو ساتھ لے لو اور فاطمہؑ کیلئے جہیز خرید لاؤ۔ دونوں صحابی گئے اور جہیز فاطمہؑ کیلئے حسب ذیل چیزیں خرید لائے۔

تفصیل سامان جہیز جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا

۱ ایک پیراہن قیمتی سات درم ۲ ایک مقنعہ قیمتی چار[۱] درم ۳ ایک سیاہ خیبری چادر جو کرس نامی کپڑے کی بنی تھی اور دو پاٹ

---

۱ بعض روایتوں میں زرہ کی قیمت چار سو مثقال چاندی تھی کہ جس کی قیمت اس وقت کے لحاظ سے اکیسو سات یا اکیسو ساٹھ روپیہ ہوتی ہے۔ جو جناب فاطمہ زہراؑ کا مہر قرار پایا۔ لیکن چونکہ اس وقت چاندی کی قیمت بہت بڑھی ہوئی ہے لہذا اس وقت کے لحاظ سے تو بہت زیادہ قیمت ہوئی۔ ! مولف

کی تھی اور جو خرمہ کی چھال سے سلی ہوئی تھی ۴ ایک خرمہ کے چھال کی چٹائی ۵ دو بچھونے یعنی توشکیں جو مصری کپڑے کتاں کی تھیں کہ جس میں سے ایک میں خرمے کی چھال اور دوسرے میں بھیڑ کا اُون بھرا ہوا تھا۔ ۶ چار تکیے چمڑے کے جو طائف کے بنے ہوئے تھے اور جس میں ایک خوشبودار گھاس اذخر نامی بھری تھی ۷ ایک پردہ اونی دروازہ پر لٹکانے کیلئے ۸ ایک چکّی ۹ ایک تانبے کی لگن ۱۰ ایک مشک ۱۱ ایک پیالہ لکڑی کا ۱۲ ایک قربہ یعنی گھڑا ۱۳ ایک لوٹا ۱۴ چند آبخورے مٹی کے۔

الغرض سیدہ کونین کا یہ متذکرہ بالا جہیز جب جناب رسولؐ خدا کے سامنے رکھا گیا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ خدا اہلبیتؑ کو برکت کرامت فرمائے۔ اس کے بعد جیسا کہ جلاء العیون میں لکھا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خداوندا اُس گروہ کو برکت دے جس کے پاس زیادہ مٹی کے برتن ہوں۔ بعدہ آپ گھر میں تشریف لے گئے اور ازواج سے فرمایا کہ فاطمہؑ کو دولھن بناؤ۔ اور دل ہی دل میں (غالباً) یہ خیال کر کے آبدیدہ

ہو گئے کہ آج اگر فاطمہؑ کی ماں حضرت خدیجہؓ زندہ ہوتیں تو کیا کچھ وہ اہتمام نہ کرتیں اور اُن کو کس قدر مسرّت ہوتی۔ اِدھر کا تو یہ حال تھا اور اُدھر بلالؓ نے آپ کے حکم سے مدینہ میں منادی کرا دی کہ پیغمبر خدا کی دختر اطہر کا عقد ہے لوگ محفلِ نکاح میں شریک ہوں۔

الغرض جب سب لوگ جمع ہو چکے تو حضرت سرورِ انبیاءؐ ممبر پہ تشریف لائے اور بعد حمد و ثنائے باری تعالیٰ فرمایا کہ اے مسلمانو! خدا کی طرف سے ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اُس نے مجھے خبر دی ہے کہ خداوند عالم نے ملائکہ کو بیت معمور کے پاس جمع کر کے اپنی کنیز خاص فاطمہ زہراؑ کا عقد اپنے خاص بندے علی مرتضیٰؑ سے کر دیا ہے اور خمس دنیا اور ثلث بہشت اور زمین کے خاص چار دریا فرات، نیل۔ و نہر نہروان و نہر بلخ فاطمہؑ کو علیؑ کی طرف سے مہر میں عنایت کئے ہیں اور مجھکو حکم دیا ہے کہ میں اس کی عقد کی تجدید تم سب کے سامنے زمین پر بھی کر دوں اور پانچسو درہم مہر مقرر کر دوں تاکہ یہ میری اُمّت میں سنّت قرار پائے اور ہر امیر و غریب دے سکے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ سے فرمایا کہ خطبہ پڑھو۔ حضرت علیؑ نے نہایت

فصاحت اور بلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھا۔ حضرت رسولؐ نے سیّدہ کا عقد حضرت علیؑ سے کر کے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ عنقریب فاطمہؑ کے ۲ دو فرزند ہوں گے جو جوانانِ جنّت کے سردار ہوں گے۔

اسلامی تاریخوں میں تاریخ عقد جناب فاطمہ زہراؑ کی نسبت اختلاف ہے لیکن سن ہجری کی نسبت اختلاف نہیں ہے۔ کسی نے لکھا ہے کہ یہ عقد جمعہ کے دن ربیع الاوّل سنہ ۲ھ میں ہوا۔ کسی نے لکھا ہے کہ یکم ذی الحجہ سنہ ۲ھ کو ہوا۔ کسی نے ماہ رجب سنہ ۲ھ لکھا اور جلاء العیون میں علاّمہ مجلسی نے کشف الغمہ کے حوالے سے جناب امام جعفر صادقؑ کی سند سے لکھا کہ تزویج جناب فاطمہ زہرا ماہ رمضان المبارک میں اور رخصتی اور ماہ ذی الحجہ سنہ ۲ھ میں ہوئی (واللہ اعلم بالغیب) (دیکھو ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۱۲۲)

جب عقد ہو کر قریب ایک مہینہ کا عرصہ گذر گیا اور فاطمہ زہراؑ کی رخصتی نہیں ہوئی اور حضرت علیؑ بھی شرم کے مارے اس کا تذکرہ زبان پر نہ لا سکے تو ایک دن پیغمبرؐ خدا کی بعض بی بیاں حضرت علیؑ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ تم سید المرسلینؐ سے فاطمہؑ کی رخصتی کے

بارے میں کیوں نہیں کہتے۔ اگر تم کو شرم آتی ہے تو ہم سے کہو ہم آنحضرتؐ سے عرض کریں گے۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ بہتر ہے۔ الغرض مرضیٔ علیؑ پاکر امہات المومنین نے حضرت رسولؐ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا فاطمہؑ کی رخصتی کا انتظام کرو۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علیؑ کو بلا کر فرمایا کہ تم خرمہ اور روغن کا انتظام کرو اور میں گوشت روٹی کا انتظام کرتا ہوں اور جس کو چاہو دعوت دو۔

حضرت علیؑ نے کھانے کا انتظام کیا اور مسجد میں آئے اور آپ کو شرم معلوم ہوئی کہ بعض کو دعوت دیں اور بعض کو نہ دیں پس آپ نے تمام مہاجرین وانصار کو دعوت دیدی۔ وقت مقررہ پر چار ہزار سے زائد آدمی دعوت میں آئے۔ کھانا جو تیار تھا وہ بہت کم تھا۔ مہمانوں کی کثرت اور کھانے کی قلت سے آپ کو تردّد ہوا۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم تردّد نہ کرو میں خدا سے برکت کی دعا کروں گا اور وہ اپنے فضل وکرم سے اس کھانے کو سب کے لئے کافی ووافی کردے گا۔ یہ کہہ کر حضور نے اُس کھانے کو اپنے دست مبارک سے مَس کیا اور امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ دسترخوان بچھاؤ اور

مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع کرو۔ الغرض اس میں ایسی برکت ہوئی کہ وہ کھانا سبھوں کیلئے کافی ہوگیا اور بچ بھی رہا۔ جابر صحابیٔ رسولؐ ناقل ہیں کہ کھانا ایسا بہترین و نفیس تھا کہ میں نے اس سے بہتر ولیمہ کبھی نہیں کھایا تھا۔

الغرض جب مہمان سیر ہو چکے تو پیغمبرؐ خدا نے کاسے بھر بھر کہ ازواج کے یہاں کھانا بھیجا اور ایک کاسہ میں ولیمہ کا کھانا رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہؑ اور اُن کے شوہر کیلئے ہے۔ کھانا کھاتے اور تقسیم کرتے ہوئے شام ہوگئی۔ اس وقت پیغمبرؐ خدا حضرت علیؑ کو لے کر گھر میں آئے اور اُم سلمہؓ سے فرمایا کہ فاطمہؑ کو لاؤ۔ پس وہ جناب سیدہؑ کو پیغمبرؐ کے پاس لائیں۔ اس وقت وہ معظمہ سر سے پاؤں تک چادر اوڑھے ہوئے تھیں اور چادر کے پلوؤں میں چلتے وقت پاؤں اُلجھتے اور شرم سے قدم لڑکھڑاتے تھے۔ جب وہ قریب آئیں تو جناب پیغمبرؐ خدا نے کہا کہ خدا دنیا و آخرت میں تم کو لغزش سے دور رکھے۔ اُس کے بعد اُن کے چہرۂ انور سے اس طرح چادر ہٹائی کہ حضرت علیؑ کی نظر جناب سیدہؑ کے جمال انور پر پڑی جناب پیغمبرؐ

نے جناب سیدہؑ کا ہاتھ لے کر مولا مشکلکشا علیؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ خدا تم کو برکت دے یا علیؑ کیا مبارک یہ تمھاری دلھن ہے جو خیر النساء ہے۔ اور اے فاطمہؑ کیا خوب یہ تمھارا شوہر ہے جو میرے بعد خیر البشر[1] ہے۔ اس کے بعد آپ نے جناب فاطمہ زہراؑ کی رخصتی کا اس طرح انتظام فرمایا کہ اپنے خاص ناقہ پر جناب فاطمہ زہراؑ کو سوار فرمایا اور سلمانؓ فارسی کو اس کی مہار پکڑ کر چلنے کا حکم دیا کہ وہ جناب سیدہؑ کی سواری کے ہمراہ ان کے سسرال تک جائیں۔

پس جناب فاطمہ زہراؑ اس طرح رخصت ہوئیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ کی سواری کے آگے آگے پیغمبرؐ خدا کی بی بیاں و بنی ہاشم و مہاجرین و انصار کی عورتیں تھیں اور ان کے پیچھے سرورِ عالمؐ اور حضرت حمزہؓ و عقیلؓ وغیرہ جملہ بنی ہاشم تلواریں علم کئے ہوئے چلے۔ ابھی چند قدم چلے تھے کہ جبرئیلؑ و

---

[1] حضرت علیؑ کا بعد رسولؐ خیر البشر ہونا اہلسنت کی اور بہت سی کتابوں میں لکھا ہے مثلاً جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں بھی لکھا ہے اور سید علی ابن شہاب ہمدانی نے اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں دو کئی حدیثیں نقل کی ہیں جن سب کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ بعد رسولؐ خیر البشر ہیں اور جو اس سے انکار کرے یا اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔ (المولف)

میکائیلؑ ستر ستر ہزار فرشتے لے کر حاضر ہوئے اور حوران جناں بھی آتی گئیں اور وہ سب کے سب تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے دولھن کی سواری کے گرد ہو لئے۔

الغرض اس طرح تکبیر کے نعروں میں شہنشاہ انبیاء کی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ دولہن بنی ہوئی اپنے شوہر علیؑ ابن ابی طالبؑ کے گھر تشریف لائیں۔ حضرت رسولؐ بھی گھر میں تشریف لے گئے اور تھوڑا پانی منگا کر اُس میں سے ایک گھونٹ پانی منہ میں لے کر اُسی پیالہ میں کُلّی کی اور چلّو میں وہ پانی لے کر جناب صدیقہؑ طاہرہ کے سر و سینہ پر اور جناب امیرؑ کے سر و پشت پر چھڑکا اور درگاہ رب العزّت میں دعا کی کہ خداوندا یہ میری قرۃ العین فاطمہؑ تیری خاص کنیز مجھکو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور اسی طرح میرا قوّت بازو علیؑ ابن ابی طالبؑ تیرا بندۂ خاص مجھکو سب سے زیادہ عزیز ہے۔ تو ان دونوں کو برکت عطا فرما۔ میں ان دونوں سے ہوں اور یہ دونوں مجھ سے ہیں۔ بارالہا جس طرح تو نے مجھ کو نجاست اور پلیدگی سے پاک و طاہر کیا ہے اسی طرح ان دونوں کو بھی پاک و پاکیزہ رکھ اور ان کی نسل میں بھی برکت دے

طہارت عطا فرما۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خداوندا جو شخص ان کی رعایت کرے اور ان سے صلح و دوستی عمل میں لائے میں اس سے خوش اور راضی ہوں اور جو شخص ان کو ناراض کرے اور ان سے لڑے اور عداوت رکھے اس سے میں ناخوش اور بیزار ہوں۔ لہذا اے میرے مالک تو ان کے دوستوں پر رحم اور ان کے دشمنوں پر غضب نازل فرما۔ اس کے بعد دونوں حضرات کو ایک دوسرے کے حفظ مراتب کے نسبت کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ جناب فاطمہ زہراؑ سے تو یہ فرمایا کہ دیکھو علیؑ سے کوئی ایسی فرمائش نہ کرنا جس کو پورا نہ کر سکنے کے سبب سے علیؑ کو تم سے ندامت ہو اور حضرت علیؑ سے یہ فرمایا کہ دیکھو فاطمہؑ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہے اور اس کا رنج میرا رنج ہے۔ دیکھنا کہ فاطمہؑ کو تم سے کوئی رنج نہ پہونچنے پائے۔ اس کے بعد دونوں کو دعائیں دے کر حضرت رسولؐ واپس تشریف لائے۔

دوسرے دن حضرت رسولؐ پھر جناب معصومہ کے یہاں تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ ایک کاسہ دودھ بھی لیتے گئے اور وہ دودھ جناب امیرؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ کو نوش کرایا۔

عالم اہلسنت جناب معین کاشفی نے اپنی مرتبہ کتاب معارج النبوۃ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز جناب سیدہؑ نے پیغمبر خداؐ سے عرض کیا کہ آپ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ میرے مہر میں آپ کے اُمت عاصی کی شفاعت بھی قرار دے۔ حضور نے دعا فرمائی فوراً جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور ایک قطعہ حریر کا اپنے ساتھ لائے جس پر لکھا ہوا تھا کہ حق تعالیٰ نے فاطمہؑ کے مہر میں اُس کے باپ کی امت عاصی کی شفاعت بھی مقرر فرما دیا۔ جب سرورِ کائنات نے وہ قطعہ حریر جناب فاطمہؑ کو دیا تو جناب فاطمہؑ اسے لے کے نہایت مسرور ہوئیں اور سجدہ شکر ادا کیا اور اُس تحریر کو اپنے پاس بہت حفاظت سے رکھا یہاں تک کہ رحلت کے وقت وصیت فرمائی کہ اس تحریر کو میری قبر میں رکھ دینا تاکہ میں اس کو لے کر قیامت کے دن اُٹھوں اور اس کو حجت قرار دیکر اپنے والد کے گنہگار اُمتیوں کی شفاعت کروں۔

علماءِ اہلسنت میں سے عالی جناب شیخ الاسلام سلیمان الحنفی صاحب اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں اور جناب سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں اور جناب ابوبکر خوارزمی اپنی کتاب

مناقب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ جس کے بلالؓ ناقل ہیں کہ ایک روز پیغمبرؐ خدا نہایت شاد و فرحاں مسکراتے ہوئے ہمارے سامنے تشریف لائے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہؐ آپ کے چہرے پر یہ نور کیسا ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ نور اُس مسرت خیز بشارت کی وجہ سے ہے جو اللہ کی طرف سے میرے بھائی اور ابن عم علیؑ اور میری بیٹی فاطمہؑ کے حق میں آئی ہے اور وہ بشارت یہ ہے کہ جب خداوند کریم نے علیؑ و فاطمہ کی تزویج فرمائی تھی تو رضوان جنت کو درخت طوبیٰ کے آراستہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اُس کو اُس نے ہلایا تو اُس میں سے بیشمار پرچے لکھے ہوئے محبان اہلبیت کی تعداد کے برابر ظاہر ہوئے اور اُس درخت کے نیچے اللہ نے نور سے اسی قدر فرشتے پیدا کئے اور ہر فرشتہ کو ایک ایک پرچہ عنایت کیا کہ جب قیامت برپا ہوگی تو وہ فرشتے تمام اُن مخلوق کو نام لے کر پکاریں گے اور محبان اہلبیتؑ میں سے کوئی محب ایسا باقی نہ رہے گا کہ اس کو وہ پرچہ جس میں اُس کی نسبت دوزخ سے آزادی لکھی ہوگی نہ ملے۔ پس میرے ابن عم علیؑ ابن و

ابی طالب اور میری دختر فاطمہ زہراؑ میری امت کے مردوں اور عورتوں کی نجات کے باعث ہوئے ہیں اور اس خوشخبری سے جو خدا نے مجھے بھیجا ہے مجھے یہ خوشی حاصل ہوئی ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

عالم اہلسنت جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسولؐ کو خبر ہوئی کہ کچھ زنان قریش نے جناب فاطمہ زہراؑ سے کہا ہے کہ پیغمبر خدا نے تم کو ایک غریب اور مفلس آدمی کے ساتھ بیاہ دیا حالانکہ ایک سے ایک رئیس لوگ تمھارے خواہاں تھے۔ یعنی یہ کہ حضرت رسولؐ نے فاطمہؑ کے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا، پس یہ سُن کر حضرت رسولؐ فاطمہؑ کے پاس پہونچے اور کہا کہ بیٹی میں نے یہ سنا ہے کہ کچھ زنان قریش نے تم سے ایسا ایسا کہا ہے۔ فاطمہؑ نے عرض کی کہ ہاں بابا مجھ سے ضرور ایسا کہا گیا ہے۔ تو حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اے بیٹی وہ سب جاہل اور حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اے نور چشم! میرا اور علیؑ کا شمار فقرا میں نہیں ہو سکتا۔ زمین نے اپنے تمام دفینے اور خزانے میرے اور علیؑ کے سامنے پیش کئے لیکن میں نے اور علیؑ دونوں نے اُن کو قبول

نہیں کیا۔ اس کے علاوہ اے بیٹی! علیؑ جو تمھارے شوہر ہیں وہ اسلام میں سب سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔ اُن سے بڑھ کر نہ کوئی زاہد ہے اور نہ عالم۔ اے بیٹی! خدا نے اپنی مخلوقات میں جن دو شخصوں کو کو سب سے زیادہ پسند فرمایا اُن میں سے ایک تمھارا باپ یعنی میں ہوں اور دوسرا تمھارا شوہر یعنی علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

کتاب شواہد النبوۃ میں اہلسنت کے مشہور عالم مُلّا جامی نے لکھا ہے کہ ایک روز جبکہ علیؑ کسی کام سے باہر تشریف لے گئے تھے ان کی عدم موجودگی میں حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کے گھر میں تشریف لائے۔ دوران گفتگو جناب صدیقہ طاہرہ نے جناب پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ میں نے شب میں دیکھا کہ زمین علیؑ سے باتیں کر رہی تھی پیغمبر خدا نے یہ سنکر فرمایا کہ اے فرزند یہ بڑے شکر اور خوشی کا مقام ہے کہ خداوند کریم نے تمھارے شوہر کو یہ مرتبہ عظیم عطا فرمایا ہے کہ زمین کو حکم دیا ہے کہ جو واقعات اس پر گذر رہے وہ ان کو علیؑ ابن ابی طالب سے بیان کرے چنانچہ وہ سب واقعات گذشتہ اُن سے بیان کیا کرتی ہے۔ یہ سُن کر جناب خاتون جنت خوش ہو گئیں۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمدؐ وآل محمدؐ

باب آٹھواں

جناب فاطمہ زہراؑ کی ازدواجی زندگی

کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ زہراؑ رخصت ہو کر حضرت علیؑ کے گھر آئیں تو وہاں ایک بوریہ تھا جس پر علیؑ سویا کرتے تھے۔ ایک کھال تھی جس پر اونٹ دانہ کھایا کرتا تھا۔ ایک مشک تھی جس میں پانی بھرا جاتا تھا۔ ایک لکڑی کا کاسہ تھا جس سے پانی پیتے تھے اور اس کے علاوہ گھر میں دو چار مٹی کے پیالے کھانا کھانے کیلئے تھے اور بس۔ البتہ جب جناب سیدہؑ کا جہیز حضرت علیؑ کے گھر پہونچا تو پہلے کی بہ نسبت آپ کا گھر ذرا بھرا بھرا نظر آنے لگا۔ (دیکھو کتاب سیدہ طاہرہ صفحہ ۳۰)

جناب سیدہؑ چونکہ اُن مخصوص عورتوں میں تھیں جو عالم کیلئے نمونہ بن کر آئی تھیں اور جو مکتب الٰہیہ کی تعلیم یافتہ تھیں اور اس دنیا میں آنے کے قبل ہی سے تمام ضروری چیزوں سے واقف تھیں اس لئے اُن کو اُمورِ خانہ داری میں بھی ایک خاص سلیقہ حاصل تھا

اور یہی سبب تھا کہ محلہ کی عورتیں آکر جناب فاطمہ زہراؑ کے امور خانہ داری گھر کی صفائی اور سلیقہ پن کو دیکھتیں تو حیران رہ جاتی تھیں کیونکہ ان کو تعجب ہوتا تھا کہ جن کے گھر میں ایک چھوڑ کئی کئی لونڈیاں کام کر رہی ہیں وہاں بھی ایسی صفائی اور سلیقہ پن نہیں پایا جاتا تھا۔

جناب فاطمہ زہراؑ ہر چیز کو قرینہ کے ساتھ رکھتی تھیں۔ اپنے اوقات کو کاموں کے لحاظ سے تقسیم کئے ہوئے تھیں۔ عبادت کرنے چکّی پیسنے۔ کھانا پکانے۔ باپ کی خدمت میں جانے وغیرہ وغیرہ کے اوقات جدا جدا تھے۔ گھر کی صفائی اور ستھرائی کا یہ عالم تھا کہ سارا گھر آئینہ نظر آتا تھا۔ کیا مجال کہ گھر میں کہیں کوڑا کرکٹ پڑا ہو۔ صبح ہوئی نماز سے فارغ ہونے کے بعد خود ہی سارے گھر میں جھاڑو دے دی۔ چکّی پیس چکیں تو اُسے جھاڑ پونچھ کر صاف کر دیا۔ کھانا کھا لیا تو سب برتن دھو کر صفائی سے رکھ دیئے۔ گھر کے کام کاج میں اگر کپڑے میلے ہو گئے تو کھنگال ڈالے۔ یہ بات اور تھی کہ مجبوراً کپڑوں میں پیوند پر پیوند لگ جاتے تھے لیکن نہ تو میلے چیکٹ ہونے پاتے تھے اور نہ پھٹا ہوا کپڑا بلا سلے ہوئے یا بغیر پیوند کے رہنے پاتا تھا۔

برتن بچھونے۔ تکئے۔ بوریئے وغیرہ جملہ سامان سب گرد وغبار سے پاک و صاف اپنے اپنے مقام پر قرینے کے ساتھ رکھے رہتے تھے۔

حضرت علیؑ ان لوگوں میں نہ تھے کہ جن کو دولت جمع کرنے کی خواہش ہوتی جب اُنھوں نے اپنی حکومت اور بادشاہتِ ظاہری کے زمانے میں کبھی کچھ جمع نہ کیا تو بھلا اس وقت کیا جمع کرتے۔ انھیں تو آخرت کے سنوارنے کی پرواہ و لگن تھی اور یہ دونوں میاں بیوی گویا ایک ہی نمونے کے اور ایک ہی خواہش کے مالک تھے۔ دونوں کی نظروں میں پیشِ نظر جو کچھ تھا وہ رضائے الٰہی اور توشۂ آخرت اور بس۔ حالت یہ تھی کہ جو کچھ مل جاتا اُس میں سے صرف ایک وقت کے کھانے کا رکھ لیتے اور باقی سب راہ خدا میں مسکینوں۔ یتیموں۔ اور بیواؤں کو تقسیم کر دیتے تھے۔ اکثر اوقات تو خود فاقے سے پڑے رہتے تھے اور اپنا کھانا اُٹھا کر دوسروں کو دے دیتے تھے اور ایسا کام کرتے وقت دونوں میاں بیوی کو ایک خاص لذت محسوس ہوتی تھی اور اسی لئے اُنھیں یہ ظاہری تکلیف نہیں معلوم ہوتی تھی تو پھر بھلا ایسی حالت میں ایک دوسرے کی کیا روک ٹوک کرتے۔ زہد۔ قناعت۔ ایثار و

توکل چونکہ میاں بیوی دونوں میں یکساں پایا جاتا تھا اس لئے باوجود اس ایثار وسخاوت اور ظاہری تکلیف کے نہ علیؑ کو فاطمہؑ سے شکایت ہوئی اور نہ فاطمہؑ کو علیؑ سے۔ اس لئے کہ دونوں کی زندگی کا اصل مقصد خدا کی رضامندی حاصل کرنا تھا نہ کہ تن پروری اور راحت طلبی۔

حضرت علیؑ بھی حضرت رسولؐ کی آغوشِ محبت کے پروردہ تھے اور جناب فاطمہ زہراؑ بھی۔ دونوں اپنے اپنے فرائض سے آگاہ بھی تھے اور معصوم بھی تھے۔ دونوں مکتب الٰہی کے تعلیم یافتہ بھی تھے اور معلّم روحانی بھی۔ دونوں تمام لوگوں کیلئے نمونۂ عمل بننے کیلئے آئے تھے نہ کہ سیکھنے کیلئے اور دونوں ایک دوسرے کی حقیقت سے واقف بھی تھے تو بھلا ایسی صورت میں کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ ایک کو دوسرے سے کوئی شکایت کا موقع ملتا۔

گھر کی حالت تو یہ ضرور تھی کہ ایثار وسخاوت ویتیم پروری وغیرہ وغیرہ کی بدولت گھر میں اکثر فاقے سے بسر ہوتی تھی۔ روزہ تو ان کے گھر کا روز کا مہمان تھا اور اکثر ایسا بھی ہو جاتا تھا کہ اگر روزہ کھولنے کے وقت کوئی سائل آگیا تو پھر اکثر پانی ہی سے افطار کر کے

دوسرا روزہ رکھ لیا جاتا تھا اس لئے کہ ان کے گھر کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ کوئی سائل کبھی بھی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹا۔ اور ایسے حالات میں بھی جب کہ فاقہ پہ فاقہ ہو جاتا تھا۔ ضرورت ستاتی تھی لیکن کیا مجال کہ اخلاق میں کچھ بھی فرق پڑے یا تیوری پر کبھی بھی بل آئے۔ ضعف سے چاہے جو کچھ بھی ہو جائے لیکن آپس میں اخلاق و محبت اور عبادت الٰہی وغیرہ میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا تھا اور شرم و حیا کی تو یہ حالت تھی کہ غیروں کا کیا ذکر حضرت رسولؐ خدا پر بھی اپنی ضرورت کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔

حضرت رسولؐ خدا نے چونکہ رخصتی کے وقت حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت علیؑ دونوں کو ایک دوسرے کا لحاظ رکھنے کے لئے خاص طور سے نصیحت فرما دیا تھا۔ فاطمہ زہراؑ سے تو یہ کہہ دیا تھا کہ دیکھو کبھی علیؑ سے کوئی ایسی فرمائش نہ کرنا جس کو پورا نہ کر سکنے کی وجہ سے ان کو ندامت و پشیمانی ہو اور حضرت علیؑ سے یہ فرما دیا تھا کہ فاطمہ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس کا رنج میرا رنج ہے دیکھنا کہ فاطمہ کو تم سے کوئی رنج نہ پہونچنے پائے۔ پس اس نصیحت رسولؐ

کا بھی دونوں کو پاس و لحاظ تھا۔ فاطمہ زہراؑ نے تو اس نصیحت
کا اتنا پاس و لحاظ کیا کہ مرتے دم تک کبھی حضرت علیؑ سے از خود
کوئی فرمائش نہیں کی۔ اور حضرت علیؑ نے حضرت رسولؐ کی نصیحت
کا اتنا پاس و لحاظ رکھا کہ باوجود اس تنگدستی و ناداری و ایثار
وسخاوت کے جناب فاطمہ زہراؑ کی خوشی کا ہمیشہ خیال رکھا۔

جناب فاطمہ زہراؑ کو انتظام امور خانہ داری کے ساتھ ساتھ
اطاعت شوہر کا بھی بڑا پاس و خیال تھا۔ اور یہاں تک کہ آپ
اپنی بیماری کے عالم میں بھی اس کو فراموش نہیں کرتی تھیں۔ کتاب
سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۱۴۷ پہ ایک واقعہ اس کی مثال میں
اس طرح درج ہے کہ جس کے ناقل خود حضرت علیؑ ابن ابی طالب
علیہ السلام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب سیدہ بیمار ہوئیں
اور رات بڑی بے چینی کے عالم میں کاٹی۔ ان کی بے چینی کے سبب
سے میں بھی آرام نہ کر سکا۔ یکایک مسجد سے صبح کی اذان کی آواز
آئی۔ میں نے دیکھا کہ جناب سیدہؑ فوراً اٹھیں اور وضو کرنے میں
مصروف ہوئیں۔ میں نے خیال کیا کہ اگر یہ اس وقت تیمم سے نماز

پڑھ لیتیں تو اچھا ہوتا لیکن میں بغیر کچھ کہے سنے مسجد میں چلا گیا۔
بعد نماز جب واپس آیا تو جناب سیدہؑ کو حسب معمول چکی پیستے ہوئے
پایا۔ میں نے دیکھا کہ جناب فاطمہؑ کا چہرہ شدتِ مرض کی وجہ سے
تمتما رہا تھا۔ دل بے چین ہو گیا برداشت نہ کر سکا تو میں نے نہایت
نرمی سے کہا۔ رات بھر آپ کو بخار رہا۔ ایک منٹ کے لئے آرام
نہیں کیا۔ اس پر صبح ہی ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا اور اب چکی
پیس رہی ہیں۔ کیا ان باتوں سے آپ کے مرض میں اور شدت
نہ ہو جائے گی؟ جناب فاطمہ زہرؑا نے سر جھکا کر جواب دیا اگر میں
اپنے فرائض کے انجام دینے میں مر بھی جاؤں تو یقین کر لو کہ میں
انتہا سے زیادہ خوش ہوں گی۔ میں نے وضو کیا عبادتِ خدا کے
لئے اور چکی پیسی آپ کی اطاعت کے لئے۔ اب آپ ہی بتلائیں۔
فاطمہؑ کے لئے ان دونوں فریضوں سے بڑھ کر اور کیا فریضہ ہو سکتا
ہے۔ (دیکھو کتاب سیدہ طاہرہ ص۴۷)

بہرحال یہ تو اس وقت کا عالم ہے جب کہ جناب فاطمہ زہرؑا
کے پاس کوئی کنیز نہ تھی۔ ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال

آوے کہ جنگ خیبر کے بعد جب حضرت رسولؐ خدا نے ایک کنیز جس کا نام فِضّہؑ تھا جناب فاطمہؑ زہرا کو عطا کردی تھا اس وقت فاطمہ زہراؑ کو آرام ملتا ہوگا لیکن ایسا خیال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حضرت رسولؐ نے فُضّہ کو دیتے وقت یہ بھی فرما دیا تھا کہ دیکھو فاطمہؑ ایک دن گھر کا کام تم اپنے ہاتھ سے کروگی اور ایک دن اس کنیز سے کام لوگی۔ تو پھر اس ہدایت کے بعد بھلا فاطمہ زہراؑ سے کیا یہ ممکن تھا کہ کبھی وہ اس کے برخلاف عمل کرتیں؟ کبھی نہیں۔ واقعات شاہد ہیں کہ فاطمہ زہراؑ نے حضرت رسولؐ کی اس ہدایت پہ پوری پوری طرح سے عمل کیا۔ چنانچہ ذیل کا واقعہ خود بتلائے گا کہ جناب فاطمہ زہراؑ نے حضرت رسولؐ کی اس ہدایت پر کس طرح عمل کیا۔

کتاب سیدہ طاہرہؑ کے ص۶۲ و ص۶۳ اور کتاب جلاء العیون کے ص۱۰۲ پر لکھا ہے کہ جناب سلمان فارسیؓ[۱] بیان کرتے ہیں کہ ایک

---

[۱] جناب سلمان فارسی چونکہ بمصداق ارشاد رسولؐ "سلمانؓ مِنّا اہل البیت" زُمرہ اہل بیت میں شامل ہیں اس لئے یہ ان کے لئے ایک خصوصی شرافت ہے کہ وہ اکثر گھر میں آیا جایا کرتے تھے۔ (مؤلف)

دن میں کسی ضرورت سے سیدہؑ کے گھر میں گیا۔ دیکھا کہ وہ چکی پیس رہی ہیں۔ محنت سے ان کے دونوں ہاتھ زخمی ہو گئے ہیں۔ چکی کی کھونٹی خون آلود ہے۔ ایک گوشہ میں حضرت امام حسینؑ بھوک کی شدت سے رو رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر بیتاب ہو گیا اور جناب سیدہؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ فضہؓ کے ہوتے ہوئے آپ اتنی مشقت کیوں اٹھا رہی ہیں۔ یہ کام ان سے کیوں نہیں لیتیں؟ فرمایا اے سلمان! فضہؓ کو دیتے وقت میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے تاکید فرمادی تھی کہ ایک دن گھر کا کام کاج میں کیا کروں اور ایک دن فضہ۔ اس حساب سے آج میری باری کا دن ہے۔ فضہؓ کا نہیں۔ اس لئے میں فضہؓ کو ناحق تکلیف دینا نہیں چاہتی۔ سلمان کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں بے اختیار رونے لگا اور عرض کی کہ میں تو آپ کا آزاد کردہ غلام ہوں مجھے حکم دیجئے کہ میں حسینؑ کو بہلاؤں یا چکی پیسوں۔ یہ سن کر فاطمہ زہرؑا نے فرمایا کہ حسینؑ میرے بغیر نہیں بہلیں گے میں انھیں بہلائے لیتی ہوں تم جو پیس لو۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ابھی چکی ہی پیس رہا تھا کہ اتنے میں مسجد سے اذان کی آواز سنائی

دی۔ میں اجازت لے کر نماز پڑھنے چلا گیا۔ وہاں بعد نماز حضرت علیؑ سے اس واقعہ کو بیان کیا۔ آپ مسجد سے گھر میں آئے اور گھر سے فوراً ہی ہنستے ہوئے پھر مسجد میں تشریف لائے۔ میں نے ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ جب میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ سیدہؑ تو تھک کر سو گئی ہیں اور حسینؑ آپ کے سینہ پر آرام کر رہے ہیں اور چکی آپ ہی آپ گردش کر رہی ہے۔ اس لئے میں ہنسا۔ جب یہ تذکرہ جناب رسولؐ خدا کے گوش گذار ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے علیؑ! سیدہؑ تھک گئی تھیں اس لئے خدا نے ان پر نیند کو مسلط کر دیا کہ وہ آرام کر لیں اور فرشتے کو مقرر کیا کہ ان کے بجائے چکی پیسے۔

یوں تو امور خانہ داری کے تقسیم کار کی نسبت کتاب سیدہ طاہرہؑ کے صفحہ ۵ پر حضرت امام حسنؑ کی زبانی یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ گھر کے باہری کام جتنے بھی ہوتے تھے اسے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام انجام دیا کرتے تھے اور گھر کے اندرونی کام جناب فاطمہ زہراؑ انجام دیتی تھیں لیکن دیگر کتابوں کے دیکھنے سے یہ بھی

معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی حضرت علیؑ کو موقعہ مل جاتا تھا وہ گھر کے اندرونی کاموں میں بھی جناب فاطمہ زہراؑ کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ چکی بھی پیستے تھے اور دوسرے اندرونی امور خانہ داری میں بھی جناب فاطمہ زہراؑ کی امداد فرماتے تھے۔

حضرت علیؑ کے ایسے واقعات جن میں انھوں نے جناب فاطمہ زہراؑ کے اندرون امور خانہ میں مدد کی ہے بہت سے ملتے ہیں لیکن میں ان میں سے صرف ایک واقعہ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جس میں خدمت عیال اور امور خانہ داری میں زوجہ کی مدد کرنے کی فضیلت اور ثوابات بھی درج ہیں۔ وہ واقعہ درج ذیل ہے۔

کتاب تحفۃ الابرار ترجمہ جامع الاخبار کے ص۲۷۱ پر لکھا ہے جسکے راوی خود حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسولؐ ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ اس وقت جنابؑ فاطمہ زہراؑ ہانڈی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور میں مسور صاف کر رہا تھا تو یہ دیکھ کر حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! یاد رکھو جو شخص اپنے گھر کے کاروبار میں اپنی زوجہ کی مدد کرے گا تو

خداوند عالم اس کے ہر موئے بدن کے عوض اسے ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا کرے گا جس کے دنوں میں روزہ رکھا گیا ہو اور راتوں کو عبادت کی گئی ہو اور خدا اس کو صابرین کا ثواب بھی بخشے گا۔ اور اے علیؑ! ایک ساعت اپنے عیال کی خدمت یا اپنے گھر کا کام کرنا بہتر ہے۔ ہزار برس کی عبادت۔ ہزار حج۔ ہزار عمرہ۔ ہزار غلام آزاد کرنے۔ ہزار جہاد کرنے۔ ہزار مریضوں کی عیادت کرنے۔ ہزار جمعہ پڑھنے۔ ہزار جنازوں کی مشایعت کرنے۔ ہزار بھوکوں کو کھانا کھلانے۔ ہزار لوگوں کو لباس پہنانے۔ ہزار گھوڑے راہ خدا میں دینے۔ ہزار دینار مسکین کو صدقے دینے۔ توریت و زبور اور قرآن کے پڑھنے۔ ہزار قیدی آزاد کرانے ہزار اونٹ مساکین کو دینے سے اور اے علیؑ! جو شخص خدمتِ عیال سے شرم نہیں کرتا وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہو گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب فاطمہ زہرؑا اور حضرت علیؑ کی زندگی اس دنیا کے لوگوں کے لئے ایک ایسی مثالی زندگی تھی جس کا اندازہ کرنا ہمارے لئے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ آپس میں ایک دوسرے

کا انتہائی خیال کرنے کے باوجود جب بھی ان میں سے کسی ایک سے دوسرے کی نسبت اس کی غیر موجودگی میں سوال کیا جاتا تھا تب پتہ چلتا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کا سلوک تھا اور اس سلوک کے بعد بھی جب اُس کی زبان سے اُس کا خود جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اپنے مقام پر یوں معذرت کرتے ہوئے پایا جاتا ہے کہ جیسے اس سے اس کی پوری خدمت نہیں ہو سکی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بعد وفات جناب فاطمہ زہراؑ جب کسی نے حضرت علیؑ سے یہ دریافت کیا کہ آپ کے ساتھ جناب فاطمہ زہراؑ کے معاشرتی تعلقات کیسے تھے؟ تو آپ نے یہ سُن کر ایک آہِ سرد کھینچی اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ "فاطمہؑ جنت کا ایک خوشبودار پھول تھیں کہ جن کے مرجھانے پر بھی اسکی خوشبو سے میرا دماغ اب تک معطر ہے فاطمہؑ کے معاشرتی تعلقات میرے ساتھ انتہائی بہتر تھے۔ وہ میرے ہر قسم کے آرام کو اپنے آرام سے مقدم جانتی تھیں اور مجھے کبھی بھی ان سے ذرہ برابر بھی

شکایت کا موقع نہیں مل سکا۔ (دیکھو کتاب سیدہ طاہرہ ص۔۔)

لیکن یہی فاطمہ زہراؑ ہیں کہ جن کی تعریف آپ نے حضرت علیؑ کی زبانی اس طرح سنی۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا اور آپ حضرت علیؑ سے وقت آخر وصیت فرمانے لگیں تو آپ نے سب سے پہلے یہی وصیت کی کہ یا ابا الحسنؑ اگر آپ کی خدمت کرنے میں مجھ سے کچھ کمی رہ گئی ہو تو آپ مہربانی فرما کر مجھے معاف فرما دیجئے۔ جسے سن کر حضرت علیؑ سے برداشت نہ ہو سکا۔ بے اختیار ہو کر رونے لگے اور کہا کہ اے رسولؐ کی بیٹی یہ آپ کیا کہتی ہیں آپ نے تو اپنے آرام پر میرے آرام کو ہمیشہ مقدم رکھا البتہ میں آپ سے شرمندہ ہوں کہ میں آپ کو کچھ آرام نہ دے سکا۔ (دیکھو ناسخ التواریخ حال جناب فاطمہ زہراؑ)

باب نواں

جناب فاطمہ زہرا کی اولادیں اور ان کی کچھ فضیلتیں

یہ بات تمام کتب تاریخ وسیر میں بلا اختلاف لکھی ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کے کل پانچ اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں۔ اولادوں میں حضرت امام حسنؑ سب سے بڑے تھے اس وجہ سے حضرت علیؑ کی کنیت ابوالحسنؑ تھی اس کے بعد حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے اس کے بعد جناب زینب سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں اور ان کے بعد جناب ام کلثوم اور ان کے بعد حضرت محسنؑ کا حمل ان مصائب کی بنا پر ساقط ہوا جو ۱۱ھ میں وفات رسولؐ کے بعد جناب سیدہ کو اپنے مخالفوں کے ہاتھوں اٹھانے پڑے۔ اِن صاحبزادہ کا نام حضرت رسولؐ اپنی زندگی میں اس وقت "محسن" رکھ گئے تھے جب کہ یہ پیٹ ہی میں تھے۔

جناب فاطمہ زہرؑا کی اولاد کے لئے یہ شرف مخصوص ہے کہ وہ حضرت رسولؐ کی اولاد کہلائیں اور حضرت رسولؐ کی نسل بھی آپ ہی کی اولاد سے پھیلی اور خدا نے بھی اپنے کلام پاک میں جناب فاطمہ زہرؑا کی اولاد امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام کو آیۂ مباہلہ میں حضرت رسولؐ کی اولاد فرمایا۔

یہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ وہی ہیں جن کے بارے میں حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور یہ دونوں (اپنے اپنے وقت کے) امام ہیں خواہ بیٹھے رہیں خواہ کھڑے رہیں۔ (دیکھو صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام

کتاب سیدہ طاہرہ کے ص۵۷ میں لکھا ہے کہ آپ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ جناب فاطمہ زہرؑا کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ جب پیدا ہوئے تو پیغمبر خدا نے آپ کے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی اور

فرمایا کہ جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے کہا کہ خدا نے حکم دیا ہے کہ چونکہ علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی اس لئے اس فرزند کا نام انھیں کے فرزند کے نام پر "شبرؑ" رکھو اور عربی میں "حسنؑ" کہو جو شبرؑ کے ہم معنی ہے۔ اس لئے ان کا نام شبرؑ اور حسنؑ رکھا گیا۔

اہلسنت کے مشہور عالم جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ حال جناب امام حسنؑ میں لکھا ہے کہ حضرت رسول نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کو لازم ہے کہ حسنؑ ابن علیؑ سے بھی محبّت رکھے۔ اور یہ فرما کر حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص حاضر ہے اس کو چاہیے کہ یہ میرا حکم اس شخص کو پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے۔

عالم اہلسنت علامہ ابن سعد کاتب الواقدی نے اپنی طبقات میں بسلسلہ فضائل اہلبیتؑ لکھا ہے کہ عمران ابن سلیمان نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ کے نام اہل جنّت کے ناموں میں سے ہیں اور عرب میں قبل اسلام یہ نام کسی نے نہیں رکھا۔

ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام

عالم اہل سنت جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں حال جناب امام حسینؑ میں تحریر کیا ہے کہ ہجرت نبوی کے چوتھے سال ماہ شعبان کی تیسری تاریخ میں حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے۔ آپ کی مدت حمل صرف چھ ماہ کی تھی۔ یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ بجز جناب یحییٰ بن زکریاؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے آج تک کوئی شش ماہہ بچہ پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا۔ جس وقت حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے حضرت رسولؐ نے ان کے بھی داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ان کا نام جناب ہارونؑ کے دوسرے فرزند کے نام پر خدا کے حکم سے شبیرؑ رکھا جس کا عربی ترجمہ حسینؑ ہے۔

عالم اہلسنت محمد ابن خاوند شاہ نے اپنی کتاب روضۃ الصفا میں بسلسلہ حال امام حسینؑ لکھا ہے کہ اسماء بنت عمیس ناقل ہیں کہ جب امام حسینؑ کے کانوں میں پیغمبر خدا اذان و اقامت کہہ چکے

تو ان کو گود میں لے کر رونے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ
یہ تو خوشی کا وقت ہے آپ روتے کیوں ہیں تو حضور نے فرمایا کہ
اس مولود کے حال پر روتا ہوں کہ میرے بعد اس کو میری امت
کے اشقیا نہایت ہی ظلم وستم کے ساتھ شہید کریں گے اور وہ
ملاعین میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔

کتب اہلسنت روضتہ الصفا اور ینابیع المودۃ میں یہ
بھی لکھا ہے کہ ایک روز پیغمبرؐ خدا حضرت امام حسینؑ کو اپنے
داہنے زانو پر اور اپنے صلبی فرزند ابراہیمؑ کو بائیں زانو پر
بٹھلائے ہوئے دونوں کو پیار فرما رہے تھے کہ جبرئیل امین نازل
ہوئے اور کہا کہ خداوند عالم بعد تحفۂ درود وسلام کے فرماتا
ہے کہ میری مصلحت نہیں ہے کہ یہ دونوں صاحبزادے زندہ
رہیں۔ پس ان دونوں میں سے آپ ایک کو اختیار کیجئے اور
دوسرے سے ہاتھ اٹھائیے۔ حضرت رسولؐ نے یہ سن کر امام حسینؑ
کو اختیار فرمایا اور اپنے صلبی فرزند ابراہیمؑ کی موت گوارہ فرمائی۔
پس اس واقعہ کے تیسرے دن حضرت ابراہیمؑ انتقال کر گئے۔

اس کے بعد سے حضور کا یہ طریقہ تھا کہ جب حسینؑ کو آتے دیکھتے تو فرماتے اھلاً و مرحبا بمن فدیتہ ابنی ابراھیم یعنی آ۔ آ۔ اے میرے وہ فرزند کہ جس پر میں نے اپنے صلبی فرزند ابراہیم کو نثار کر دیا۔

جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز حضورؐ سرور عالم ام المومنین عائشہ کے مکان سے نکل کر جناب صدیقہ طاہرہ کے دروازے پر سے گزرے۔ وہاں حضرت امام حسینؑ کے رونے کی آواز سنی تو آنحضرت فوراً گھر میں تشریف لے گئے اور جناب فاطمہ زہراؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ! کیا تم کو نہیں معلوم کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جلد حسینؑ کو خاموش کرو۔

عالم اہلسنت جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنی کتاب ازالتہ الخفا میں لکھتے ہیں کہ ترمذی اور عبداللہ ابن احمد نے زوائد المسند میں سادات اشراف سے سلسلہ وار یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے حسنؑ اور حسینؑ کا ہاتھ پکڑ

کر فرمایا کہ جو شخص مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان دونوں کے باپ اور ماں سے محبت رکھے گا وہ بروز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا۔

ولادت جناب زینب سلام اللہ علیہا

یہ بات ہر تاریخ و سیر کی کتابوں میں بلا اختلاف لکھی ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا ۵ھ میں پیدا ہوئیں۔

کتاب ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہرا کے ص۶۳ و ص۶۴ پر لکھا ہے کہ جب جناب زینبؑ پیدا ہوئیں تو اس وقت جناب ختمی مرتبت مدینہ منورہ میں تشریف نہیں رکھتے تھے بلکہ کسی سفر میں گئے ہوئے تھے۔ جناب سیدہؑ نے حضرت علیؑ سے عرض کیا کہ بابا جان تشریف نہیں رکھتے (اگر مناسب سمجھے تو) آپ ہی اس کا کوئی نام تجویز فرمائیے تو حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ تمھارے والد پر میں سبقت نہیں کر سکتا۔ عنقریب وہ آنے والے ہیں اس وقت تک صبر کرنا چاہئے۔ تین روز

کے بعد حضرت رسولؐ سفر سے واپس تشریف لائے اور حسب معمول سب سے پہلے فاطمہ زہراؑ کے یہاں تشریف لائے۔ حضرت علیؑ نے بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی اور کوئی نام تجویز کرنے کی استدعا کی تو آپ نے فرمایا کہ اگرچہ فاطمہؑ کی اولاد میری اولاد ہے لیکن میں خدا پر سبقت نہیں کر سکتا کہ اتنے میں جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور کہا کہ خدا بعد تحفۂ درود و سلام کے فرماتا ہے کہ آپ اس دختر کا نام زینبؑ رکھیے۔ اس کے بعد آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جبرئیلؑ کے چہرہ پر حزن و ملال کے آثار ظاہر ہوئے۔ پیغمبر خدا نے اس کا سبب دریافت کیا تو جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی دختر تمام عمر مصائب میں مبتلا رہے گی۔ یہ سن کر حضرت رونے لگے۔ اس کے بعد حضرت خاتونؑ جنت کے پاس تشریف لائے۔ جناب سیدہ نے جناب زینبؑ کو آپ کی گود میں دیا۔ آپ نے اس دختر کو لے کر سینہ سے لگایا اور کہا کہ اس کا نام زینبؑ ہے۔ میں اپنی امت کے حاضر و غائب کو وصیت کرتا

ہوں کہ اس میری دختر کا پاس و لحاظ رکھیں۔ یہ میری بچی خدیجہ کبریٰ سے بہت مشابہ ہے۔ یہ کہہ کر حضرت رسولؐ پھر رونے لگے۔ جناب سیدہؑ نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اے میری پارۂ جگر اس دختر پر بڑے بڑے ظلم کئے جائیں گے اور یہ سب جفائیں اس پر میری امتِ نابکار کے ہاتھوں واقع ہونگی۔ جناب معصومہؑ بھی یہ سن کر رونے لگیں اور پوچھا کہ اے بابا جان اس دختر کے مصائب پر حزن و گریہ کا کیا ثواب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے قرۃ العین اس کے مصائب پر رونے کا وہی ثواب ہے جو اس کے بھائیوں کی مصیبت پر رونے کا ثواب ہے۔

ولادت حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا

کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۵ پر تحریر ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کے بعد جناب ام کلثومؑ پیدا ہوئیں۔ جناب زینبؑ کی شادی ان کے چچا زاد بھائی جناب عبداللہ ابن جعفر طیارؑ

کے ساتھ ہوئی اور جناب، ام کلثومؑ کی شادی جناب عبداللہ کے دوسرے بھائی محمد ابن جعفر طیارؑ سے ہوئی۔

کتاب سیدہ طاہرہؑ کے صفحہ ۵۸ پر یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ اس وقت ام کلثوم نامی کئی عورتیں تھیں اور ان میں سے ایک ام کلثوم بنت راہب کے ساتھ حضرت عمر نے شادی بھی کی تھی اس لئے اکثر مورخین کو اس معاملہ میں اشتباہ پیدا ہو گیا ہے اور انھوں نے غلطی سے لکھ دیا ہے کہ حضرت اُم کلثومؑ بنت علیؑ کے ساتھ حضرت عمر نے شادی کی تھی لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ علمائے اہل سنت میں سے ابن ماجہ اور ابن داؤد نے بھی اپنی اپنی سنن میں لکھا ہے کہ ام کلثوم دو تھیں۔ ایک ام کلثوم بنت راہب اور دوسرے ام کلثوم بنت علیؑ۔ ام کلثومؑ بنت علیؑ کا نکاح محمد ابن جعفر طیارؑ سے ہوا۔ اور ام کلثوم بنت راہب کا نکاح حضرت عمر ابن خطاب سے۔

کتاب سیدہ طاہرہؑ کے صفحہ ۵۹ پر یہ بھی لکھا ہے کہ ان متذکرہ دو ام کلثوم کے علاوہ ایک اور ام کلثوم بنت جرول خزاعی بھی

تھیں اور وہ بھی حضرت عمر کے نکاح میں تھیں۔ انھیں سے زید۔ اصغر اور عبداللہ پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے ان کو طلاق دیدی تھی اور زید و اس کی ماں نے معاویہ کے عہد حکومت میں ایک ہی وقت میں انتقال کیا تھا۔

کتاب سیدہ طاہرہ کے ص۵۹ پر بحوالہ عالم اہلسنت جناب علامہ شہاب الدین حنفی دولت آبادی لکھا ہے کہ ام کلثوم بنت علیؑ کا نکاح خلیفہ عمر سے ہونا کسی طرح قیاس ہی میں نہیں آسکتا اس لئے کہ عہد عمر میں ام کلثومؑ بنت فاطمہؑ نہایت ہی صغیر السن تھیں انکی عمر اس وقت صرف چار سال کی تھی اور حضرت عمر کی عمر اس وقت ساٹھ سال کی تھی۔ بھلا ساٹھ سال کا آدمی اتنی صغیر السن صاحبزادی سے کیونکر شادی کر سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے لکھنے والے نے یا تو دھوکہ کھایا ہے کہ کسی دوسری ام کلثوم کے بجائے ام کلثوم بنت علیؑ لکھ دیا ہے اور یا کسی بدنفس نے عمداً دو خلیفۂ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے ایسا فرضی واقعہ لکھ دیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بعض کتابوں کے دیکھنے سے ایک ام کلثوم کا اور بھی پتہ چلتا

ہے جیسے جناب سید علی اظہر صاحب نے اپنی کتاب کنز مکتوم فی حل عقد ام کلثوم میں بحوالہ الاستیعاب فی معرفتہ اصحاب و تاریخ طبری اور تاریخ کامل لکھا ہے کہ وہ ام کلثوم بنت ابو بکر تھیں جو اسمار بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں اور محمد بن ابو بکر کی بہن تھیں اور جب حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد ان کی بیوہ اسمار بنت عمیس حضرت علیؑ کی زوجیت میں آئیں تو وہ ام کلثوم اپنی والدہ اور اپنے بھائی محمد ابن ابو بکر کے ہمراہ حضرت علیؑ کے پاس آگئیں تھیں اور حسب تحقیق سید علی اظہر صاحب مذکور یہ وہی ام کلثوم بنت ابو بکر ہیں جن کی خواستگاری حضرت عمر نے کی تھی اور انھیں اپنے حبالۂ نکاح میں بھی لائے تھے اور مورخین نے اس معاملہ میں دھوکہ کھایا ہے اور ام کلثوم بنت ابو بکر کے بجائے ام کلثوم بنت علیؑ لکھ گئے ہیں۔

بہر حال جو واقعہ بھی ہو لیکن یہ تصدیق ہے کہ وہ ام کلثوم بنت علیؑ نہ تھیں کیونکہ ان کی شادی ان کے چچازاد بھائی محمد ابن جعفر طیار سے ہوئی تھی اور وہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں اتنی کمسن تھیں کہ ان کی شادی کا خیال بھی نہیں لایا جا سکتا۔

دسواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور جنگ احد

چونکہ جناب فاطمہ زہرؑا کی ذات خاص کو اس جنگ سے ایک خاص تعلق ہے کہ کس طرح اور کس نازک موقع پر انھوں نے حضرت رسولؐ کے ساتھ اپنی سچی محبت کا ثبوت دیا ہے اور علاوہ بریں حضرت علیؑ کی بھی مخصوص بہادری کا تذکرہ ہے جو اسلام کے باقی رہنے کا سبب بنا ہے اس لئے موقعہ کی نزاکت کو سمجھانے کے لئے کچھ مختصر حال اس جنگ کا بھی اس کتاب میں مجھے لکھنا پڑ گیا تاکہ کڑی سے کڑی مل سکے۔

یہ جنگ ماہ شوال ۳ھ میں واقع ہوئی ہے جب کہ کفار مکہ نے جنگ بدر کی شکست کے بعد مقتولین بدر کا بدلہ لینے کے لئے کافی انتظام اور اہتمام کر کے مدینہ پر حملہ کیا تھا۔ اس جنگ میں کفار کی تعداد تین ہزار کی تھی جن میں سے ایک ہزار تو زرہ پوش سوار تھے اور مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو تھی اور

جن کے پاس مکمل طور سے اسلحے بھی نہ تھے۔ جب حضرت رسولؐ کو کفار کے چڑھائی کرنے کا حال معلوم ہوا تو آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ مدینہ میں ٹھہر کر ان کا مقابلہ کیا جائے اس لئے ان کے مدینہ آنے کے قبل آپ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ کے باہر احد کے مقام پر ان کا مقابلہ کیا اب آپ پہلے اس جنگ کا کچھ مختصر حال سنئے تاکہ واقعہ کی اہمیت سے آگاہ ہونے کے بعد جناب فاطمہ زہراؑ کی ہمت اور حضرت رسولؐ کے ساتھ ان کی سچی محبت سمجھ میں آسکے اور اس کی وقعت ہو۔

یہ بات اسلام کی جملہ تاریخ مثلاً تاریخ ابو الفدا، تاریخ ابن خلدون و تاریخ کامل و تاریخ طبری وغیرہ میں بہ سلسلہ حال جنگ احد بلا اختلاف لکھی ہے کہ حضرت رسولؐ نے احد پر پہونچنے کے بعد اور جنگ شروع ہونے کے قبل ایک پہاڑ کے درہ پر کہ جس طرف سے دشمن کے عقب کی طرف سے آکر حملہ کرنے کا خطرہ تھا اس پر عبد اللہ ابن جبیر کو پچاس ساتھی دے کر اس ہدایت کے ساتھ تعینات کیا کہ جنگ کا خواہ کچھ بھی کیوں نہ نتیجہ ہو

خواہ میں انھیں بھگا کر مکہ تک ان کا تعاقب کردوں یا لشکر اسلام شکست کھا کر مدینہ چلا جائے لیکن تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔

جب دونوں فوجیں مقابل ہوئیں تو پہلے عرب کے طریقہ جنگ کے مطابق آپس میں مبارزطلبی شروع ہوئی۔ یعنی جو اپنے کو بہادر سمجھتے تھے وہ اپنے مقابلہ کے لئے دوسرے لشکر سے کسی کو مقابلہ کرنے کے لئے بلاتے تھے۔ پہلے لشکر کفار سے مبارزطلبی کی ابتدا ہوئی۔ حضرت علیؑ مقابلہ کے لئے پہونچے اور جو بھی ان کے مقابلہ پر آیا اس کو تہہ تیغ کرنا شروع کیا اور مسلمانوں کے لشکر میں سے کسی دوسرے کو جانے کا موقع ہی نہ ملا اس لئے کہ حضرت علیؑ مقتول ہوتے یا واپس آتے تو کسی کو جانے کا موقع ملتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو جو بھی لشکر کفار میں اپنے کو بہادر سمجھتا تھا وہ باری باری آتا رہا اور حضرت علیؑ اسے جہنم میں پہونچاتے رہے۔ اور جب کثیر تعداد پہلوانان کفار کی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے ماری جا چکی تو پھر مقابلہ میں آنے کی کسی کو ہمت ہی نہ پڑی۔ حضرت علیؑ دیر تک انتظار کرتے رہے اور لوگوں کو شرم دلاتے

رہے کہ اب بھی کوئی نکلے لیکن کوئی بھی نہ نکلا اس لئے کہ کفار کی ہمت چھوٹ گئی تھی اور کوئی شخص تنہا حضرت علیؑ کے مقابلہ پر آنے کی ہمت نہ کر سکا بلکہ اپنی شرم کو مٹانے کے لئے اور حضرت علیؑ کو قتل کرنے کے لئے سارے لشکر نے ایکبارگی حملہ کر دیا۔ پھر کیا تھا حضرت علیؑ کا بھی حملہ شروع ہو گیا۔ مسلمان جو اس منظر کو دیکھ رہے تھے انھوں نے بھی حملہ کر دیا۔ پھر تو گھمسان کی لڑائی چھڑ گئی۔

حضرت علیؑ نے اس کے بعد یہ طریقۂ کار اختیار کیا کہ حملہ کر کے اس مقام پر پہونچ گئے جہاں پر ان کا علمدار لشکر علم لئے ہوئے تھا اور علمداران لشکر کفار کو قتل کرنا شروع کیا کہ جس نے بھی بڑھ کر علم کو بلند کیا حضرت علیؑ نے بڑھ کر وہیں اسے تہہ تیغ کیا اور علم کو گرا دیا چنانچہ اس سلسلے میں بھی جو کچھ اپنے کو بہادر سمجھتے رہے وہ بڑھ بڑھ کر علم اٹھاتے رہے اور علیؑ کی تیغ سے دو ٹکڑے ہو کر جہنم میں پہونچتے رہے یہاں تک کہ اب کسی مرد میں یہ ہمت نہ رہی کہ وہ علم کو بلند کرتا۔ علم دیر تک

زمین پر پڑا رہا اور سب منھ تکتے رہے اور کسی کی ہمت علم کو بلند کرنے کی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک عورت کو غیرت آئی اور اس نے بڑھ کر علم کو بلند کیا۔ اس کا علم بلند کرنا تھا کہ علیؑ یہ کہتے ہوئے اس مقام سے ہٹے کہ علیؑ کی تلوار عورتوں پر نہیں بلند ہوتی۔

اس کے بعد علیؑ نے لشکر پر حملہ کر دیا۔ مسلمان جن کے دل بڑھ چکے تھے انھوں نے بھی حملے پر حملے شروع کر دیئے۔ کفّار جن کے دل ٹوٹ چکے تھے ان میں بھگدر مچ گئی۔ مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ اور غضب یہ ہوا کہ عبداللہ ابن جبیر کے ساتھیوں نے بھی مال غنیمت کی طمع میں حضرت رسولؐ کی ہدایت کو بھلا دیا اور اپنے درّہ کو چھوڑ کر مال غنیمت کو لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ بیچارہ عبداللہ ابن جبیر لاکھ منع کرتا رہا لیکن ان لالچی مسلمانوں نے ایک نہ سنی اور درّہ چھوڑ دیا۔

خالد ابن ولید جو کفّار کے ایک رسالہ کا سپہ سالار تھا اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے رسالہ کو لے کر اسی درّہ

پر حملہ کر دیا جہاں عبداللہ ابن جبیر صرف چند ساتھیوں کے ساتھ باقی رہ گئے تھے۔ وہ اس حملہ کی تاب نہ لا سکے اور خالد ابن ولید کے ہاتھوں سے شہید ہوئے اور خالد ابن ولید نے اس درّہ سے نکل کر عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا مسلمان جو بالکل بے فکر ہو چکے تھے اور مال لوٹنے میں منہمک تھے اس اچانک حملہ کی تاب نہ لا سکے اور گھبرا گئے اور ایسے پریشان ہوئے کہ بھاگنے لگے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر بھاگتے ہوئے کفار بھی واپس آ گئے۔ پھر کیا تھا۔ لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا۔ فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور مسلمان بدحواس ہو کر بھاگنے لگے اور حضرت رسولؐ کے آواز دینے پر بھی نہ پلٹے نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے حضرت علیؑ اور چند کامل الایمان مومنین کے کوئی بھی حضرت رسولؐ کی خدمت میں باقی نہ رہا۔

یہ وہی جنگ ہے جس میں جناب حمزہؓ کی شہادت واقع ہوئی۔ حضرت رسولؐ زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر کر بیہوش ہو گئے تھے۔ شیطان نے آواز بلند کر دی تھی کہ محمدؐ مارے گئے۔ حضرت

رسولؐ کے دندان مبارک اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔
اور یہ حضرت علیؑ ہی کی ذات تھی کہ جن کی بدولت یہ جنگ بھی
آخر میں فتح ہو کر رہی ورنہ اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو اسلام
اور بانیٔ اسلام دونوں کا اسی جنگ میں خاتمہ ہو گیا تھا۔

خداوند عالم نے اس جنگ میں مسلمانوں کی شکست کی اصلی
وجہ سورہ آل عمران، آیت ۱۴۰ و ۱۴۱ میں بتلائی ہے جس کا خلاصہ
مضمون یہ ہے کہ اے رسول یہ جو اس جنگ میں تمھیں کچھ دیر
کے لئے شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ خدا
چاہتا تھا کہ اس جنگ میں کھوٹے اور کھرے مسلمانوں کو علیحدہ
علیحدہ دیکھ لے (یعنی سبھوں کو دکھلا دے کہ مسلمانوں میں کتنے
کامل ایمان اور کتنے ناقص الاسلام ہیں) اور یہ بھی مقصد تھا
کہ تم میں سے کچھ لوگوں کو درجہ شہادت پر فائض کرے۔

اس جنگ میں کیسے کیسے اکابر صحابۂ کرام نے راہ فرار
اختیار کی ہے اس کا تذکرہ ان کے نام کے ساتھ کرتے ہوئے
شرم معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے جب کہ ایک شرمناک

واقعہ ہو گیا تو اس کو کوئی شخص کیسے چھپا سکتا ہے اور یہ بھی
ایک حقیقت ہے کہ صحابۂ کرام کتنے ہی بزرگ مرتبہ کیوں نہ
ہوں لیکن محفوظ عن الخطا یا معصوم ہرگز نہیں ہیں اور یہ محفوظ
عن الخطا یا معصوم ہونے کی سند تو صرف سوائے اہلبیت رسولؐ
کے کسی دوسرے کو حاصل ہی نہیں ہوئی تو پھر یہ غلطی اور گناہ
سے محفوظ کیسے رہ سکتے تھے اور جہاد سے بھاگنا بھی ایک غلطی اور
گناہ کبیرہ ہے جو بہرحال ان سے سرزد ہو گیا جس کا تذکرہ قرآن
مجید میں بھی ہے اور بلا اختلاف تاریخوں میں بھی ہے تو پھر
اسے چھپا کون سکتا ہے۔ ہاں مسلمانوں کے لئے یہ ایک افسوسناک
بات ضرور ہے کیونکہ خداوند عالم نے مسلمانوں پر جہاد واجب
کرنے کے پہلے ہی انھیں اچھے طریقہ پر سمجھا دیا تھا کہ دیکھو اگر تم
جہاد سے فرار اختیار کرو گے تو پھر تم خدا کے غضب میں آجاؤ گے۔
اور جہنم میں جلنا پڑے گا جس کا تذکرہ قرآن پاک پ۹ سورہ انفال
آیت ۱۵، ۱۶ میں بالتصریح موجود ہے لیکن اس تاکید کے بعد بھی
جنگ احد میں کچھ ایسا ہی برا وقت آگیا تھا کہ مسلمان میدان

میں نہ ٹھہر سکے اور حضرت رسولؐ کے پکارنے اور خدا کے تہدید پر بھی کوئی توجہ نہ کی۔ اب سنئے کہ اس جنگ میں کیسے کیسے بزرگ اصحاب رسولؐ نے راہ فرار اختیار کیا ہے۔

علمائے اہلسنت میں سے جناب[1] عبد الحق صاحب دہلوی نے اپنی مرتبہ کتاب مدارج النبوۃ جلد دوئم صفحہ ۱۵۲ پر اور عالیجناب[2] ملا معین کاشفی نے اپنی کتاب معارج النبوۃ فصل دوئم باب ششم میں نمبر۳ اور عالیجناب جمال الدین محدث نے اپنی کتاب روضۃ الاحباب (حال جنگ احد) میں نمبر۴ اور علامہ حسین دیار بکری نے اپنی مرتبہ تاریخ تاریخ خمیس کے جلد ۱ صفحہ ۴۳ و صفحہ ۴۸۵ پر اور نمبر۵ علامہ ابن حجر مکی نے فتح الباری پ۱۷ صفحہ ۹ پر اور نمبر۶ محمد ابن جریر طبری نے تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع صفحہ ۹ پر اور نمبر۷ نور الدین علی ابن برہان حلبی نے سیرۃ الحلبیہ الجزء ثالث صفحہ ۱۰۹ پر اور نمبر۸ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر تفسیر در منثور جلد دوئم صفحہ ۸۸ پر تفسیر آل عمران کے سلسلہ میں اور نمبر۹ جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا فصل ۶ مقصد دوئم صفحہ ۱۰ و صفحہ ۴۹

اور نمبر ۱۰ ملا شیخ علی متقی صاحب نے اپنی کتاب کنز العمال جلد اول ص ۱۱۲ و ص ۲۳۸ حال غزوہ احد کے سلسلہ میں اور نمبر ۱۱ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۸ کے ص ۳ پر اور علامہ شبلی نے اپنی کتاب الفاروق کے ص ۴۷ پر و نیز نمبر ۱۳ محمد ابن خاوند شاہ نے اپنی کتاب روضۃ الصفا میں اور نمبر ۱۴ علامہ زمخشری نے اپنی کتاب ربیع الابرار میں اور نمبر ۱۵ علامہ ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر تفسیر ثعلبی میں اور نمبر ۱۶ امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری نے اپنی تفسیر تفسیر نیشاپوری میں اور نمبر ۱۷ کتاب عمدۃ القاری شرح بخاری حال جنگ احد میں اور نمبر ۱۸ امام بخاری نے خود بخاری پ ۱۴ ص ۵ پر صاف تحریر فرمایا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ جنگ احد کا دن ایسا ہولناک دن تھا کہ اس روز دوسرے صحابہ کا کیا ذکر ہے حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور انکے فرار کی ذیل کی کتابیں بھی گواہ ہیں۔[۱]

---

[۱] ما تاریخ الخلفاء ص ۲۵، نمبر ۲ حبیب السیر جزء ۲ ص ۱۲، نمبر ۳ مسند امام احمد بن حنبل حال جنگ احد، نمبر ۴ روضۃ الاحباب حال غزوہ احد، نمبر ۵ تفسیر طبری جلد ۴ ص ۹

امام اہلسنت امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں بہ سلسلہ حال جنگ احد لکھا ہے کہ جب حضرت عمر جنگ احد سے بھاگ جانے کے بعد واپس آئے تو روتے تھے اور حضرت علیؑ سے کہا کہ یا علیؑ آپ میری اس خطا کو (رسولؐ سے) معاف کرا دیجئے۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے عمر! یہ کیسا ایمان ہے کہ ایک تو تم اس جنگ سے بھاگ گئے اور دوسرے تم نے کہا کہ اے لوگو محمدؐ قتل ہو گئے چلو اپنے پہلے دین کی طرف پلٹ چلیں۔ تو حضرت عمر نے کہا کہ یا علیؑ یہ کلمہ میں نے نہیں کہا تھا بلکہ ابوبکر نے کہا تھا۔

کتب اہلسنت والجماعت تفسیر در منثور جلد ۲ ص۸۸ اور تفسیر طبری جلد ۴ ص۹۰ اور کنز العمال جلد ۱ ص۲۳۸ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے جمعہ کے دن خطبہ میں آلِ عمران پڑھا اور جب آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یعنی اس مقام پر پہونچے جہاں پر خداوند عالم نے حال فرار اصحاب رسولؐ جنگ احد میں دکھلایا ہے تو خود کہنے لگے کہ جنگ احد میں جب ہم لوگوں نے ہزیمت اٹھائی تو میں نے بھی فرار اختیار کیا یہاں تک کہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے اپنے کو دیکھا

کہ اس طرح اچکتا پھرتا تھا کہ گویا ایک پہاڑی بکری ہوں۔

ازالۃ الخفا مقصد دوئم ص۱۰ و ص۴۹ پر اور تاریخ الخلفاء کے ص۲۵ پر اور تاریخ خمیس جلد ا کے ص۴۳ و ص۴۸۵ پر اس طرح لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر فرماتے تھے کہ جنگ احد میں ہم صحابہ حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو سب سے پہلے میں ہی پلٹ کر آیا تھا۔

مشہور کتاب اہلسنت حبیب السیر جزو ۳ ص۱۲۱ پر ہے کہ ایک مرتبہ زید بن وہب نے عبد اللہ ابن مسعود سے دریافت کیا کہ میں نے ایسا سنا ہے کہ جنگ احد کے دن سوائے حضرت علیؑ، ابو دجانہ اور سہل ابن حنیف کے حضرت رسولؐ کی خدمت میں کوئی باقی نہ رہ گیا تھا۔ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ تو عبد اللہ ابن مسعود نے جواب دیا کہ شروع میں تو جب مسلمانوں نے بھاگنا شروع کیا تو سوائے حضرت علیؑ کے حضرتؐ کے نزدیک ایک شخص بھی نہ رہ گیا تھا۔ لیکن ایک ساعت کے بعد عاصم[۱] بن ثابت و ابو دجانہ[۲] و سہل[۳] بن حنیف و طلحہ ابن[۴] عبد اللہ بھی حضرتؐ کے پاس آگئے تھے۔

زید نے عبد اللہ ابن مسعود سے پھر دریافت کیا کہ ابو بکر و عمر کہاں تھے تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ اور جب عثمان کے نسبت دریافت کیا تو جواب دیا کہ وہ بھی حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گئے تھے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں تفسیر سورۂ آل عمران کے سلسلہ میں و محمد ابن جریر الطبری نے تاریخ الامم و الملوک جلد ۳ ص۲۱ پر علامہ غیاث الدین ہروی نے اپنی تاریخ حبیب السیر جلد اوّل جز سیوم ص۳۷ پر تو یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت عثمان تو اتنی دور بھاگ گئے تھے کہ تین دن کے بعد تشریف لائے تھے۔

تفسیر درمنثور جلد ۲ ص۸۸ و تفسیر طبری جلد ۴ ص۹۰ و کنز العمال جلد ۱ ص۲۳۸ پر لکھا ہے کہ جب جنگ احد میں مسلمان حضرت رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تو حضرت رسولؐ کو بہت غصہ آیا اور پریشانی سے پسینہ جاری ہوا اور جب آپ نے دیکھا کہ حضرت علیؑ آپ کے قریب ہی کھڑے ہیں تو آپ نے دریافت

فرمایا کہ اے علیؑ! تم نے بھی میرا ساتھ چھوڑ کر مسلمانوں کا ساتھ بھاگنے میں کیوں نہ دیا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں بھی ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا؟

المختصر جب مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوئی اور لوگ بھاگ کر مدینہ پہونچے اور حضرت رسولؐ کے مارے جانے کی خبر عام ہوئی تو مدینہ میں ایک کہرام بچ گیا۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے جب اس خبر کو سنا تو غم سے بے چین ہو گئیں اور وامحمداہ کے نعرے بلند کرتی ہوئی اس وقت میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں جبکہ لوگ وہاں سے بھاگ بھاگ کر واپس آرہے تھے۔

جب لوگوں نے جناب فاطمہ زہراؑ کو میدان جنگ کی طرف جاتے دیکھا تو روکنے کی کوشش کی لیکن جب آپ نہ رکیں تو کچھ کامل الایمان بی بیاں آپ کے ساتھ ہو گئیں کہ جو رسولؐ کی بیٹی کا حشر ہو گا وہ ہمارا بھی۔ جناب فاطمہ زہراؑ میدان جنگ میں اس وقت پہونچیں جبکہ حضرت علیؑ ... کو دھکا چکے تھے اور

حضرت رسولؐ کو بھی غار سے باہر لا چکے تھے اور اس وقت حضرت رسولؐ بھی ہوش میں آ چکے تھے۔ (اس لئے کہ غار میں گرنے اور زخمی ہونے کے بعد حضرت رسولؐ بیہوش ہو گئے تھے)

کتاب سیدہ طاہرہ کے ص۳۵ پر بحوالہ روضتہ الاحباب لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہؑ زہرا نے باپ کو زندہ پایا تو خدا کا شکر ادا کیا اور جب ان کے زخموں کو دیکھا تو زار و قطار رونے لگیں اس لئے کہ اس وقت تک حضرت رسولؐ کے زخموں سے خون جاری تھا۔ حضرت علیؑ فوراً ہی پاس کے چشمہ سے پانی لائے۔ آپ پانی ڈالتے جاتے تھے اور جناب فاطمہ زہرا زخموں کو دھلاتی جاتی تھیں۔ زخم میں بوریہ یا ریشم کا ٹکڑا جلا کر بھرا گیا تب خون رکا۔

یہ تھی جناب فاطمہ زہرا کی محبت حضرت رسولؐ کے ساتھ کہ جس جگہ سے مسلمان بھاگ رہے تھے۔ دشمنوں کا یلغار تھا حضرت رسولؐ کی شہادت کی خبر آ چکی تھی وہاں جناب فاطمہ زہرا ایسے خطرناک موقع پر بھی اپنی جان پر کھیل کر تشریف لے گئیں۔ سچ

ہے جگر جگر ہے اور دگر دگر ہے۔ اور یہ واقعہ فاطمہ زہرؑا
کی حضرت رسولؐ کے ساتھ سچی محبت کی ایسی مثال ہے جس
کا جواب ملنا ناممکن ہے۔

باب گیارھواں

جناب فاطمہ زہرا اور جنگ خندق

چونکہ جنگ خندق کو بھی جناب فاطمہ زہراؑ کی ذات سے کچھ تعلق ہو گیا ہے اور اس میں بھی جناب فاطمہ زہراؑ کی حضرت رسولؐ کے ساتھ سچی محبت اور ایثار کا ایک واقعہ ہے اور علاوہ بریں اس میں بھی حضرت علیؑ کی کچھ مخصوص بہادری کا ذکر ہے اس لئے مختصراً کچھ اس جنگ کا بھی حال میں نے معتبر کتب اہلسنت والجماعت ہی سے لکھ دیا ہے ملاحظہ فرمایا جائے۔

یہ جنگ کفر و اسلام کی وہی جنگ ہے جس میں مسلمانوں کو یک لخت ختم کرنے کے لئے اور بانیٔ اسلام اور اس کے ہمدردوں کو صفحۂ ہستی سے یکدم مٹانے کے لئے کوشش کی گئی تھی۔ اس جنگ کا بھی بانی کفار کی طرف سے ابو سفیان بن حرب (معاویہ کا باپ) ہی تھا جو جنگ احد میں بھی پیش پیش تھا۔ جنگ احد میں اپنے مقصد میں ناکامیاب اور آخر میں شکست اٹھانے

کے بعد اس نے مدینہ پر حملہ کرنے اور بانئ اسلام کا خاتمہ کرنے کی نیّت سے ایک مرتبہ بہت بڑے پیمانہ پر حملہ کی تیاری کی۔ اس نے مسلمانوں میں سے منافقوں سے بھی خفیہ ساز باز کر کے انھیں اپنے سے ملالیا تھا۔ ان یہودیوں کو بھی اپنی رائے میں شامل کر لیا تھا جو حضرت رسولؐ کے ساتھ ان سے نہ جنگ کرنے اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنے کا معاہدہ کر چکے تھے۔ اس جنگ میں ابوسفیان نے اتنا بڑا لشکر فراہم کیا تھا کہ عرب کی تاریخ میں کسی جنگ میں اتنا بڑا لشکر اس وقت تک کبھی جمع ہی نہیں ہوا تھا یعنی تقریباً چوبیس پچیس ۲۴ ۲۵ ہزار کا مسلّح لشکر۔

یہ جنگ ۵ھ میں لڑی گئی ہے اور یہ وہی جنگ ہے جس میں کفّار کی طرف سے عرب کا مشہور و معروف پہلوان عمر ابن عبدود بھی آیا تھا جو تنہا ایک ہزار مسلّح فوج کے برابر سمجھا جاتا تھا اور جس کی ہیبت سے سارا عرب کانپتا تھا۔

حضرت رسولؐ کو جب کفّار کے اس طرح کی تیاری کے ساتھ حملہ کرنے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے موقع کی نزاکت اور

مسلمانوں کی قلت کا خیال کر کے ان سے جنگ بدر و احد کی طرح سر رکھ لڑنے کو مناسب نہ سمجھا اور سلمانؓ فارسی کی رائے اور خدا کے حکم کے مطابق مدینہ کے چاروں طرف حفاظت کے خیال سے خندق کھدوایا تاکہ یکبارگی چاروں طرف سے ان پر دشمنوں کا حملہ نہ ہو سکے۔ اس خندق کو کھدوانے کے سبب سے اس جنگ کو جنگ خندق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اسی جنگ کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں۔

یہ موسم جب کہ کفّار نے مدینہ پر حملہ کیا تھا جاڑے کا موسم تھا اور اس وقت مسلمان قحط سالی میں بھی مبتلا تھے۔ قحط سالی کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کے یہاں فاقے ہو رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ کفّار کے اس حملے نے مسلمانوں کے رہے سہے ہوش بھی گنوا دیئے تھے۔

الغرض جب دشمنوں نے اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا تو ان کا خیال تھا کہ ہم چاروں طرف سے مدینہ کو گھیر کر نہایت آسانی کے ساتھ اسلام اور بانئ اسلام اور

ان کے ہمدردوں کا جلد از جلد خاتمہ کر دیں گے لیکن جب انھوں نے شہر کے گرد خندق، کھدی ہوئی پائی اور شہر میں داخل نہ ہو سکے تو چاروں طرف سے شہر کو گھیر لیا اور جب اس طرح شہر کے اندر جانے اور رسد رسانی کے راستے بھی بند ہو گئے تو مسلمانوں پر اور بھی زیادہ تکلیف بڑھ گئی اور فاقوں پر اور زیادہ فاقے ہونے لگے۔ دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت نے مسلمانوں کو اتنا خائف کر دیا تھا کہ وہ اپنے ہوش ہی میں نہیں رہ گئے تھے۔ مسلمانوں کی پریشانی اور سراسیمگی کا جو حال تاریخوں میں لکھا ہے وہ تو اپنے مقام پر ہے اس کی نسبت تو یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں کچھ مبالغہ سے کام لیا گیا ہو لیکن میں مسلمانوں کی اس پریشانی کی کیفیت کو جو اس حملہ کے بعد مسلمانوں میں پیدا ہوئی قرآن پاک کے الفاظ سے دکھلانا چاہتا ہوں تاکہ ناظرین کتاب ہذا کو اس جنگ کے موقعہ پر مسلمانوں کی ذہنیت اور ان کی پریشانی کی صحیح کیفیت معلوم ہو سکے اور اس کے بعد اس

شخصیت کی شجاعت اور بہادری کا بھی کچھ احساس ہو سکے جس نے مسلمانوں کے سر سے ایسی بلاد مصیبت کو ٹال دیا اور کفار کی شکست کا باعث بنا۔

خداوند عالم نے قرآن پاک کے سورۂ احزاب پارہ اکیس [۲۱] آیت ۹ لغایتہ ۱۳ میں اس حملہ کے وقت مسلمانوں کی پریشانی اور گھبراہٹ کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ یہ ہے سنئے :۔

"جب تم پر اے مسلمانو! (جنگ خندق میں) کافروں کا لشکر آپڑا اور انھوں نے تم کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جس وقت ان کی کثرت کو دیکھ کر تمھاری آنکھیں خیرہ ہوگئی تھیں، اور خوف سے تمھارے کلیجے منھ کو آگئے تھے اور خدا کی نسبت تم لوگ برے برے خیالات کرنے لگے تھے اور جس وقت منافقین کہنے لگے تھے کہ خدا نے اور اس کے رسولؐ نے جو ہم سے وعدے کئے تھے وہ بس دھوکے کی ٹٹی تھے اور تم میں سے ایک گروہ کہنے لگا تھا کہ اے مدینہ والو اب دشمن کے مقابلہ

میں تمہارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے تو بہتر ہے کہ اب بھی پلٹ چلو۔ (یعنی اپنے پرانے آبائی مذہب کو اختیار کر لو اور اسلام کو چھوڑ دو۔) اور ان میں سے کچھ لوگ رسولؐ سے اپنے اپنے گھر لوٹ جانے کی اجازت مانگنے لگے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے گھر مردوں سے بالکل خالی اور غیر محفوظ پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے گھر خالی اور غیر محفوظ نہ تھے بلکہ وہ لوگ تو اسی بہانہ سے بس بھاگنا چاہتے تھے۔"

المختصر اس جنگ میں کفّار کا مسلمانوں پر اس قدر خوف طاری تھا کہ بڑے بڑے اصحاب معمولی معمولی باتوں میں بھی حضرت رسولؐ کے حکم سے اغماز اور کنارہ کشی کرنے لگے تھے جس کی ایک مثال جیسے اہل سنّت کے مشہور عالم علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر درمنثور کے جلد ۵ کے ص۳۵ پر اس طرح لکھا ہے کہ "دوران محاصرہ ایک رات حضرت رسولؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس وقت جائے اور دشمنوں کی خبر میرے پاس لائے جس کے عوض میں خدا اس کو بہشت

یں میرا رفیق کرے۔ مگر جب حضرت رسولؐ کے تین مرتبہ ایسا کہنے پر بھی کسی نے جواب نہیں دیا تو آپ نے مخصوص طور پر حضرت ابوبکر کا نام لے کر اور انھیں مخاطب کر کے کہا کہ اے ابوبکر تم اس کام کو کرو تو ابوبکر نے کہا کہ میں اللہ و رسولؐ سے اس کام کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ یہ سُن کر حضرتؐ نے حضرت عمر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عمر تم اس کام کو کرو تو انھوں نے بھی عرض کیا کہ میں بھی اللہ و رسولؐ سے اس کام کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ اس کے بعد حضرتؐ نے حذیفہؓ کا نام لے کر ان سے فرمائش کی اور انھوں نے تعمیل حکم کی اور جا کر دشمنوں کی خبر لائے۔

یہی متذکرہ بالا بات بہ تغیرِ الفاظ دیگر کتب اہلسنّت میں بھی درج ہے مثلاً سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ اور کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۷۹ پر بھی لکھی ہے کہ مسلمانوں پر کفّار کا اس قدر خوف طاری تھا کہ حضرت رسولؐ کے نام بنام پکار کر کہنے پر بھی سوائے حذیفہؓ کے کوئی حکم رسولؐ کی تعمیل کے لئے تیار نہیں ہوا۔

اسی جنگ کے سلسلہ میں عالم اہلسنّت جناب ملا معین کاشفی نے اپنی کتاب معارج النبوۃ رکن ۴ ص۱۶۱ پر لکھا ہے کہ ایک دن کفار کا مشہور و معروف پہلوان عمر ابن عبدود اپنے چند ساتھیوں کو لے کر خندق کے پار پھاند گیا اور مسلمانوں سے اپنا مقابل طلب کرنے لگا (حالانکہ مسلمانوں کے لئے اچھا خاصہ موقع تھا کہ اگر اس سے تنہا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو سب یکجائی طور سے حملہ کر کے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیتے کیونکہ وہ اس وقت ان کے حصار کے اندر تھے اور دوسرے ان کے ساتھی ان کی مدد کو آسانی کے ساتھ نہیں پہونچ سکتے تھے اس لئے کہ ان کا لشکر خندق کے اس پار تھا لیکن وہ تنہا ایسا دبدبہ رکھتا تھا کہ تمام مسلمان اس کے خندق کو پار کر کے آجانے ہی سے اتنا گھبرا گئے تھے کہ اس کے مقابلہ کی سوچ ہی نہ سکے) ایسے موقع پر حضرت رسولؐ نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "کوئی ہے جو اس کے مقابلہ کو جائے" مگر حضرت رسولؐ کی فرمائش کے باوجود کوئی بھی اس کے مقابلہ پر جانے

کو تیار نہیں ہوا۔ اور جب ایک خاموشی تھی جو مسلمانوں پر طاری ہوئی تو حضرت علیؑ نے اٹھ کر جواب دیا کہ لبیک یا رسولؐ اللہ میں اس کے مقابلہ پر جانے کو تیار ہوں۔ حضرت رسولؐ نے مصلحتاً حضرت علیؑ کو بٹھلا دیا اور پھر دوسروں سے یہی سوال کیا۔ پھر خاموشی رہی اور پھر حضرت علیؑ اٹھے۔ پھر حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو بٹھلا دیا اور تیسری مرتبہ پھر تمام مسلمانوں سے یہی سوال کیا اور جب تیسری مرتبہ بھی خاموشی رہی اور صرف حضرت علیؑ پھر اٹھے کہ انا یا رسولؐ اللہ یعنی میں تیار ہوں یا رسولِ خداؐ۔ اور جب حضرت رسولؐ نے دیکھ لیا کہ سوائے حضرت علیؑ کے کوئی اس کے مقابلہ پر جانے کو تیار نہیں ہے تو حضرت علیؑ کو اس کے مقابلہ پر جانے کی یہ کہہ کر اجازت دی کہ برزالایمان کُلُّہٗ الی الکفر کُلِّہٖ یعنی آج کُلِ ایمان کُلِ کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔ بہر حال یہ حضرت علیؑ ہی تھے کہ جنھوں نے جا کر اور عمر ابن عبدود کا مقابلہ کر کے اسے تہہ تیغ کیا جس کے سبب سے کفار کے دل ٹوٹ گئے اور یہی واقعہ ان کی ہزیمت اور

شکست کا سبب بنا۔

یہ عمرابن عبدود اتنا بہادر تھا کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے سورماؤں کے دل پر اس کی بہادری کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور وہ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ جو بھی اس کے مقابلہ پر جائے گا وہ یقیناً مارا جائے گا اس لئے وہ بیچارے اس کے مقابلہ پر جانے کی ہمت ہی کیسے کر سکتے تھے۔ اس کی نسبت تو ملامعین الدین کاشفی نے معارج النبوۃ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جس وقت حضرت رسولؐ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ "کوئی ہے جو اس کے مقابلہ کو جائے"؟ تو اس وقت جبکہ مسلمانوں پر ایک سکوت کا عالم طاری تھا اس وقت حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ "یارسولؐ اللہ آپ کس کے مقابلہ پر ہمیں بھیجنا چاہتے ہیں؟ ہم میں بھلا اس کے مقابلہ کی تاب بھی ہے کہ ہم ہمت ہی کریں گے؟ ارے یہ تو فارس یلیل ہے۔ عرب میں یہ تنہا ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ یارسولؐ اللہ! یہ میری آنکھوں کا دیکھا ہوا واقعہ ہے کہ ایک دن ہم قریش کی ایک جماعت کے ساتھ

جن میں یہ بھی تھا شام کی طرف جا رہے تھے کہ دفعتہً ہزار ڈاکوؤں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اہل قافلہ جان و مال سے ہاتھ دھو بیٹھے مگر یہ بہادر کچھ بھی نہیں ڈرا اور اس نے سپر کے بدلے ایک اونٹ کا بچہ اٹھا لیا اور ان ڈاکوؤں پر اس زور کا حملہ کیا کہ تن تنہا ان سب کو بھگا دیا۔" یہی وہ جنگ ہے کہ جب حضرت علیؑ نے عمر ابن عبدود کو قتل کر کے اور اس کا سر کاٹ کر حضرت رسولؐ کے قدموں پر ڈال دیا تو حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "علیؑ کی آج کی ایک ضربت دونوں عالم کی عبادت سے افضل ہے۔" (دیکھو مدارج النبوۃ، معارج النبوۃ اور کنز العمال وغیرہ وغیرہ)

اس جنگ کے سلسلہ میں مشہور عالم اہلسنت علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ پر اور علامہ حسین دیار بکری نے اپنی کتاب تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۸۷ پر قتل ابن عبدود کے بعد کا ایک واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے عمر ابن عبدود کو قتل کر دیا تو اس کے دو ساتھی جو اس کے ہمراہ خندق کو پھاند کر اس پار آ گئے تھے بھاگ نکلے تو حضرت علیؑ نے

تو ان بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا البتہ مسلمانوں میں سے زبیر اور عمر ابن خطاب نے ان کا تعاقب کیا تو ان بھاگنے والوں میں سے ضرار نامی ایک شخص کا تعاقب حضرت عمر نے کیا تھا۔ جب آگے بڑھ کر ضرار نے دیکھا کہ اس کا پیچھا کرنے والے حضرت عمر ابن خطاب ہیں تو وہ کھڑا ہو گیا اور مطمئن ہو کر پلٹ پڑا اور اپنے نیزہ سے حضرت عمر پر حملہ کر دیا لیکن جب قریب پہونچا تو کچھ سوچ کر اس نے نیزہ کو روک لیا اور کہا کہ اے عمر جاؤ لوٹ جاؤ اور میرے اس احسان کو یاد رکھنا کہ میں موقعہ پا کر بھی تمھیں چھوڑے دیتا ہوں اور حضرت عمر یہ سن کر اس کا تعاقب چھوڑ کر واپس ہو گئے۔

اسی جنگ کے دوران محاصرہ جب کہ مسلمانوں پر فاقے پر فاقے ہو رہے تھے اور حضرت رسولؐ بھی اسی عالم میں بسر کر رہے تھے اس وقت کا ایک واقعہ جو اہلسنّت کے مشہور عالم امام ابو جعفر محمد ابن جریر نے اپنی کتاب تاریخ طبری میں تحریر فرمایا ہے اس کو ملاحظہ فرمایا جائے تو معلوم ہو کہ اس

وقت مسلمان اور حضرت رسولؐ کس سختی کے ساتھ اپنے دن گذار رہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "ایک دن حضرت رسولؐ کے اصحاب نے حضرت رسولؐ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ کھول کر دکھائے جن پر پتھر بندھے ہوئے تھے تو حضرتؐ نے بھی اس وقت اپنا شکم مبارک کھول دیا تو دیکھا گیا کہ حضرت کے شکم مبارک پر ایک کے بجائے دو دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

اسی محاصرہ کے ایّام میں ایک واقعہ جس کو انھیں امام طبری نے اپنی دوسری کتاب ذخائر العقبیٰ میں لکھا ہے جس سے جناب فاطمہ زہرؑا کی حضرت رسولؐ کے ساتھ انتہائی محبت اور خلوص کا پتہ چلتا ہے اور وہ واقعہ یوں لکھا ہے کہ "ایک دن جناب فاطمہ زہرؑا نے دو دن کے فاقے کے بعد جَو کی دو روٹیاں پکائیں۔ حالانکہ یہ روٹیاں خود ان کے اور ان کے بچوں کیلئے کافی نہ تھیں لیکن پھر بھی انھوں نے اس میں سے صرف ایک روٹی میں سے خود بھی کھایا اور بچوں کو بھی کھلایا اور دوسری

روٹی بچا کر اور اسے لے کر خود خدمت رسولؐ میں میدان جنگ میں تشریف لے گئیں۔ حضرت علیؑ اس واقعہ کے ناقل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت فاطمہ زہرؑا وہ روٹی لے کر خدمت رسولؐ میں آئی ہیں میں اس وقت حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جناب فاطمہؑ نے وہ روٹی پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا حضرتؐ دو روز کے فاقے کے بعد میں نے دو روٹیاں پکایا تھا۔ ایک روٹی میں میں نے خود بھی کھایا اور بچوں کو بھی کھلایا اور ایک روٹی ہی آپ کے لئے لائی ہوں۔ حضرتؐ نے وہ روٹی لے لی اور فرمایا کہ اے بیٹی یہ پہلا طعام ہے جو تین دن کے بعد تیرے باپ کے منھ میں جا رہا ہے۔

پس اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ جناب فاطمہ زہرؑا حضرت رسولؐ کا کتنا خیال فرماتی تھیں اور شادی ہو جانے کے بعد بھی حضرت رسولؐ کی فکر دل سے کسی وقت بھی غافل نہ ہوتی تھیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام اور بانیٔ اسلام پر جناب ابوطالبؑ اور جناب خدیجہ کبریٰؓ کے بعد جناب فاطمہ زہرؑا اور

ان کے شوہر علیؑ ابن ابی طالب کا اتنا زبردست احسان ہے کہ اسلام اس سے کبھی سر نہیں اٹھا سکتا۔ جناب فاطمہ زہراؑ کی محبت اور ایثار کا حال حضرت رسولؐ کے ساتھ جو تھا وہ آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ حضرت رسولؐ کے ساتھ اس طور سے والہانہ محبت فرماتی تھیں جیسا کہ ماں اپنی اولاد کے ساتھ محبت کرتی ہے اور اسی لئے ان کا لقب ہی "ام ابیہا" (یعنی اپنے باپ کی ماں) ہو گیا اور ان کے شوہر علیؑ ابن ابی طالب کی محبت اور خدمت رسولؐ اور خدمت اسلام کی نسبت تو اسلام کی تمام تاریخیں بلا اختلاف شاہد ہیں کہ اسلام اور بانیٔ اسلام پر جب بھی کوئی سخت وقت آپڑا کہ جس وقت تمام اہل اسلام اس کے دفع کرنے سے عاجز ہوئے تو اس وقت یہی حضرت علیؑ تھے جو اسلام اور بانیٔ اسلام کے سینہ سپر ہو کر ان کی محافظت فرماتے تھے۔

بارھواں باب

جناب فاطمہ زہراؑ اور مباہلہ

پ۳ سورہ آل عمران آیت ۶۱

علمار اسلام کی تاریخ و سیر کی جملہ کتابوں میں اور بالخصوص شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں اور علامہ غیاث الدین ہروی نے اپنی کتاب حبیب السیر میں اور امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اس آیہ مباہلہ کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

یہ واقعہ مباہلہ ۱۰ھ میں واقع پذیر ہوا۔ جبکہ فتح مکّہ کے بعد حضرت رسولؐ نے اطراف عرب میں قاصدوں کو بھیج کر تمام لوگوں کو مذہب اسلام قبول کرنے کی دعوت بھیجی اور اس سلسلہ میں آپ نے نجران کے عیسائیوں کے پاس بھی اپنا قاصد بھیجا تھا۔ نجران اس وقت دنیائے عیسائیت کا مرکز تھا اور وہاں مذہب

عیسائی کے بڑے بڑے عالم رہتے تھے اور عیسائیوں کا سب سے بڑا پادری یعنی عالم بھی وہیں رہتا تھا۔ ان کی کتابوں میں پیغمبر آخر الزماں کی علامتیں بھی درج تھیں اور وہ لوگ انکی آمد کے منتظر بھی تھے اور ان کا تذکرہ بھی کیا کرتے تھے۔ حضرت رسولؐ نے جب ان کے پاس اپنا قاصد بھیج کر یہ کہلوایا کہ میں ہی وہ پیغمبر آخر الزماں ہوں جن کا تذکرہ تمھاری کتابوں میں ہے۔ اور جن کا تم انتظار کر رہے ہو تو عیسائیوں نے اس پیغام کو پانے کے بعد آپس میں جمع ہو کر پھر سے کتابیں دیکھیں اور ان کے تذکرے اور ان کے علامات کو پڑھا اور اس کے بعد آپس میں یہ طے کیا کہ یہاں سے خاص خاص لوگ مدینہ جائیں اور حضرت رسولؐ سے مل کر حقیقت حال معلوم کریں اور اس کے بعد جیسی صورت ہو اس پر عمل کیا جائے۔

یہ تو تھی عام لوگوں کی حالت اور ان کا خیال تھا کہ اگر انھیں یقین ہو جائے کہ یہ وہی پیغمبرؐ ہیں تو وہ اسلام قبول کر لیں لیکن عیسائیوں کے بڑے بڑے پادری اور عالم دوسرے

خیال میں تھے۔ انھوں نے سوچا کہ اگر یہ وہی پیغمبر بھی ہوں جن کا تذکرہ ہماری کتابوں میں ہے تو ان سے بھی انکار کر دیا جائے کیونکہ اگر لوگوں نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تو ہمارا وقار اور ہماری حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے وہ ان فکروں میں ہوئے کہ اگر یہ وہی پیغمبرؐ ہوں تب بھی عوام کو یہی باور کرایا جائے کہ یہ وہ پیغمبر نہیں ہیں۔

بہر حال جب یہ لوگ مدینہ آئے جن میں علماء کے علاوہ کچھ عوام بھی تھے۔ اس کے بعد جب ان لوگوں نے حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو انھوں نے اپنی روز مرہ حالت کے خلاف ریشمی کپڑے اور طلائی زیورات زیب بدن کئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی لباس اور طلائی زیورات پہنایا اور تب حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے[1] جب کہ آپ مسجد میں صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے۔ نصاریٰ نے اسی متذکرہ ہیئت کذائی سے آکر حضرت رسولؐ کو سلام کیا

---

[1] حاشیہ صفحہ ۱۶۴ پر ملاحظہ ہو۔ (کاتب)

لیکن جب حضرت رسولؑ نے ان کے لباس اور زیورات طلائی پر نظر ڈالی جو شریعت اور حکم خدا کے بالکل خلاف تھا تو آپ نے ان کی طرف قطعی توجہ نہیں کی بلکہ سلام کا جواب دینے کے بجائے اپنی کراہت اور ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے ان کی طرف سے منھ پھیر لیا۔

حضرتؐ کی یہ بے توجہی کی حالت دیکھ کر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ یہ کیسا اخلاق ہے جو حضرتؐ ہم لوگوں کے ساتھ برت رہے ہیں اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے تو حضرت

لہ اس کے نسبت میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ علمار نصاریٰ ایسا لباس اور طلائی زیورات عمداً محض اس لئے پہن کر حضرت رسولؐ کی خدمت میں آئے تھے کہ وہ جانتے تھے اور ان کی کتابوں میں لکھا تھا کہ پیغمبر آخر الزماں ایسے لباس اور طریقہ سے نفرت فرمائیں گے اور ایسے لوگوں سے کراہت کریں گے پس وہ عمداً یہ طریقہ کار اختیار کر کے حضرتؐ کی خدمت میں اس لئے آئے تھے کہ جب حضرتؐ ہم سے کراہت فرمائیں گے تو ان کے اخلاق کا ظہور نہ ہو سکے گا اور ہم اپنے عوام اور ساتھیوں کو آسانی کے ساتھ باور کرا سکیں گے کہ وہ پیغمبرؐ ہرگز نہیں ہیں کیونکہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کا خلق عظیم ہوگا اور ان کی یہ حالت ہے کہ جو اخلاق کے سراسر خلاف ہے تو پھر یہ پیغمبرؐ کیسے ہو سکتے ہیں۔ مؤلف

علیؑ نے فرمایا کہ بھائیو! یہ تمھارے لباس وغیرہ نے حضرت رسولؐ کو ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے کیونکہ تمھارا یہ لباس شریعت اور حکم خدا کے خلاف ہے پس اگر تم اخلاق رسولؐ کو دیکھنا چاہتے ہو اور ان سے گفتگو کرنا چاہتے ہو تو تم اس لباس کو اتار کر معمولی سادے لباس جو تمھارے روزمرہ کے پہننے کے ہیں اسے پہن کر آؤ تو خدا کے رسولؐ تم سے کلام بھی کریں گے۔ سلام کا بھی جواب دیں گے اور اس وقت تم ان کے اخلاق کا جائزہ لینا۔ الغرض یہ سن کر وہ چلے گئے اور دوسرے دن جب وہ سادہ لباس پہن کر آئے تو حضرت رسولؐ ان سے نہایت اخلاق سے پیش آئے۔ سلام کا جواب بھی دیا۔ اپنے پاس محبت سے بٹھلایا بھی اور گفتگو بھی کی اور ان کو ہر طرح سے یقین دلایا کہ میں وہی پیغمبرؐ ہوں جس کی خبر تمھاری کتابوں میں موجود ہے اور جن کا تم انتظار کر رہے ہو۔

الغرض جب عیسائی عالموں نے حضرت کو دیکھ کر اور گفتگو کر کے یقین کر لیا کہ واقعی یہ وہی پیغمبرؐ ہیں جن کا تذکرہ

ہماری کتابوں میں ہے تو انکار کرنے اور عوام کو بہکانے کے لیے انھوں نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنی انھوں نے سوال کیا کہ آپ حضرت عیسٰیؑ کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ وہ خدا کے ایک نیک بندے اور خدا کے ایک نبیؑ تھے۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اب ہم میں اور آپ میں یہیں سے اختلاف شروع ہو گیا کیونکہ ہم انھیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور آپ اس سے انکاری ہیں۔ حضرت رسولؐ نے پوچھا کہ ان کو خدا کا بیٹا کہنے کی کیا وجہ ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہر نبیؑ کے کوئی نہ کوئی باپ ہے اور ان کے کوئی باپ نہیں ہے اس لیے ہم انھیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہنے کی وجہ اگر تمھارے پاس صرف یہی ہے کہ ان کے کوئی باپ نہ تھا اور وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو پھر تمھیں اسی معیار کو سامنے رکھ کر حضرت آدمؑ کو بدرجہ اولیٰ خدا کا بیٹا کہنا چاہیے اس لیے کہ ان کے باپ اور ماں دونوں نہیں تھے اور تم انھیں خدا کا بیٹا نہیں کہتے لیکن عیسائی

عالموں نے حضرت رسولؐ کی اس معقول حجت کو تسلیم نہ کرتے ہوئے کٹ حجتی سے کام لینا شروع کر دیا اور جب کسی صورت سے بھی بذریعہ گفتگو یہ معاملہ طے نہ ہو سکا تو خداوند عالم نے قرآن پاک کی آیہ مباہلہ اتاری جس کا ترجمہ یہ ہے "اے رسولؐ آپ (اب) ان سے فرما دیجئے کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں۔ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ اور اس کے بعد ہم آپس میں مباہلہ[1] کریں اور خدا سے اس بات کی دعا کریں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو خدا اس پر لعنت فرمائے" (دیکھو پ۳ سورہ آل عمران آیت ۶۱)

---

[1] مباہلہ اس طریقۂ جنگ کا نام ہے کہ جب دو خدا پرست افراد یا جماعتوں میں آپس میں اختلاف ہو اور بحث مباحثہ سے وہ معاملہ نہ طے ہو سکے تو پھر وہ دونوں شخص یا جماعت ایک جگہ جمع ہو کر خدا کی طرف رجوع کر کے اس سے یہ استدعا اور دعا کرتے ہیں کہ خداوندا ہم میں سے جو ناحق پر ہو تو اس پر لعنت فرمائیں جب ایسا کیا جاتا تھا تو جو غلط طریقہ پر ہوتا تھا خدا کی طرف سے اس پر ایسا کوئی عذاب نازل ہوتا تھا کہ لوگ سمجھ لیتے تھے کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ مؤلف

پس آپس میں یہ طے ہونے کے بعد روز مباہلہ مقررہ وقت اور موقعہ پر حضرت رسولؐ اپنے ہمراہ ابنارنا یعنی بیٹوں کی جگہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو اور نسارنا یعنی عورتوں کی جگہ صرف جناب فاطمہ زہراؑ کو اور انفسنا یعنی نفسوں کی جگہ صرف حضرت علیؑ کو لے کر میدان مباہلہ میں تشریف لائے۔ لیکن عیسائی عالموں نے جو پہلے سے دیگر علامات کے سبب سے یقین کر چکے تھے کہ یہ وہی پیغمبر آخر الزماں ہیں لیکن دنیا طلبی کے سبب سے انکار کر رہے تھے اب جو خطرہ کو سر پر دیکھا اور ان حضرات کے مقدس چہروں پر نظر کی تو کانپ اٹھے اور مباہلہ سے انکار کر کے جزیہ دینے کی شرط پہ صلح کر لی۔

الغرض یہ اسلام کی ایسی نمایاں فتح تھی کہ جس کی مثال نہیں ملتی اور یہ فتح بھی اہل بیت رسولؐ کی وجہ سے حاصل ہوئی جس کے سرخیل حضرت امیر المومنیں علیؑ ابن ابی طالبؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ ہیں اور قرآن مجید کی یہی وہ آیت ہے کہ جس کے سبب سے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ حضرت رسولؐ

کے فرزند کہلائے اور انھیں آج تک اسلام میں یابن رسولؐ اللہ کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے اور قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔

اس آیہ مباہلہ میں ایک بات اور خصوصی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں "ابنارنا" "نسارنا" اور "انفسنا" تینوں صیغے جمع کے استعمال کیے گئے ہیں اور عربی زبان میں تین سے کم تعداد پر جمع کا صیغہ صادق نہیں آتا اور نہ حضرت رسولؐ "ابنارنا" یعنی لڑکوں میں تین یا اس سے زائد کو لے گئے اور نہ "نسارنا" یعنی عورتوں میں تین یا اس سے زائد کو ہمراہ لے گئے اور نہ "انفسنا" یعنی نفسوں میں تین یا اس سے زائد کو لے گئے بلکہ فرزندوں میں صرف دو۔ عورتوں میں صرف ایک اور نفسوں میں صرف ایک کو لے گئے۔ پس ایسی حالت میں یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت رسولؐ نے پورے طور سے تعمیل حکم خدا نہیں کی اور یا یہ ماننا پڑے گا کہ آیت میں گنجائش ضرور تھی کہ حضرت رسولؐ اور کو بھی ساتھ لے جا سکتے تھے اگر کسی میں اس کا استحقاق ہوتا لیکن چونکہ اس کا استحقاق رکھنے والوں

میں ان حضرات کے علاوہ کوئی دوسرا موجود ہی نہ تھا اسلئے حضرت رسولؐ مجبوراً صرف انھیں لوگوں کو لے گئے۔ تاکہ دنیا پر روز ابد تک کے لئے بخوبی ثابت ہو جاسے کہ ان کے مقابلہ کا اس وقت کوئی دوسرا موجود نہ تھا، ورنہ حضرت رسولؐ ضرور اسے بھی ساتھ لے جاتے۔

پس ان متذکرہ دونوں صورتوں میں پہلی صورت کہ حضرت رسولؐ نے پورے طور سے تعمیل حکم خدا نہیں کی یہ تو ہے ناممکن اس لئے کہ خدا کے رسولؐ سے کسی قسم کی غلطی کا ہونا محال ہے۔ پس لازماً دوسری ہی صورت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ چونکہ اس زمانہ میں کوئی دوسرا اس کا استحقاق ہی نہیں رکھتا تھا کہ وہ ان حضرات کے علاوہ حضرت کے "ابناءنا"، "نساءنا" یا "انفسنا" میں داخل ہو سکتا اس لئے مجبوراً حضرت رسولؐ کسی اور کو ہمراہ نہیں لے جا سکے۔

اس آیت میں ایک بات اور بھی قابل لحاظ ہے کہ قرآن پاک کے اندر لفظ نساء تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) زوجہ کے معنی ہیں (۲) لڑکی کے معنی ہیں (۳) ماں کے معنی ہیں۔ پس قدرت نے گویا لفظ نسائنا استعمال کر کے موقعہ دیا تھا کہ اگر حضرت رسولؐ کے ازواج میں بھی کوئی اس پایہ کی عورت ہو تو وہ بھی اس روحانی جنگ یعنی مباہلہ کے میدان میں لیجائی جا سکتی تھی۔ اگر زوجہ میں کوئی بھی عورت اس کا استحقاق رکھتی تو حضرت رسولؐ اسے بھی ضرور اپنے ہمراہ لے جاتے یا اگر فاطمہ زہرؑا کے علاوہ حضرت رسولؐ کی کوئی دوسری لڑکی بھی ہوتی اور اس میں اس موقعہ پر ہمراہ لے جانے کا استحقاق بھی ہوتا تو رسولؐ اسے ضرور ساتھ لے جاتے لیکن حضرت رسولؐ کا کسی دوسرے کو اس موقعہ پر نہ لے جانا بتلا رہا ہے کہ نہ ازواج میں سے کوئی اس پایہ کی زوجہ تھی اور نہ لڑکیوں میں۔ (اگر کوئی تسلیم بھی کی جائے) کہ جو فاطمہ زہرؑا کے مقابل ہو سکے۔ اور اسی طرح حضرت علیؑ و امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے مقابلہ کا بھی کوئی دوسرا شخص اس وقت امتِ رسولؐ میں نہ تھا اور یہ شرف انھیں بزرگواروں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا جس سے دوسرے

محروم رہے۔

اسی متذکرہ بات کو دوسرے الفاظ میں جناب شیخ سیلمان الحنفی نے اپنی کتاب نیابیع المودۃ میں حضرت رسولؐ کی زبانی اس طرح نقل فرمایا ہے جس کے راوی سعد ابن ابی وقاص ہیں کہ جو ابو ریاح غلام ام المومنین ام سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو پیغمبر خداؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ کو ایک جگہ جمع کیا اور کہا کہ خدا کے علم میں اگر روئے زمین پر کوئی بندہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ سے زیادہ بزرگ ہوتا تو مجھے ان کو لے کر مباہلہ کرنے کا حکم دیا جاتا لیکن چونکہ تمام خلائق سے یہ افضل اور اکرم ہیں اس لئے خدا نے ان کو لے کر مجھے مباہلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ان ہی کی وجہ سے آج نصاریٰ مغلوب ہوں گے اور اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ یاد رکھو کہ یہ ہی میرے اہلبیتؑ ہیں۔

کتاب سیدہ طاہرہ کے ص۶۶ و ص۶۷ پر بھی بحوالہ مسند امام حنبل و ترمذی اور نسائی لکھا ہے کہ جب آیہ مباہلہ اتری تو

حضرت رسولؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور کہا "خداوندا یہی میرے اہلبیتؑ ہیں"، اور انھیں حضرات کو ساتھ لے کر مباہلہ کرنے تشریف لے گئے۔

ان کے علاوہ علمار اہلسنت میں سے محمد ابن خاوندشاہ نے اپنی کتاب روضتہ الصفا میں اور جناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ آیہ مباہلہ اترنے کے بعد حضرت رسولؐ اپنے ہمراہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ ہی کو مباہلہ کرنے کے لئے لے گئے تھے۔

تفسیر جامع البیان اور صواعق محرقہ ترجمہ فارسی صفحہ ۱۶۲ پر بھی درج ہے کہ مباہلہ کے روز حضرت رسولؐ اپنے ساتھ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ کو لے گئے تھے۔

الغرض جب آپؐ میدان مباہلہ میں تشریف لائے تو وہاں نصاریٰ اپنے علمار کے ساتھ پہلے سے پہونچ چکے تھے۔ جب انھوں نے ان حضرات کو آتے دیکھا تو ان کے دل لرز گئے۔ لوگوں سے پوچھا کہ محمدؐ کے ساتھ یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے انھیں

ان حضرات کے نام اور حضرت رسولؐ سے ان کے رشتہ کی تفصیل بیان کی تو ان کے سب سے بڑے عالم نے کہا کہ اگر محمدؐ اپنے دعویٰ میں سچے نہ ہوتے تو اپنے خاص عزیزوں کو ایسے خطرناک موقعہ پر نہ لاتے۔ اس کے علاوہ ان کی شان اور علامتوں سے بھی ظاہر ہے کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جن کے آنے کی بشارت انجیل میں ہے۔ ان کی نورانی شان کہہ رہی ہے کہ اگر یہ نفوس چاہیں اور دعا کریں تو خداوند عالم پہاڑ کو بھی اس کی جگہ سے اکھاڑ دے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ حضرت رسولؐ وہاں پہنچ گئے اور زانو زمین پر ٹیکا اور عیسائیوں سے فرمایا آؤ مباہلہ کرو۔ یہ دیکھ کر ان کے بڑے عالم نے اپنے ساتھیوں سے پھر کہا کہ دیکھو یہ دعا کے لئے بھی اسی طرح جھکے ہیں جس طرح انبیاء کا قاعدہ ہے۔ ان کی تمام علامتیں کہہ رہی ہیں کہ یہ وہی خاتم النبیینؐ ہیں کہ جن کی خبر تمام انبیاء سابق دے گئے ہیں۔ پس ان سے مباہلہ کرنے میں ہماری خیر نہیں ہے۔ پس جس طرح بنے ان سے صلح کر لو۔

تیرھواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور نزول آیہ تطہیر

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

(پ۲۲ سورہ احزاب ع۴)

کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آیہ تطہیر کا نزول ایک مرتبہ نہیں ہوا بلکہ کئی مرتبہ اور کئی جگہ ہوا ہے۔ عالم اہلسنت محب الدین طبری اپنی کتاب ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص۱۸۸ پر لکھتے ہیں کہ اہلبیتؑ کے لئے حضرت رسولؐ کا دعائے طہارت کرنا اور آیہ تطہیر کا تلاوت فرمانا دو مرتبہ ہوا ہے۔ ایک مرتبہ ام سلمہؓ کے مکان میں اور دوسری مرتبہ جناب فاطمہ زہراؑ کے مکان میں۔ لیکن میں مؤلف کتاب ہذا کہتا ہوں کہ اس سے بھی زائد مرتبہ ہوا ہے اس لئے کہ ام المومنین جناب عائشہ بھی ناقل ہیں کہ آیہ تطہیر کا نزول شان میں حضرات پنجتن پاک کے ان کے گھر میں بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ

اس کتاب میں آگے آپ پڑھیں گے۔

(۱) ام المومنین جناب ام سلمہؓ کے یہاں نزول آیۂ تطہیر کی نسبت جناب محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۸۸ پر اور امام حاکم نے مستدرک الجزء الثالث کتاب معرفتہ الصحابہ مناقب اہلبیت رسولؐ صفحہ ۱۴۶ پر و نیز علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور جلد پنجم صفحہ ۱۹۸ پر بذیل تفسیر آیۂ تطہیر لکھا ہے کہ ایک دن حضرت رسولؐ جبکہ وہ اپنی زوجہ ام المومنین ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے، جبرئیلؑ امین آیۂ تطہیر "انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً" لے کر نازل ہوئے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے اہلبیتؑ! اللہ کا بس یہ ارادہ ہے کہ تم کو ہر قسم کے رجس و کثافت سے پاک و پاکیزہ رکھے۔ (دیکھو پ ۲۲۔ سورہ احزاب۔ آیت ۳۳)

اس وقت حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ و فاطمہ زہراؑ و امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اپنے پاس طلب کیا اور امیر المومنین کو اپنے زانو کے پاس اور خاتونؑ جنت کو پشت کی طرف بٹھایا اور

دونوں نواسوں کو گود میں لے لیا اور ایک چادر اس طرح اوڑھی کہ پانچوں بزرگ اس کے اندر آگئے اور ہاتھ اٹھا کر آپ نے آیۂ تطہیر کی تلاوت فرمائی اور مناجات کی کہ اے خالق آسمان و زمین یہی لوگ میرے اہلبیتؑ ہیں جن کو تونے طاہر و مطہر فرمایا۔ اور ہر گناہ و برائی سے پاک و مبرا کیا اور انھیں اپنے خاص بندوں میں شامل کیا۔ پس میں تیرے اس لطف بے پایاں کا شکر نہیں ادا کرسکتا اور جو شخص ان سے لڑے میں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو شخص ان سے صلح کرے میں اس سے صلح اور دوستی کرنے والا ہوں۔ مناجات کرکے حضرتؐ نے معہ اہل بیتؑ کے سجدۂ شکر ادا کیا۔ بی بی ام سلمہؓ نے جو یہ شرف دیکھا تو اس چادر کا گوشہ پکڑ کر چاہا کہ خود بھی اس میں داخل ہو جائیں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ تم اس میں نہیں آسکتیں اس لئے کہ یہ شرف مخصوص ہے۔ البتہ تمھیں یہ خوشخبری دیئے دیتا ہوں کہ تم خیر پر ہو۔

دیگر علمار اہلسنّت علامہ دولابی، بیہقی و ابن منذر و

طبرانی نے بھی اس روایت کی تصدیق کی ہے اور امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور جناب شیخ سلیمان الحنفی نے بھی اپنی کتاب نیابیع المودۃ میں تحریر کیا ہے کہ آیۂ تطہیر پنجتن پاکؑ حضرت رسولؐ۔ حضرت علیؑ۔ جناب فاطمہ زہرؑا۔ جناب امام حسنؑ اور جناب امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۲) اس آیت کے جناب فاطمہ زہرؑا کے گھر کے اندر نازل ہونے کی سند تو خود حدیثِ کسا ہے جس کی بیان کرنے والی خود صدیقۂ طاہرہ جناب فاطمہ زہرؑا ہیں جس کا مختصر خلاصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ جناب فاطمہ زہرؑا کے گھر میں یہ حضرات پنجتن پاکؑ یعنی حضرت رسولؐ۔ حضرت علیؑ۔ جناب فاطمہ زہرؑا۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہما السلام ایک چادر کے نیچے جمع ہوئے۔ حضرت رسولؐ نے دعا فرمائی کہ "خداوندا یہ میرے اہلبیتؑ ہیں" جبرئیلؑ امین فوراً آیۂ تطہیر لے کر نازل ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

(۳) اور تیسری مرتبہ آیۂ تطہیر نازل ہونے کی ناقل ام المومنین جناب عائشہ ہیں جس کو اماماں اہلسنت امام احمد

بن حنبل و امام مسلم و امام ترمذی و ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و امام حاکم و علامہ سیوطی وغیرہ نے حضرت اُمّ المومنین عائشہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ ایک روز جناب پیغمبرؐ صبح کے وقت سیاہ کملی اوڑھے ہوئے آئے۔ ان کے بعد امام حسنؑ آئے اور آنحضرت نے ان کو کملی میں لے لیا۔ پھر امام حسینؑ آئے حضرتؐ نے ان کو بھی کملی کے اندر داخل کر لیا۔ پھر سیدہؑ آئیں ان کو بھی آپ نے کملی کے اندر کر لیا۔ پھر حضرت علیؑ آئے آپؐ نے ان کو بھی کملی کے اندر لے لیا۔ پھر حضور نے آیۂ تطہیر کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ خداوندا یہی میرے اہلبیتؑ ہیں۔

(دیکھئے صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل اہلبیت النبیؐ الجزء السابع ص۱۲۳ و ص۱۳۰۔ و جمع بین الصحیحین از علامہ حمیری حدیث ۲۶)

علماء اہلسنت میں سے شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے مدارج النبوۃ میں و شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ میں و محمد ابن خاوند شاہ نے روضۃ الصفا میں و مولوی محمد مبین الحنفی

فرنگی محلی لکھنوی نے وسیلۃ النجات میں و شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ازالۃ الخفا میں و محی السنۃ محمد حسین بغوی شافعی نے معالم التنزیل میں و امام بیضاوی نے تفسیر بیضاوی میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر سیوطی میں و نیز ابو داؤد۔ ترمذی و موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ جس روز سے یہ آیۂ تطہیر نازل ہوئی اس روز سے پیغمبرؐ خدا نے یہ معمول کر لیا تھا کہ ہر صبح کی نماز کے وقت جناب فاطمہ زہراؑ کے دروازہ پر آکر یہ فرماتے تھے کہ "السلام علیکم یا اہل البیت النبوۃ و رحمۃ اللہ و برکاتہ" اور اس کے بعد آپ آیۂ تطہیر کی تلاوت فرماتے تھے۔ حضرتؐ کی یہ آواز سن کر حضرت علیؑ گھر سے نکلتے۔ جواب سلام دیکر سید المرسلینؐ کے ہمراہ مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ (دیکھئے تفسیر در منثور از علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۵ ص ۱۹۹۔ و مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۸۵۔ و صحیح ترمذی تفسیر سورۂ احزاب و باب مناقب و کتاب مطالب السؤل از محمد طلحۃ الشافعی ص ۸ و ینابیع المودۃ از شیخ سلیمان الحنفی مطبوعہ اسلامبول الباب الخامس والخمسین ص ۱۷۴

و روضتہ الندیہ از علامہ محمد ابن اسمٰعیل صہ)

کتاب سیرۃ المحمدیہ اور جامع ترمذی میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ آیۂ مبارکہ کے نزول کے بعد چھ مہینے اور بروایتے نو مہینے تک پیغمبرؐ خدا نماز فجر کے وقت برابر جناب معصومہ کے دروازے پر آکر ان کو یہ کہہ کر سلام فرماتے رہے کہ "السلام علیکم یا اہلبیتؑ النبوۃ" اور پھر اس کے بعد حضرت آیۂ تطہیر کی بھی تلاوت فرماتے تھے۔

عالیجناب شاہ عبد القادر صاحب جو کہ محدّث دہلوی شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادے ہیں اور اہلسنّت والجماعت میں ایک مانے ہوئے محدّث ہیں وہ اپنی تفسیر میں بہ سلسلہ تفسیر آیۂ تطہیر لکھتے ہیں کہ مشہور روایتوں میں یوں ہی ہے کہ یہ آیت اہلبیت رسولؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اہلبیت رسولؐ سے مراد جناب فاطمہ زہرؑا۔ حضرت علیؑ۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ ہیں۔

عالم اہلسنّت علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ

(فارسی) کے ص۲۵۲ اور ص۲۵۳ پر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ صحابیٔ رسولؐ زید بن ارقم سے لوگوں نے پوچھا کہ آیا اہلبیت رسولؐ میں ازواج بھی شامل ہیں تو زید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ازواج طلاق دیئے جانے کے بعد اپنے ماں باپ سے ملحق ہو جاتی ہیں اور اہلبیتؑ صرف وہ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے اور وہ حضرات جناب محمد مصطفےٰؐ جناب فاطمہ زہرؑا۔ جناب علیؑ مرتضیٰ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔

اہلسنّت والجماعت کی دوسری کتابیں مثلاً خصائص نسائی۔ مناقب ابن مغازلی۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر بیضاوی۔ معجم کبیر طبرانی۔ مسند امام احمد بن حنبل و مسند ابی داؤد اور مفتاح الجنان میں بھی ہے کہ آیۂ تطہیر رسولؐ پاک۔ فاطمہ زہرؑا۔ حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے درمنثور جلد اوّل ص۶۰ و ص۶۱ پر تحریر کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ

اور حسینؑ کے واسطے سے خدا نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی تھی۔

ارجح المطالب کے صفحہ ۳۸۶ پر ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس نے میرے اہلبیتؑ میں سے کسی ایک سے بھی دشمنی کی اس پر میری شفاعت حرام ہے۔

ترمذی جلد دوئم صفحہ ۲۴۱ اور مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہلبیت النبی فصل اوّل صفحہ ۵۶۹ پر ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں تمھارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن دوسرے میرے اہلبیتؑ۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پہ جمع ہوں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس سلسلہ میں اس بات کو بھی واضح کردوں کہ زمانہ حال میں کچھ مسلمان ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو آیہ تطہیر میں ازواج رسولؐ کو بھی شامل بتلانے لگے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ دراصل ایسا ہی ہے۔ تو ان کی رد میں اوّل تو یہی بات کافی ہے کہ اہلسنّت

کے علمائے متقدمین جن کے اسمائے گرامی ہیں اس کے قبل اسی باب میں درج کر آیا ہوں وہ سب ان لوگوں کی بات رد کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید کی آیتیں بھی واضح کرتی ہیں کہ ازواج رسولؐ معصوم نہ تھیں اور ان سے غلطیاں بھی ہوئی تھیں۔ اب آپ ان تمام باتوں کو اختصار کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمایئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے۔ آیا ازواج رسولؐ معصوم تھیں اور آیۂ تطہیر میں شامل ہوسکتی ہیں یا نہیں؟

(۱) یہ کہ کسی حدیث یا واقعہ سے ثابت نہیں ہے کہ ازواج رسولؐ میں سے کسی نے کبھی بھی یہ دعویٰ کیا ہو کہ ہم معصوم ہیں یا ہم بھی آیۂ تطہیر میں شامل ہیں۔ اور جب ایسا نہیں ہے تو پھر کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ خواہ مخواہ ان کی نسبت ایسا عقیدہ قائم کرے جس بات کی وہ خود مدعی نہیں ہیں۔

(۲) یہ کہ جب حضرت رسولؐ کی بہت سی ازواج کی نسبت یہ بات ثابت ہے اور اس سے انکار ہی نہیں کیا جاسکتا

کہ ان میں سے کچھ ازواج زوجیت رسولؐ میں آنے سے پہلے کافرہ تھیں اور بعد میں مسلمان ہوئی ہیں تو پھر وہ کیسے معصوم مانی جاسکتی ہیں اور کس طرح ان کا شمار آیۂ تطہیر میں کیا جاسکتا ہے؟

(۳) یہ کہ اگر نمبر ۲ کے جواب میں یہ کہا جائے کہ بیشک وہ پہلے کافرہ تھیں لیکن آیۂ تطہیر اترنے کے بعد وہ پاک ہوگئی تھیں اور اس کے بعد ان سے غلطیاں نہیں ہوئیں تو یہ بات بھی وہ نہ تو واقعات سے ثابت کرسکتے ہیں اور نہ قرآن مجید ان کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے اس لئے کہ تمام علمائے اہلسنت والجماعت متفق ہوکر یہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید سورہ تحریم رکوع ایمں جو آیت "اِن تَتُوبَا اِلَی اللہِ فَقَد صَغَت قُلُوبُکُمَا" ہے۔ جس کا ترجمہ یوں ہے کہ "تم دونوں خدا سے توبہ کرو تو بہتر ہے اس لئے کہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں" ان دونوں سے مراد ازواج رسولؐ میں سے ام المومنین جناب عائشہ بنت ابوبکر اور جناب حفصہ بنت عمر ہیں۔ (دیکھئے مسند امام احمد بن حنبل جلد ا

ص۳۴۳ و کنز العمال ملا علی متقی جلد ۱ ص۲۶۹ تا ص۲۷۲ و تفسیر کشاف از علامہ زمخشری جلد ۲ تفسیر سورہ تحریم میں ص۴۶۹ تا ص۴۷۱ اور طبقات ابن سعد جلد ۸ ص۱۳۱ وغیرہ وغیرہ)

پس جب ازواج رسولؐ میں سے ام المومنین جناب عائشہ و جناب حفصہ کے متعلق قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے کہ ان دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے تھے اور خدا نے ان کو توبہ کرنے کی ہدایت کی تھی تو ان باتوں سے واضح ہو گیا کہ ان سے ضرور کچھ غلطیاں بھی ہوئی تھیں اور جب ان سے غلطیاں ہوئی تھیں تو وہ معصوم نہیں کہلائی جا سکتیں اور جب وہ معصوم نہیں کہلائی جا سکتیں تو وہ آیہ تطہیر میں بھی شامل نہیں ہو سکتیں

اب رہا یہ امر کہ ان دونوں ازواج رسولؐ سے کیا غلطیاں ہوئی تھیں تو وہ ان کی غلطیاں بھی کتب تفاسیر میں بالتفصیل درج ہیں جن کو میں نے اس کتاب میں بخوف طوالت درج نہیں کیا۔ لیکن اگر کوئی شخص تفاسیر کی کتابوں سے درگذر کر کے صرف قرآن مجید کے ظاہری الفاظ ہی پر غور کرے جو اس کے آگے

لکھی ہیں تو بخوبی اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ ان دونوں متذکرہ ازواج رسولؐ نے ضرور حضرت رسولؐ کے خلاف کوئی ایسی سازش کی تھی جو قدرت کو ناگوار معلوم ہوئی اور اس نے اپنی ناراضگی ان دونوں ازواج رسولؐ سے قرآن پاک میں جن الفاظ کے ساتھ کی ہے اسکا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ "اگر تم دونوں اپنی حرکت سے باز نہ آؤ گی اور میرے رسولؐ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتی رہو گی تو پھر یاد رکھو کہ میرا رسولؐ تنہا نہیں ہے۔ خود میں (یعنی اللہ) اور جبرئیلؑ امین اور نیک بندوں میں سے ایک صالح مرد[1] اس کا مددگار ہے اور ان کے علاوہ ملائکہ بھی اس کے مددگار ہیں۔" اس کے بعد خدا نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ان الفاظ کے ساتھ بھی نہایت سختی سے ان کی تنبیہہ کی کہ "اگر خدا کا رسولؐ تم لوگوں کو طلاق دے دیگا تو اس کا خدا اسے تم سے اچھی بیویاں عطا کرے گا جو فرمانبردار بھی ہوں گی۔ مومنہ بھی ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔ (پ۲۸ سورہ تحریم ع ۱) تو کیا ان آیات سے ثابت نہیں ہے کہ ازواج رسولؐ معصوم

---

[1] صالح مومن سے مراد کتب تفاسیر اہلبیتؑ میں حضرت علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ مؤلف

نہ تھیں بلکہ ان سے بھی خطائیں ہوتی تھیں؟

بہر حال یہ تو جناب عائشہ کی وہ غلطیاں ہیں جو انھوں نے حیات رسولؐ میں کیں۔ اب بعد رسولؐ بھی ان کی ایک غلطی کو سن لیجئے جو تمام تاریخ و سیر کی کتابوں میں بلا اختلاف درج ہے۔ کہ وہ معظمہ خلیفہ وقت نفس رسولؐ کہ جن کی نسبت حضرت رسولؐ یہ فرما گئے تھے کہ جس نے علیؑ سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی (دیکھئے ینابیع المودۃ اور مودۃ القربیٰ باب مناقب اہلبیت النبی) ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کو نکل پڑیں اور جنگ بھی کی جو تمام تاریخوں میں جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے کہ جس میں ہر دو طرف کے ہزاروں مسلمان بھی قتل ہوئے اور جس کی نسبت طرفداران جناب عائشہ بھی یہ نہ کہہ سکے کہ ان کی غلطی نہ تھی۔ ہاں پردہ پوشی کے خیال سے اسے جناب عائشہ کی خطاء اجتہادی قرار دے دی۔ بہر حال وہ ان کی خطاء اجتہادی ہو یا غیر اجتہادی خطا تو ثابت ہو ہی گئی اور وہ معصوم تو ثابت نہ ہو سکیں اور جب معصوم ثابت نہ ہو سکیں تو آیہ تطہیر

میں کیسے شامل ہو سکتی ہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ آیہ تطہیر میں ازواج رسولؐ شامل نہ تھیں اور جو اس وقت ان کی نسبت کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ازواج رسولؐ بھی آیۂ تطہیر میں شامل ہیں تو اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں ہے۔

چودھواں باب

جناب فاطمہ زہراؑ اور نزول سورہ دہر

سورہ دہر جسے سورہ ھَلْ اَتٰی بھی کہتے ہیں اور جو قرآن پاک کے پ۲۹ میں ہے اس کی نسبت جملہ علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ جناب فاطمہ زہرا۔ حضرت علیؑ۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے۔ جس میں خوش قسمتی سے ان حضرات کی پیروی کرنے کے سبب سے جناب فضہؓ بھی شامل ہیں۔

مشہور تفاسیر اہلسنت مثلاً تفسیر کشاف از علامہ زمخشری مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۵۱۱ وص۵۱۲ اور جلد ۳ ص۲۳۹ و نیز تفسیر بیضاوی (بہ سلسلہ تفسیر سورہ دہر) اور ارجح المطالب از عبید اللہ امرتسری باب دوم ص۲۰ پر درج ہے جسے واحدی نے اسباب النزول میں اور آغا سلطان مرزا نے کتاب البلاغ المبین کے ص۶۱ و ص۶۲ پر بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ

بیمار ہوئے تو حضرت رسولؐ کچھ لوگوں کے ہمراہ عیادت کو تشریف لے گئے اور جناب امیرؑ سے فرمایا کہ بہتر ہوتا کہ تم ان بچوں کی صحت کے واسطے کچھ نذر کرتے۔ یہ سنتے ہی جناب امیرؑ۔ فاطمہ زہرؑا اور فضہ نے تین تین روزوں کی نیت کی اور جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے بھی گو بچپنا تھا تین تین روزوں کی نیت کر لی۔

الغرض جب دونوں صاحبزادے صحتیاب ہوئے اور نذر کے پورا کرنے کا وقت آیا تو گھر میں کچھ نہ تھا۔ جناب امیرؑ نے شمعون یہودی کے یہاں سے تین صاع جو اس شرط پر قرض لئے کہ جناب فاطمہ زہرؑا اس کے عوض میں اُون کات دیں گی۔ اور اس کے بعد حضرت علیؑ تین صاع جو اور کچھ اُون لے کر گھر میں آئے چنانچہ سبھوں نے روزہ رکھا۔ جناب فاطمہ زہرؑا نے اس اُون کے تین حصّے کئے اور ایک حصّہ اُون کاتا۔ اور اسی طرح سے جَو کے بھی تین حصّے کئے اور ایک حصّہ جَو کو پیسا اور اس کی پانچ روٹیاں پکائیں۔ شام کو جب روزہ افطار کرنے کا وقت آیا تو ایک سائل نے آواز دی کہ اے اہلبیت محمدؐ میں ایک مسکین

مسلمان ہوں اور بھوکا ہوں مجھے کھانا دو۔ خدا تمھیں جنّت کے خوان عطا کرے گا۔ یہ سنتے ہی سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں اٹھا کر اس سائل کو دے دیں اور فقط پانی پی کر سو رہے۔ دوسرے دن پھر روزہ رکھے گئے اور دن میں جناب فاطمہؑ نے پھر دوسرا حصہ اُون کاتا اور دوسرا حصّہ جو لے کر اسے پیسا اور پھر اس کی پانچ روٹیاں تیار کیں اور جس وقت روزہ افطار کرنے کا وقت آیا اور چاہتے تھے کہ روزہ افطار کریں تو ایک یتیم نے آواز دی اور پھر سب نے اپنی اپنی روٹیاں اسے اٹھا کر دیدیں اور پھر پانی پی کر سو رہے اور تیسرے دن پھر اسی طرح تیسرا حصہ اُون جناب فاطمہ زہرؑا نے کاتا اور بقیہ جو کو پیسا اور اس کی بھی پانچ روٹیاں تیار کیں اور جس وقت افطار صوم کا وقت آیا اور چاہتے تھے کہ روزہ افطار کریں کہ ایک قیدی نے آکر آواز دی اور پھر سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں اٹھا کر دیدیں اور اس روز بھی صرف پانی سے افطار کر کے سو رہے۔

دوسرے دن حضرت رسولؐ فاطمہؑ کے گھر میں آئے اور دیکھا کہ

فاطمہؑ محراب عبادت میں ہیں ان کی آنکھیں دھنس گئی ہیں اور ان کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی ہے۔ بچوں کو دیکھا کہ بھوک کی شدّت سے کانپ رہے ہیں۔ حضرتؐ کو ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت رنج ہوا کہ حضرت جبرئیلؑ امین سورہ دہر لے کر حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسولؐ اللہ مبارک ہو کہ یہ پورا سورہ آپ کے اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔

یہ وہی سورہ دہر (یا ہل اتیٰ) ہے جو قرآن پاک کے ۲۹ پ میں ہے۔ جس میں خداوند عالم نے اہلبیتؑ رسولؐ کی مدح و ثنا کے پل باندھ دیئے ہیں۔ پہلے ان کی معرفت کرائی ہے پھر ان کے دوستوں کو جنّت کی خوشخبری اور ان کے مخالفین اور دشمنوں کے لئے جہنّم کے دردناک عذاب کی خبر دی ہے اور پھر خود ان کے لئے بوجہ ایفائے نذر اور اپنی محبت میں مسکین و یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے کے عوض میں فرمایا ہے کہ میں نے ان حضرات کو قیامت کے روز کے شر سے بالکل محفوظ کر دیا۔ اور وہ اس روز ہر طرح سے آرام ہی آرام میں رہیں گے

اور ان کو اس کے عوض میں خدا کی طرف سے جنت میں ملک کبیر عطا کیا جائے گا۔ اس فرمانے کے بعد خداوند عالم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ سب چیزیں تو ان کے صبر کرنے کے عوض میں ان کو ملیں گی لیکن اس کے علاوہ جو انھوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے یا دین کے معاملہ میں سعی و کوشش فرمائی ہے اس کا میں ان حضرات کا خود شکر گذار ہوں۔ اور پھر ان حضرات علیہم السلام کی مدح سرائی فرماتے ہوئے اس نے آخر میں ان کی شان میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ "وما تشاءون الا ان یشاء اللہ" یعنی اے اہلبیت رسولؐ تم تو وہ ہستیاں ہو کہ جب تک کہ کوئی چیز خدا نہیں چاہتا تم بھی نہیں چاہتے۔

پندرھواں باب

جناب فاطمہ زہراؑ اور آیۂ مودّت

پ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۲۳

مشہور و معروف علمار اہلسنّت والجماعت میں سے جناب امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اور علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں اور امام بیضاوی نے اپنی تفسیر بیضاوی میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر اکلیل میں اور علامہ حسن بن محمد نیشاپوری نے اپنی تفسیر نیشاپوری میں بہ سلسلۂ تفسیر آیۂ مودّت سعید ابن جبیر صحابیٔ رسولؐ سے روایت کی ہے کہ جب آیۂ مودّت "قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ" نازل ہوئی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے رسولؐ آپ اپنی امت سے فرما دیجئے کہ میں اپنی رسالت کا اجر (یعنی مزدوری) تم لوگوں سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ تو مسلمانوں نے پوچھا کہ حضورؐ کے وہ کون قرابت دار

ہیں جن کی محبت تمام مسلمانوں پر واجب کی گئی ہے اور جسے آپ کی رسالت کی مزدوری قرار دی گئی ہے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے فرزندان ہیں۔ اور کوئی شک نہیں کہ یہ شرف علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے فرزندوں کے لئے بہت بڑا اشرف ہے۔

متذکرہ بالا تفاسیر اہلسنت کے علاوہ اہلسنت والجماعت کے امام احمد بن حنبل و ابن ابی حاتم و امام طبرانی و امام بغوی و ثعلبی و حاکم و دیلمی و طبری وغیرہ نے بھی اپنی اپنی تفاسیر و سنن و مسانید میں اس آیت کے نزول کے بابتہ یہی لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کے جن عزیز قریب کی محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ان سے کون مراد ہیں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ علیؑ۔ فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

اہلسنّت کے مشہور عالم جناب مولوی محمد مبین الحنفی فرنگی محلی لکھنوی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں اس آیۂ مودّت

کی نسبت یہی لکھا ہے اور اس سے مراد حضرت علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہی کو بتلایا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی محبت تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور اس کے بعد وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آیۂ کریمہ "وَقِفُوهُم انهم مسئولون" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت کے روز خداوند عالم کچھ لوگوں کی نسبت حکم دے گا کہ "ان لوگوں کو روکو اس لئے کہ ان سے ابھی کچھ پوچھنا ہے" اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ روز قیامت تمام مسلمانوں سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے اہلبیتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور آیا تم نے ان کے ساتھ محبت کے حقوق کما حقہٗ ادا کئے یا نہیں؟ اور ان کی محبت و اطاعت و فرمانبرداری کا جو حکم پیغمبرؐ نے دیا تھا اس کی تعمیل کی یا نہیں؟ پس جو لوگ حکم رسولؐ کے مطابق ان کی اطاعت و محبت بجا لائے ہوں گے وہ داخل جنت ہوں گے اور جنھوں نے ان سے انحراف کیا ہوگا وہ عذاب دوزخ میں مبتلا کئے جائیں گے۔

آیت "وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ" کی نسبت جو پ ۲۳ سورہ

صافات رکوع ۲ پ ۲۳ ہے علمائے اہلسنت میں سے امام دیلمی نے فردوس الاخبار میں اور خواجہ عبید اللہ امرتسری نے ارجح المطالب کے باب دوئم ص۱۰۲ پر اور علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ کے باب دوئم ص۱۰ پر بھی یہی لکھا ہے کہ اس سے مراد ولایت علیؑ ابن ابی طالب ہے جس کے متعلق قیامت کے روز ضرور پوچھا جائے گا۔ پس جس نے قبول کیا ہو گا وہی نجات پانے والا ہو گا۔ (دیکھئے البلاغ المبین کتاب اوّل ص۶۶۱)

امام اہلسنت امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت رسولؐ سے یہ روایت لکھی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ شخص ہے جو میرے بعد میرے اہلبیتؑ کے حق میں بہتر ہو۔

اہلسنت کے دوسرے عالم امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر ثعلبی میں اسناد معتبر کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جنت اس شخص پر حرام کر دی گئی ہے جس نے میرے اہلبیتؑ پر ظلم کیا اور مجھ کو میری عترت اور اہلبیتؑ کے بارے میں اذیت دی۔

عالم اہلسنّت خواجہ عبید اللہ امرتسری نے ارجح المطالب کے صفحہ ۳۸۶ پر لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو بھی میرے اہلبیتؑ میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھے گا اس پر میری شفاعت حرام ہے۔

شاہ عبد الحق صاحب دہلوی نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں متذکرہ بالا حدیث درج کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جنت اس شخص پر حرام کر دی گئی ہے جس نے میرے اہلبیتؑ پر ظلم کیا اور اس کے بعد انھوں نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ سے مراد علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

سولھواں باب

جناب فاطمہ زہرًا اور حجۃ الوداع

معتبر و مستند کتب اہلسنت والجماعت مثلاً تفسیر در منثور[۱] علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ ص۲۹ و ریاض النضرہ[۲] محب الدین طبری الجزء الثانی باب الرابع الفصل التاسع فی فضائل علی ابن ابی طالبؑ ص۱۶۹ و ص۲۱۷ و مسند ابوداؤد طیالسی[۳] ص۲۳ و مسند[۴] امام احمد بن حنبل الجزء الرابع ص۲۸ و سر العالمین[۵] امام غزالی مطبوعہ بمبئی ص۹ و المستدرک[۶] امام حاکم الجزء الثالث ص۱۰۹ و ص۱۱۰ و ص۱۴۸ و قرأۃ العینین[۷] شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ص۲۰۰ و کنز العمال[۸] ملا علی متقی الجزء السادس ص۳۹۰ و حبیب السیر[۹] فارسی علامہ غیاث الدین ہروی الجزء سیوم ص۲۶ و ص۲۷ و تذکرہ[۱۰] خواص الامۃ علامہ سبط ابن جوزی الباب الثانی ص۱۷ و ص۱۸ و تفسیر کبیر[۱۱] امام فخر الدین رازی و تفسیر نیشاپوری[۱۲] امام نظام الدین حسن ابن محمد نیشاپوری و تفسیر[۱۳] مردویہ علامہ ابن مردویہ زیر تفسیر

آیہ "یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ" (پ سورہ مائدہ آیت ۶۷) جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ حسب ذیل ہے :-

جب عرب میں اسلام پھیل چکا اور حضرت رسولؐ کی وفات کا زمانہ قریب آگیا تو آپؐ نے سنہ ۱۰ھ میں خدا کے حکم سے تمام قبائل عرب کے پاس آدمی بھیج کر ان کو مطلع کیا کہ میں اسی سال حج کے لئے جارہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں سے زیادہ سے زیادہ آدمی اس حج میں شرکت کریں اس لئے کہ ارکان حج بتلانے کے علاوہ کچھ خاص باتیں بھی مسلمانوں کو بتلائی جائیں گی۔ حضرتؐ کے اس پیغام کا یہ اثر ہوا کہ رسولؐ کے اس آخری حج میں مسلمانوں کا اتنا بڑا مجمع ہوگیا جو اس کے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔ بقول جسٹس امیر علیؒ جو انھوں نے اسپرٹ آف اسلام کے ص۱۱۳ پر لکھا ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کی تعداد کم سے کم نوّے ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ چالیس ہزار تھی۔ چونکہ یہ حضرت رسولؐ کا آخری حج تھا اس وجہ سے کتابوں میں

اس حج کو حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

اس سفر میں حضرت رسولؐ نے خاص طور سے اپنے تمام عزیز و اقارب بشمولہ ازواج اور خاندان کی دوسری عورتوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ جناب سیدہؑ بھی اس حج میں حضرت رسولؐ کے ہمراہ تشریف لے گئی تھیں۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے اپنی تمام عمر میں صرف دو ہی سفر کئے تھے۔ پہلا سفر، یا ۸ سال کے سن میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف یعنی ہجرت کے وقت اور دوسرا سفر یہ تھا جو حضرت رسولؐ کے ہمراہ ان کے آخری حج میں کیا۔

یہ وہی حج ہے کہ جب آپ مکہ پہنچ گئے تھے تو جبرئیل امین آپ کی خدمت میں یہ آیت لائے "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ" (پ ۳۰ سورہ الم نشرح) جس کا ترجمہ جو تفسیر علی ابن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی زبانی لکھا ہے یہ ہے کہ "اے رسولؐ آپ (حج سے) فارغ ہو جائیں تو (علیؑ کو اپنی جانشینی کے لئے) نصب کر دیں۔ اور پھر اپنے پروردگار کی طرف

رجوع کریں۔

اہلسنت والجماعت کی تفسیر تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطی نے متذکرہ بالا آیت کی تفسیر میں درج فرمایا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ کو (علیؑ کی جانشینی کے اعلان کرنے کی نسبت) یہ خوف ہوا کہ کہیں قوم میری اس رسالت کو بھی حکم مودّت کی طرح میرے نفس کی طرف نہ منسوب کرے۔ تاہم آپ نے وہیں حج میں بروز عرفہ ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر قوم کی طرف خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا کہ "ایہا النّاس۔ اب میرا زمانہ رحلت قریب آگیا ہے لیکن میں تمہاری ہدایت اور رہبری سے غافل نہیں ہوں۔ میں تمہاری رہبری اور ہدایت کے لئے تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر میرے بعد تم ان کو اپنا ہادی اور رہبر بناؤ گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ دو چیزیں ایک کتاب خدا ہے اور دوسری میری عترت اور اہلبیت ہیں۔ ان دونوں چیزوں میں کبھی جدائی نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں چیزیں مجھ سے حوضِ کوثر پر

ملیں۔ پس تم لوگ ان دونوں چیزوں کا لحاظ رکھنا اور خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان سے کس طرح سلوک کرتے ہو۔ (صحیح ترمذی جلد دوئم ص ۲۴۱)

اس کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ اتنا فرمانے کے بعد حضرت رسولؐ نے ارادہ فرمایا تھا کہ مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد علیؑ کی خلافت کا باقاعدہ اعلان کردوں گا۔ لیکن جب حج سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت رسولؐ مدینہ منورہ کو واپس ہو رہے تھے اور جب آپ کی سواری ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ مطابق ۱۲ مارچ ۶۳۲ء بروز پنجشنبہ خم غدیر کے مقام پر پہونچی کہ جہاں تک حضرت کے ہمراہ پورا مجمع تھا (اس لئے کہ یہاں تک سبھوں کی واپسی کے لئے ایک ہی راستہ تھا اور یہیں سے مختلف راستے مختلف سمتوں کو جاتے تھے اور اس مقام سے لوگ حضرت رسولؐ سے جدا ہونے والے تھے) تو جبرئیل امینؑ یہ آیت لائے جو پ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱۰ میں ہے "یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ

فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ؁" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے رسولؐ جو حکم آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی اب تبلیغ کر دیجئے۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو (گویا) آپ نے کوئی کار رسالت ہی انجام نہیں دیا۔ اللہ آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ خدا کافروں کی ہدایت نہیں فرماتا۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبرؐ خدا نے وہیں اسی مقام پر قیام کر دیا حالانکہ وہ مقام کسی قافلہ کے ٹھہرنے کا نہ تھا۔ اور نہ وہ وقت ٹھہرنے کا کوئی وقت تھا۔ عین دوپہر کے وقت یہ حکم حضرت رسولؐ کو ملا تھا۔ حضرتؐ کے ٹھہر جانے اور ان کے حکم سے تمام ان کے ساتھی بھی وہیں اتر پڑے۔ اس وقت دھوپ کی شدت اور گرمی کی حدت کا یہ عالم تھا کہ لوگ پالانوں۔ چادروں اور عباؤں پر کھڑے تھے اور اونٹ کے سایہ میں پناہ لے رہے تھے۔

الغرض حضرتؐ کے حکم سے غدیر کا میدان صاف کیا گیا۔

ببول کی جھاڑیاں کاٹی گییں۔ ایک کشادہ خیمہ نصب کیا گیا۔
اور پالان شتر کا ایک نہایت بلند و بالا نشتر زینہ کا ممبر بنایا گیا۔
حیّٰ علیٰ خیر العمل کی آواز دلوا کر لوگوں کو قریب جمع کیا گیا۔ جو
لوگ آگے بڑھ گیے تھے ان کو واپس لوٹایا گیا اور جو پیچھے رہ گئے تھے
ان کا انتظار کیا گیا۔ پہلے نماز باجماعت ادا کی گئی بعدہٗ حضرت
رسولؐ حضرت علیؑ کو لے کر منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ
نہایت فصیح و بلیغ ارشاد فرمایا جس میں حمد باری تعالیٰ کرنے
کے بعد پہلے اپنی وفات کی خبر دی کہ میری وفات کا زمانہ اب
قریب آگیا ہے۔ اس کے بعد اپنے اہلبیتؑ طاہرین کے فضائل
و مناقب کا اظہار کیا اور ان کی اطاعت و تابعداری پر تمام
امت کو تاکید فرمائی۔ پھر آیات قرآنی کی تلاوت فرما کر حضرت
علیؑ کے ولیِ خدا ہونے۔ نماز کے قائم کرنے حالت رکوع میں خیرات
دینے اور ہر جنگ اور مشکل میں رسولؐ اور اسلام کی فداکارانہ
مدد کرنے کی یاد دلا کر حکم خدا سنایا کہ خدا نے حضرت علیؑ کو میرا
وصی اور امت کا امام مقرر فرمایا ہے اور حضرت علیؑ کی اطاعت

ہر مسلمان پر واجب کی ہے اور فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کو خبر کردوں کہ جو مسلمان ان کی امامت کا قائل ہوگا اور ان سے محبت رکھے گا خداوند عالم اسی پر رحم فرمائے گا اور اسی کو بخشے گا اور جو ان کی امامت سے انکار کرے گا اور ان سے بیوفائی کرے گا یقینی طور سے وہ عذاب کیا جائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔

بعد اس کے حضرت رسولؐ نے پورے مجمع سے سوال کیا کہ آیا میں تمھارے نفسوں پر تم سے زیادہ حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہوں یا نہیں؟ اور اس سوال کو حضرت نے تین مرتبہ تکرار کرکے پوچھا اور جب سب نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا کہ بیشک آپ ہمارے نفسوں پر ہم سے زیادہ حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہیں تو حضرت رسول نے حضرت علیؑ کو دونوں ہاتھوں کے ذریعہ اتنا بلند فرمایا کہ حضرت کی سپیدئ زیر بغل نمایاں ہوئی اور فرمایا کہ "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ"، یعنی "جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ اس کے مولا ہیں"۔ پھر خدا سے ان الفاظ

کے ساتھ دعا فرمائی کہ "خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو دوست رکھے علیؑ کو اور دشمن رکھ اس کو جو دشمن رکھے علیؑ کو۔" شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ حصہ دوئم میں اس واقعہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے متذکرہ بالا الفاظ کے بعد یہ بھی فرمایا کہ "خداوندا تو حق کو اس طرف موڑ جس طرف علیؑ پلٹیں۔"

بعد اس کے حضرت رسولؐ نے امت کو حکم دیا کہ حاضرین کا یہ فرض ہے کہ اس خبر کو غائبین تک پہونچائیں اور ہر باپ اپنے بیٹے کو قیامت تک یہ خبر پہونچاتے رہیں۔ سارے مجمع نے آواز دی کہ یا رسولؐ اللہ ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور ہم امر خدا و رسولؐ کے دل و جان سے فرمانبردار ہیں۔ تمام مسلمانوں نے حضرت علیؑ کو مبارکباد پیش کی اور حضرت عمر نے جن الفاظ میں مبارکباد دی وہ آج تک کتب اسلامی میں درج ہے۔

بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِب اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلَا کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ

یعنی "مبارک ہو مبارک ہو اے ابو طالب کے فرزند کہ آج آپ

نے اس حالت میں صبح کی کہ آپ میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولا بن گئے۔" (دیکھئے ریاض النضرہ محب الدین طبری جلد ۲ ص ۱۶۹ و سر العالمین امام غزالی مطبوعہ بمبئی ص ۹ وغیرہ وغیرہ)

امام اہلسنت امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند جلد ۴ ص ۲۷۲ و علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۱۷ و ص ۱۸ پر و ملا علی متقی نے کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۰ پر و علی ابن برہان الدین حلبی نے سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۰۸ پر و شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے قرۃ العینین ص ۲۰۷ پر و علامہ غیاث الدین ہروی نے حبیب السیر مطبوعہ قدیمی چھاپ بمبئی جلد اول جز سوئم ص ۱۴۴ و ص ۱۴۵ پر اور جناب سید شہاب الدین احمد صاحب نے اپنی کتاب توضیح الدلائل علیٰ ترجیح الفضائل باب مناقب علیؑ ابن ابی طالبؑ میں اس مندرجہ بالا واقعہ کو لکھنے کے بعد مختصر یا تفصیل کے ساتھ اس خطبہ کو بھی لکھا ہے جو حضرت رسولؐ نے خم غدیر کے میدان میں ارشاد فرمایا تھا جسے عالیجناب محمد ذکی صاحب قزلباش نے اپنی کتاب "خم غدیر" کے ص ۳۹ تا ص ۴۴ پر اور علامہ

سپہر کاشانی صاحب نے اپنی ناسخ التواریخ کے جلد ۱ کے ۴۹۰
پر بھی پوری تفصیل کے ساتھ درج فرمایا ہے جس کا اقتباس
اور خلاصہ میں آپ حضرات کے سامنے ذیل میں پیش کر رہا ہوں۔

خلاصہ خطبۂ غدیر

حضرت رسولؐ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد پہلے اپنی موت
کی خبر پہونچائی کہ اب میری زندگی میں زیادہ دن باقی نہیں
رہے۔ میں اب بہت جلد تم لوگوں سے رخصت ہونے والا
ہوں۔ تم لوگوں کو اس جگہ روکنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جبرئیلؑ
امین میرے پاس خدا کا ایک بہت اہم اور تاکیدی حکم لے کر
آئے ہیں کہ اگر میں اس حکم کو تم لوگوں کو اسی مقام پر نہ
پہونچاؤں تو ایسا ہے کہ گویا میں نے کوئی تبلیغ رسالت ہی
انجام نہیں دیا۔ اور جبرئیلؑ امین جو آیت لے کر آئے ہیں وہ
یہ ہے ”یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ
تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ

لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ (پ۶ سورہ مائدہ آیت ۶۷) جس کا ترجمہ یوں ہے کہ " اے رسولؐ جو حکم آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی اب تبلیغ کر دیجئے۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو (گویا) آپ نے کوئی کار رسالت ہی انجام نہیں دیا۔ اللہ آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ خدا کافروں کی ہدایت نہیں فرماتا۔" تو پس میں اس کے عتاب سے خوفزدہ ہوں اور صرف اس کے اس حکم کو پہونچانے کیلئے تم لوگوں کو اس مقام پر روکا ہے۔ اور اے لوگو میں جانتا ہوں کہ تم لوگوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو علیؑ سے بغض رکھتے ہیں اور میں جو ان کے کچھ فضائل بیان کرتا ہوں تو وہ آپس میں اس کی رد کرتے ہیں اور مجھ پر اتہام رکھتے ہیں کہ میں علیؑ کے فضائل اپنی طرف سے بیان کر دیا کرتا ہوں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان پر یہ حکم بہت ہی ناگوار گذرے گا اور اس مقام پر (یعنی دوران سفر) اس حکم الٰہی کے اعلان کرنے پر مجھے ان کی ذات سے خطرہ بھی تھا اس لئے میں نے ارادہ کیا تھا کہ مدینہ پہونچ کر اطمینان

کے ساتھ اس حکم الٰہی کا اعلان کروں گا لیکن خدا کا مجھے تاکیدی فرمان اسی مقام پر پہونچ گیا ہے کہ میں یہیں وہ حکم تم سبھوں کو پہونچا دوں۔ اور خدا نے دشمنوں سے میری محافظت کرنے کی بھی اس آیت میں ضمانت لے لی ہے۔ پس سنو کہ وہ حکم الٰہی یہ ہے کہ "یہ علیؑ جو اس وقت میرے پاس کھڑے ہیں جو دین و دنیا دونوں جگہ میرے بھائی ہیں اور جن کو مجھ سے ایسی ہی نسبت ہے جیسی ہارونؑ کو موسٰیؑ کے ساتھ تھی اور جن کی شان میں خداوند عالم نے "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ٥ بھی نازل فرمایا ہے (جس کا ترجمہ یوں ہے کہ) "بتحقیق نہیں ہے تمہارا حاکم سوائے اللہ کے اور اس کے رسولؐ اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نماز کو قائم کیا اور خیرات اس حالت میں دی جبکہ وہ رکوع میں تھے۔ (دیکھو پ ٦۔ سورہ مائدہ ع ٨)۔ پس اے لوگو یاد رکھو کہ یہ علیؑ ابن ابی طالب ہی ہیں جنھوں نے نماز کو قائم کیا اور خیرات رکوع کی حالت

میں دی ۔ بس یہی میرے بعد تمھارے ولی اور حاکم ہیں اور یہی میرے وصی میرے خلیفہ اور میرے بعد امّت کے امام بھی ہیں ۔ اور انھیں کی اطاعت خدا نے میرے بعد تمام امّت پر واجب فرمائی ہے ۔ بس یاد رکھو جس نے ان کی اطاعت کی اسی کے واسطے رحمت ہے اور جس نے ان کی مخالفت کی اس پر خدا کا عذاب ہو گا اور وہ پیش خدا و رسولؐ ملعون ہے ۔"

"اے لوگو جو کچھ خدا نے مجھے علم دیا ہے وہ سب میں نے علیؑ کو تعلیم کر دیا ہے ۔ پس علم سے جو مجھے معلوم ہے کچھ باقی نہیں ہے جو میں نے علیؑ کو نہ سکھا دیا ہو ۔ یہ وہی امام مبین ہیں جن کا ذکر خداوند عالم نے سورہ یٰسین میں کیا ہے کہ "کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ۝" یعنی ہم نے ہر چیز کا علم امام مبین کو دیدیا ہے ۔"

"اے لوگو ۔ یہ بھی یاد رکھو کہ یہ علیؑ تم سب سے بڑھ کر ہمیشہ میرے مددگار و ناصر بھی رہے ہیں ۔ اور میرے پاس ان کا حق تم سب سے زیادہ ہے ۔ اور تم سب سے زیادہ یہ میرے عزیز و قریب بھی ہیں اور قرآن مجید میں کوئی رضا کی آیت

نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ علیؑ اس میں داخل ہیں۔ اور اللہ نے کسی ایمان لانے والے کی تعریف نہیں کی مگر یہ کہ علیؑ اس میں شریک ہیں اور انھیں کی شان میں سورہ ہل اتیٰ بھی نازل ہوا ہے۔ اور اس بات کو بھی یاد رکھو کہ ہر نبیؐ کی ذرّیت اس کی پشت سے پیدا کی گئی ہے۔ اور میری ذرّیت علیؑ کے صلب سے پیدا ہو گی۔ پس جو لوگ اسے اور اس کے جانشینوں کو میری اولاد سے جو اس کی پشت سے ہوں گے قیامت تک امام نہ مانیں گے تو ان کے اعمال حبط کر لیے جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنّم میں رہیں گے۔ نہ انھیں مہلت دی جائے گی اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔"

"اے لوگو اس بات سے بھی آگاہ ہو جاؤ کہ علیؑ سے کوئی بغض نہ رکھے گا مگر شقی اور علیؑ سے کوئی محبت نہ کرے گا مگر پرہیز گار اور متقی۔ اور علیؑ ہی سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور علیؑ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے اپنے کو مجھ پر سے فدا کر دیا ہے۔ (غالباً شب ہجرت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے) پس

اے لوگو جو خدا نے ان کو فضیلت بخشی ہے اسے قبول کرو اور ان سے ضد نہ کرنا ورنہ تمھارے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے اور جو ان کی ولایت اور امامت سے انکار کرے گا وہ بلاشک جہنم میں جائے گا۔"

"اور اے لوگو علیؑ میرے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں اور پھر کہتا ہوں کہ جبرئیلؑ نے مجھے اللہ کی جانب سے خبر دی ہے کہ جس نے علیؑ سے عداوت کی اور ان سے محبت نہ رکھی اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اس پر خدا کا ضرور غضب نازل ہو گا۔ پس علیؑ سے مخالفت کرنے میں خدا سے ڈرنا اس لئے کہ علیؑ جنب اللہ ہے جس کی نسبت قرآن پاک میں آیت آئی ہے کہ "یٰحَسْرَتٰا عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ" یعنی افسوس ہے ان لوگوں کی حالتوں پر جو جنب اللہ کے متعلق تفریط کریں گے۔"

"اور اے لوگو علیؑ اور ان کی اولاد ہی میرے اہلبیتؑ ہیں اور اس بات کو بھی یاد رکھو کہ میں دو عظیم المرتبت چیزیں تم میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب خدا ہے اور دوسرے

میرے اہلبیتؑ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔"

"اور اس بات کو کبھی مت بھولنا کہ یہی میرے اہلبیتؑ خدا کی مخلوق ہیں میرے بعد خدا کے امین ہیں اور زمین پر اس کی طرف سے حاکم ہیں پھر تین بار فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے خدا کے حکم کو پہونچا دیا۔ اور یاد رکھو اس وقت مخلوق خدا میں سوائے میرے اور میرے بھائی علیؑ کے کوئی امیر المومنین نہیں ہے اور میرے بعد سوائے علیؑ کے کسی کا امیر المومنین بننا حلال و جائز نہیں ہے۔"

اس کے بعد پھر تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے ان سے تین مرتبہ سوال کیا کہ اچھا اب یہ بتلاؤ کہ کیا میں تمھارے نفسوں پر تم سے زیادہ اولی بالتصرف نہیں ہوں؟ اور جب تینوں مرتبہ سب نے اقرار کیا کہ بیشک آپ ہم سے زیادہ ہمارے نفسوں پر اولی بالتصرف ہیں۔ تب حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کے بازو کو تھام کر اتنا بلند کیا کہ ان کے پاؤں رسول اللہؐ کے

گھٹنوں تک پہونچ گئے۔ پھر فرمایا۔ "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ" یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں پھر خدا سے دعا فرمائی کہ "خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے"۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو پھر اچھی طرح سے سمجھ لو کہ میرے بعد قیامت تک کے لئے خدا نے امامت اور وراثت کو علیؑ اور اولاد علیؑ کے سپرد کیا ہے اور یہی لوگ میرے وصی، جانشین اور خلیفہ ہوں گے۔ پس چاہیئے کہ ہر حاضر غائب کو اور ہر باپ اپنے بیٹے کو قیامت تک یہ میری تبلیغ پہونچاتا رہے اور اس میں قصور نہ کرے"۔

پھر فرمایا کہ اے لوگو اس بات سے بھی آگاہ ہو جاؤ کہ قریب ہے کہ کچھ لوگ علیؑ اور میرے اہلبیتؑ سے مخالفت کریں گے اور میری اس وصایت کو غصباً اپنی مِلک بنالیں گے۔ پس آگاہ ہو جاؤ کہ غاصبین پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کے انصار اور ان کے تابعین بھی دوزخ کے اسفل مقام میں رہیں

گے۔ پس تم ان سے بچنا اور علیؑ ہی سے متمسک رہنا اس لیئے کہ فلاح و بہبودی علیؑ ہی کے دوستوں کے لیے ہے اور آخرت کی ہر طرح کی برائی علیؑ ہی کے دشمنوں کے لیئے ہے۔

یہ فرما کر حضرتؐ نے فرمایا کہ دیکھو جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکا پس اب تم یہ بتلاؤ کہ جو کچھ میں نے کہا تم نے اس کو سنا یا نہیں؟ اور تم اس کا اقرار کرتے ہو یا نہیں؟ پس اگر اقرار کرتے ہو تو زبان سے کہو کہ ہم نے سنا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم اس کی اطاعت کرتے ہیں اور کریں گے۔ پس تمام مجمع نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ جو کچھ آپ نے فرمایا بیشک ہم نے اس کو سنا اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ اطاعت کریں گے۔

خطبہ ختم کرنے کے بعد آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ خیمہ میں بیٹھ جائیں اور سب کو حکم دیا کہ گروہ گروہ خیمہ میں جا کر حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں اور ان کو مبارکباد دیں۔ پس سبھوں نے حکم رسولؐ کی اطاعت کی اور اس کا سلسلہ تین روز تک جاری رہا۔ اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان

وغیرہ وغیرہ سبھوں نے حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا اور انھیں مبارکباد دی۔ عام لوگوں کی مبارکباد ختم ہونے کے بعد حضرت رسولؐ نے امہات المومنین کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی جاکر حضرت علیؑ کو مبارکباد دیں اور انھیں امیر المومنین کہہ کر سلام کریں اور سبھوں نے تعمیل حکم کی اور حضرت علیؑ کو خیمہ کے اندر جاکر مبارکباد دیتی گئیں۔

اس سلسلہ میں اہلسنت کے ایک مشہور عالم سید علیؑ ہمدانی نے اپنی کتاب مودۃ القربیٰ طبع بمبئی ص ۱۶ پر حضرت عمر کے متعلق ایک واقعہ اس طرح نقل کیا ہے جس کے ناقل خود حضرت عمر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کو اپنے دونوں ہاتھوں پر بلند فرما کر یہ اعلان کر رہے تھے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ اس وقت میری بغل میں ایک خوبصورت اور خوشبودار جوان تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اے عمر۔ اس وقت حضرت رسولؐ نے علیؑ کی ولائت اور وصائت کی نسبت ایک ایسی مضبوط گرہ باندھ دی ہے جس کو وہی شخص کھولے گا جو منافق

ہو گا۔ پس اے عمر۔ تم ڈرو کہ کہیں تم ہی اس گرہ کے کھولنے والے نہ ہو۔ (حضرت عمر کہتے ہیں کہ) یہ سن کر جب میں حضرت رسولؐ کی خدمت میں، حاضر ہوا تو میں نے اس جوان کے قول کو نقل کیا جو اس نے مجھ سے کہا تھا۔ تو یہ سن کر حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اے عمر وہ کوئی آدمی نہ تھا بلکہ جبرئیلؑ امین تھے۔ انھوں نے چاہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی تم سے تاکید کر دیں۔

شاہ عبد الحق صاحب دہلوی نے بھی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ کی شان میں خم غدیر والی حدیث "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ" بالکل صحیح ہے اور اس کو ایک جماعت علماء اہل اسلام نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ مثلاً ترمذی، نسائی، احمد بن حنبل اور ان کے علاوہ دیگر علماء اسلام میں سے بھی اس کو کثیر لوگوں نے روایت کی ہے۔

عالم اہلسنت جناب علامہ ابو اسحاق ثعلبی نے بھی اس واقعۂ خم غدیر اور حدیث "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ" کی تصدیق کیا ہے اور اس کی تائید میں ایک واقعہ بھی درج کیا ہے جو

سورہ معارج کی ایک آیت "سَالَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ" کی تنزیل کے متعلق ہے جس آیت کا سلیس ترجمہ یہ ہے کہ ایک سائل نے خدا سے خود ایسے عذاب کی خواہش کی جو کفّار کے لئے ہے۔ جس کا دفع کرنا ممکن نہیں۔"

وہ واقعہ جو جناب ابو اسحاق صاحب ثعلبی نے اپنی تفسیر میں متذکرہ آیت کی تنزیل اور واقعہ خم غدیر کی تائید میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ جب خم غدیر کے واقعہ اور حضرت علیؑ کی نسبت حضرت رسولؐ کی حدیث "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ" کی شہرت عام ہوئی اور حضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو حارث بن نعمان فہری اس واقعہ اور حدیث کو سن کر بہت برہم ہوا اور وہ اپنے ناقہ پر سوار ہو کر خدمت رسولؐ میں آیا جبکہ حضرتؐ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ وہ اونٹ کو باہر مسجد کے باندھ کر خدمت رسولؐ میں آیا اور کہنے لگا کہ یا محمدؐ آپ نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا حکم دیا۔ ہم نے اس کی تعمیل کی لیکن آپ نے اس پر قناعت نہ کی اور بالآخر آپ نے اپنے چچا کے بیٹے کے بازو کو بلند کر کے اور

اس کو سب آدمیوں پر فضیلت دے کر حاکم بنا دیا اور فرمادیا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ کیا یہ بات آپ نے اپنے دل سے کہی یا منجانب خدا کہی؟ یہ سُن کر حضرت رسولؐ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور آپؐ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ یہ حکم میری طرف سے نہیں ہے بلکہ جو کچھ میں نے کہا وہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کے حکم سے کہا ہے۔ اور اس بات کا حضرتؐ نے تین مرتبہ اعادہ کیا۔

حضرتؐ کا یہ ارشاد سُن کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا اپنے ناقہ کی طرف چلا کہ "اے خدا اگر محمدؐ سچ کہتے ہیں تو آسمان سے پتھر برسا کر مجھ پر عذاب فرما۔" ابو اسحاق ثعلبی لکھتے ہیں کہ ابھی وہ اپنے ناقہ تک نہ پہنچا تھا کہ خدا نے آسمان سے اس پر پتھر برسائے جو اس کے سر پر گرے اور دبر کی راہ سے نکل گئے اور وہ وہیں سب کے سامنے مر کر ڈھیر ہو گیا اور تب خدا نے آیت نازل فرمائی "سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ"۔

علماء اہلسنت میں سے علامہ سبط ابنِ جوزی نے تذکرہ خواص

الامتہ الباب الثانی ص۱۸ و ص۱۹ پر و محبوب عالم صاحب نے اپنی تفسیر شاہی میں اور علامہ ابو السعود نے اپنی تفسیر میں بھی بہ ذیل تفسیر آیت مذکورہ "سال سائل" الخ اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے جیسا کہ علامہ ابو اسحاق ثعلبی نے اوپر لکھا۔

الغرض خم غدیر کا متذکرہ واقعہ اور حضرت رسولؐ کا اس روز حضرت علیؑ کی شان میں یہ فرمانا کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں" وغیرہ وغیرہ تاریخ اسلام کا ایک ایسا واقعہ ہے جسے متذکرہ بالا علماء کے علاوہ کثیر علماء اہلسنت والجماعت نے نقل فرمایا ہے۔ اور آغا محمد سلطان مرزا صاحب نے اپنی کتاب البلاغ المبین کتاب اوّل کے باب یازدہم میں اس واقعہ کو ایک سو باون ۱۵۲ علماء اہلسنت والجماعت کی کتابوں کے حوالہ سے درج کیا ہے اور موصوف نے اپنی کتاب میں ان کتابوں کے نام کے ساتھ ساتھ ان راویوں کے بھی نام درج کر دیئے ہیں جنھوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔

مختصر یہ کہ جب یہ سب واقعہ جناب فاطمہ زہراؑ نے اپنی

آنکھوں سے دیکھا ہوگا تو انھیں کتنی خوشی ہوئی ہوگی ۔ اور میرا تو یقین ہے کہ وہ بھی انھیں مبارکباد دینے اور امیرالمومنین کہہ کر سلام کرنے کے لئے ازواج رسولؐ کے ساتھ خیمہ کے اندر ضرور تشریف لے گئی ہوں گی ۔ اور میرا یہ بھی خیال ہے کہ شاید پروردگار عالم نے اپنی دیگر مصلحتوں کے ساتھ ساتھ اس مصلحت سے بھی اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہو کہ آپ اپنے اس سفر میں میری کنیز خاص فاطمہ زہراؑ کو بھی ساتھ لے لیں تاکہ وہ اس دنیا میں بھی کچھ (خواہ عارضی ہی سہی) حقیقی خوشی کا لطف بھی اٹھالیں کیونکہ ان کی زندگی میں تو شروع سے لے کر آخر تک مصائب ہی مصائب کی بھرمار رہی ۔

(واللہ اعلم بالصواب)

اس مقام پر اگر میں اس بات کو بھی واضح کردوں تو غالباً غیر مناسب نہ ہوگا کہ مسلمانوں میں اب کچھ افراد اس خیال کے بھی پیدا ہوگئے ہیں جو علیؑ کے فضائل کو یا تو سن نہیں سکتے اور یا غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ اس حدیث کے لفظ مولا کے معنی میں اختلاف پیدا کرکے خلافتِ علیؑ کے متعلق شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے

ہیں اور اس حدیث کے متعلق تمام دیگر باتوں سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ لفظ مولا کے معنی لغت میں صرف آقا اور حاکم ہی کے نہیں آئے ہیں بلکہ اس کے معنی دوست اور غلام کے بھی ہوتے ہیں اس لئے اس حدیث سے خلافت علیؑ نہیں ثابت ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا جانے رسولؐ نے کس معنی میں یہ لفظ مولا استعمال کیا ہے۔ ہم اس کے معنی حاکم ہی کیوں لیں۔

ہم اس کے جواب میں مختصر یہ عرض کرتے ہیں کہ لفظ اولیٰ یا مولا بالکل ہم معنی الفاظ ہیں۔ اور دونوں کے معنی حاکم اور اولیٰ بالتصرف کے ہیں اور اس مقام پر تو اس کے معنی کوئی دوسرے ہو ہی نہیں سکتے اور اس بات کو سمجھانے کے لئے اس حدیث کو سمجھنے کے قبل حضرت رسولؐ نے قرآنی آیت "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ" (یعنی نبی مومنین کے حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہیں) (پ۲۱ سورہ احزاب ع۱) کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں سے تین مرتبہ اقرار لے کر یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں تو کیا اس وضاحت کے بعد بھی کوئی عقلمند

آدمی لفظ مولا کے معنی میں شک کر سکتا ہے کہ یہ لفظ مولا اس مقام پر حاکم اور اولیٰ بالتصرف کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے؟

اس کے علاوہ قرآن مجید پ۱۷ سورہ حج ع ۱۰ پر خدا نے اپنے لئے بھی بندوں کے مقابلہ میں لفظ مولا ہی استعمال کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے "هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ" یعنی "وہی تمھارا حاکم ہے۔ پس کیسا اچھا تمھارا حاکم اور کیسا اچھا تمھارا مددگار ہے" تو کیا اس آیت قرآنی کے بعد بھی کسی کو شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ اس مقام پر لفظ مولیٰ کے معنی رسولؐ نے کیا لئے ہیں؟

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس مقام پر جو لفظ مولا استعمال کیا گیا ہے اس کے معنی حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہی کے ہیں جو اس وقت بھی لوگوں نے سمجھے تھے اور آج بھی سمجھنے والے سمجھ رہے ہیں۔ ورنہ تمام لوگوں کا حضرت علیؑ کو مبارکباد دینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں اور حارث بن نعمان فہری کے واقعہ نے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اس نے تو اور بھی روز روشن کی طرح ثابت کر دیا

کہ وہ بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو تمام مسلمانوں کا اپنے بعد کے لئے حاکم اور اولیٰ بالتصرف بنا دیا ہے۔ اور اسی سبب سے وہ ناراض بھی ہوا اور اس نے اپنے لئے عذاب کی خواہش بھی کی اور خدا نے اس پر اسی وقت عذاب نازل کر کے اس بات کی تصدیق بھی کر دی کہ واقعی خدا نے حضرت علیؑ کو حضرت رسولؐ کے بعد تمام مسلمانوں کا حاکم اور اولیٰ بالتصرف مقرر فرما دیا تھا اور جو بھی خدا کے اس حکم سے راضی نہ ہو گا وہ عذاب خدا کا مستحق ہو گا۔

اس تمام بحث سے قطع نظر کر کے اس کا جواب کہ حضرت رسولؐ نے کس معنی میں لفظ مولیٰ استعمال فرمایا ہے اور ہمیں اس کے کیا معنی لینا چاہیے۔ ایک سنی صوفی شاعر علی حسن جائسی نے اپنے فارسی کے ایک شعر میں جو کچھ کہا ہے وہ بھی سننے کے قابل ہے اور قابل صد تحسین و آفریں ہے کہ انھوں نے گویا سمندر کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

عبث در معنیٔ "من کنت مولا" میروی ہر سو = علیؑ مولا بایں معنی کہ پیغمبرؐ بود مولا

یعنی وہ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ "تم بلا وجہ "من کنت مولا" کے معنی میں سرگرداں ہو کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ (دوست کے ہیں غلام کے ہیں یا آقا اور حاکم ہیں) مختصر یہ کہ جس معنی میں بھی تم حضرت رسولؐ کو اپنا مولا سمجھتے ہو اسی معنی میں مولائے کائنات حضرت علیؑ بھی تمھارے مولا ہیں۔ یعنی تم اگر حضرت رسولؐ کو معاذ اللہ اپنا غلام یا معمولی دوست ہی کی حد تک سمجھتے ہو (جیسا کہ اس زمانے میں وہابی حضرات حضرت رسولؐ کو اپنا بڑا بھائی کہتے ہیں) تو بیشک حضرت علیؑ کو بھی تم ایسا ہی سمجھو اور اگر تمھارا ایمان یہ ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے بعد تمھارے حاکم اور آقا ہیں (جیسا کہ وہ واقعی ایسے ہیں) تو یقیناً تمھیں حضرت علیؑ کو بھی ایسے ہی اپنا حاکم اور آقا سمجھنا چاہیے اور اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا چاہیے۔[1]

---

[1] پس جب ایسا ہے تو بعد رسولؐ حضرت علیؑ کے ہوتے ہوئے ان کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا حاکم اور آقا سمجھ لینا کیا خدا اور رسولؐ کے حکم سے سرتابی اور سرکشی نہیں ہے؟ (مؤلف)

سترھواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور مرض الموت رسولؐ

اہلسنت کی مشہور تاریخ ابو الفدا حال وفات حضرت رسولؐ میں ہے کہ حجتہ الوداع اور خم غدیر کی کاروائی سے فارغ ہونے کے بعد حضرت رسولؐ جب مدینہ تشریف لائے تو تقریباً دو ماہ تک تندرست رہے اور بعدہٗ ماہ صفر ۱۱ھ میں آپ کو بخار آیا اور بالآخر اسی بیماری میں حضرت رسولؐ کا انتقال ہوا۔

کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے کہ جناب سیدہ آپ کی علالت کی خبر سن کر فوراً حاضر خدمت ہو گئیں اور آپ کی دلجوئی اور راحت رسانی کی خدمت انجام دینے لگیں۔ جب تک حضرت کے مرض میں اعتدال کی صورت رہی جناب سیدہ کا یہ معمول رہا کہ ہر روز اپنے پدر بزرگوار کی ضروری خدمتوں سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کے لئے اپنے گھر بھی تشریف لے جاتی تھیں اور وہاں کے بھی ضروری کام انجام دے کر پھر واپس چلی آتی تھیں۔ مگر جب

سے مرض میں شدّت ہوئی اور حضرت کی حالت دگرگوں ہونے لگی تو آپ نے اپنے گھر جانا ہی چھوڑ دیا اور اس وقت سے لے کر مرتے دم تک ہر وقت حضرتؐ کی خدمت ہی میں حاضر رہیں۔

(دیکھو کتاب سیدہ طاہرہ ص۱۴۳)

جناب فاطمہ زہرؑا کے ایسے وقت میں حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر رہنے کے مطلب یہ بھی ہوئے کہ جناب فاطمہ زہرؑا اس درمیان میں دوہری مصیبت میں مبتلا تھیں۔ ایک تو حضرت رسولؐ کی بیماری کا صدمہ ہی ان کے لئے کیا کم تھا اور خصوصاً اسوقت جبکہ حضرت رسولؐ اپنی موت کی خبر بھی دے چکے تھے اور دوسرے بعض اصحاب رسولؐ کی اپنے رسولؐ سے ایسے وقت میں بے اعتنائی اور کھلم کھلا مخالفت سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی تھی کہ جو بات ان سے کہی جاتی تھی وہ اس کا الٹا کر رہے تھے۔ مثلاً جب جناب فاطمہ زہرؑا نے دیکھا ہوگا کہ بابا جان نے اپنے اصحاب کو اسامہ کی ماتحتی میں مدینہ سے باہر جہاد کے لئے جانے کا حکم دیا ہے اور تعمیل حکم کے لئے تاکید بھی فرمائی ہے لیکن اکثر اصحاب، حضرت رسولؐ

کے حکم کی تعمیل نہیں کر رہے ہیں بلکہ الٹا حضرت رسولؐ کے حکم پر اعتراض کر رہے ہیں کہ انھوں نے اکابر صحابہ پر ایک غلام زادہ کو کیوں افسر مقرر کر دیا؟

یا مثلاً جب جناب فاطمہ زہراؑ نے دیکھا ہو گا کہ اپنے مرض کی بے چینی کے باوجود حضرت رسولؐ بکمال شفقت امت کو گمراہی سے بچانے کے لئے ایک تحریر لکھنا چاہتے ہیں اور اس کام کے لئے اپنے اصحاب سے قلم دوات طلب کرتے ہیں اور اصحاب رسولؐ کا یہ عالم ہے کہ قلم دوات کا دینا تو درکنار بلکہ جو دینا چاہتے ہیں انھیں بھی یہ کہہ کر روک دیتے ہیں کہ حضرت رسولؐ کا اس وقت دماغی توازن صحیح نہیں ہے بلکہ غلبۂ مرض کے سبب سے (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں۔ ہمارے لئے اب کوئی تحریر کی ضرورت نہیں ہے بلکہ کتابِ خدا کافی ہے۔ یا مثلاً جب جناب فاطمہ زہراؑ نے مشاہدہ کیا ہو گا کہ اصحاب کے اس رویہ پر بعض امہات المومنین نے ان اصحاب کو سرزنش کرنا چاہا تو الٹا ان اصحاب نے حضرت رسولؐ کی موجودگی ہی میں ان امہات المومنین

کو سختی سے ڈانٹ دیا وغیرہ وغیرہ تو حضرت رسولؐ کے ساتھ ساتھ ان اصحاب رسولؐ کی روش سے جناب فاطمہ زہرا کو بھی جتنی تکلیفیں پہونچی ہوں گی اس کا اگر ہم احساس بھی کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔

اب آپ ان تمام واقعات کو معتبر کتب اہلسنت والجماعت کے حوالہ سے سنئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ یہ تمام باتیں جو ذیل میں درج کی جا رہی ہیں حضرت رسولؐ کے ساتھ ساتھ جناب فاطمہ زہرا کو تکلیف دے رہی ہوں گی یا نہیں ؟

۱ مشہور علمار اہلسنت میں سے عالیجناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۴۸۹ پر اور علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب ملل ونحل جلد ۱ ص۲۰ پر اور علامہ طبری نے اپنی کتاب تاریخ طبری جلد ۳ ص۱۸۸ پر اور علامہ معتزلی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۲۱ پر ونیز علامہ ابن الوردی نے اپنی تاریخ ابن الوردی میں اور علامہ ابن حجر مکّی نے اپنی کتاب فتح الباری باب مناقب زید بن حارثہ میں اور علامہ واقدی نے اپنی کتاب مغازی واقدی میں اور علامہ محمد ابن اسحاق نے اپنی

کتاب سیرت ابن اسحاق میں اور عالیجناب جمال الدین صاحب محدث نے اپنی کتاب روضتہ الاحباب میں اور امام قسطلانی نے اپنی کتاب قسطلانی میں اور ملا یعقوب لاہوری نے اپنی کتاب رسالۂ عقائد میں اور علامہ ابی الحدید نے شرح ابن الحدید جلد ششم میں اور جناب نواب صدیق حسن خانصاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ میں اور علامہ کامل ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل جلد ۲ صنا۱۲ پر اور سید شریف علی ابن محمد نے شرح مواقف آخر کتاب تذئیل فی ذکر الفرق میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے جسے عالیجناب احمد حسین خاں صاحب (نواب صاحب پریاواں) نے بھی اپنی کتاب تاریخ احمدی کے صـ۹۳ و صـ۹۴ پر درج کیا ہے۔

خلاصہ کتب بالا:- حضرت رسولؐ نے ماہ صفر ۱۱ھ میں یعنی اپنے وصال سے صرف چند روز قبل جبکہ آپ اپنے مرض الموت میں مبتلا ہو چکے تھے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اہل روم سے جنگ کرنے کے لئے حضرتؐ کے آزاد کردہ غلام زید کے صاحبزادے اسامہ بن زید کی ماتحتی میں روانہ ہوں اور تاکید کی کہ جلد از جلد

سبھوں کی مدینہ سے روانگی ہو جائے۔ اُسامہ نے تعمیل حکم میں علم لے کر مدینہ سے روانہ ہو کر مقام جرف میں جو مدینہ سے ۲ میل شام کی طرف ہے پہنچ کر قیام کیا تاکہ پورا لشکر وہاں جمع ہو جائے تب آگے بڑھیں۔ حضرت رسولؐ نے اسامہ کی ماتحتی میں جانے کے لئے حضرت ابو بکر۔ حضرت عمر و حضرت عثمان و سعد ابن وقاص اور ابو عبیدہ جرّاح وغیرہ سبھوں کو حکم فرمایا تھا اور حضرت علیؑ کو مخصوص طریقہ پر اپنے پاس رہنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن جب صحابہ کو حضرت کے اس حکم کا علم ہوا تو بجائے تعمیل حکم کرنے کے حضرتؐ پر اعتراض کرنے لگے کہ حضرتؐ نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ اکابر صحابائے مہاجرین و انصار کو ایک غلام زادہ کی ماتحتی میں بھیج رہے ہیں۔ الغرض جب حضرت کو اصحاب کے اس اعتراض کی خبر ہوئی تو آپ ان اعتراض کرنے والوں پر اس درجہ غضبناک ہوئے کہ باوجودیکہ حضرتؐ بہت شدید بخار میں مبتلا تھے اور دردسر کی شدت کے سبب سے سر مبارک پر عصابہ بھی باندھے تھے اور گھر سے باہر نکلنے کے بالکل قابل نہ تھے لیکن پھر بھی حضرتؐ اس عالم میں ہوتے

ہوئے بھی گھر سے باہر تشریف لائے اور منبر پر جا کر بعد حمد و ثنائے الہی فرمایا کہ ایہا الناس! یہ کیا باتیں ہیں جو تم لوگ اسامہ کے امیر لشکر بنائے جانے پر ظاہر کر رہے ہو۔ تم اس سے بھی اس طرح انحراف کرنے لگے جس طرح جنگ موتہ میں اس کے باپ زید بن حارثہ کے سردار فوج بنائے جانے پر تم نے انحراف کیا تھا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ خدا کی قسم یہ بھی سرداری کا مستحق ہے اور اس کا باپ بھی امارت کا اہل تھا۔ لہذا تم لوگوں کو چاہئے کہ میرا حکم مانو اور اس کی سرداری قبول کرو اور اس کی ماتحتی میں جنگ کرنے کے لئے فوراً شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

حضرت کے اس خطبہ کے سبب سے لوگوں میں آمادگی پیدا ہو گئی اور لوگ رخصت ہو ہو کر لشکر گاہ کی طرف روانہ ہونے لگے لیکن حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور جو ان کے ساتھی تھے آخر وقت تک مدینہ نہ چھوڑتے گئے۔ یہاں تک کہ حضرتؐ کی حالت بہت خراب ہو گئی اور جب اسامہ کی ماں نے اسامہ کو کہلا بھیجا کہ حضرتؐ کی حالت نزع شروع ہو گئی ہے تو یہ سُن کر اسامہ اور جو بھی لشکر گاہ

تک پہونچ گئے تھے وہ سب کے سب بھی واپس چلے آئے۔

عالم اہلسنّت عالیجناب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۸۸ پر صاف صاف تحریر فرمادیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے اسامہ کی ماتحتی میں جانے کے لئے جملہ اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان و سعد ابن وقاص و ابو عبیدہ جرّاح وغیرہ وغیرہ کو حکم دے دیا تھا البتہ حضرت علیؑ کو مخصوص طریقہ پر اپنے پاس رہنے کا حکم دیا تھا۔ اور جب صحابہ نے حضرت کے اس حکم پر چہ میگوئیاں شروع کیں اور اعتراض کیا کہ حضرتؐ نے اس معاملہ میں انصاف سے کام نہیں لیا کہ اکابر صحابہ کو ایک غلام زادے کی ماتحتی میں بھیج رہے ہیں تو حضرت رسولؐ یہ سُن کر غضب ناک ہوئے اور بیماری کی حالت میں متذکرہ بالا خطبہ ارشاد فرما کے اسامہ کی ماتحتی میں جانے کی اصحاب کو تاکید فرمائی تو اور دیگر اصحاب تو رخصت ہو ہو کر لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوگئے لیکن حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ نے آخر تک مدینہ نہ چھوڑا یہاں تک کہ حضرت کی حالتِ نزع ہوئی اور اسامہ واپس مدینہ آئے اور نہ

ان کے ساتھ وہ تمام آدمی بھی واپس آگئے جو اسامہ کے لشکر گاہ تک پہونچ گئے تھے۔

علمار اہلسنت میں سے علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں سید شریف علی ابن محمد نے شرح مواقف میں اور عالی جناب جمال الدین صاحب محدث نے روضتہ الاحباب میں اور ملا یعقوب لاہوری نے رسالہ عقائد میں اور علامہ ابن ابی الحدید نے شرح ابن ابی الحدید جلد ششم میں اور جناب نواب صدیق حسن خانصاحب نے حجج الکرامہ میں و نیز تاریخ مظفری و مراۃ الاسرار حال مرض الموت رسولؐ میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو روانگی کی تاکید کے سلسلہ میں یہ بھی فرمادیا تھا کہ "خدا لعنت کرے اس پر جو لشکر اسامہ سے تخلف اختیار کرے"

۲ اب اس کے آگے آپ کچھ صحابائے کرام کی اس مخالفت کو بھی سنئے جبکہ حضرت اپنے مرنے سے صرف ۳-۴ دن قبل امت کی فلاح و بہبودی کے لئے اور ان کو گمراہی سے بچانے کے لئے ایک وصیت نامہ لکھنا چاہتے ہیں اور اس غرض کے لئے اصحاب

سے قلم دوات طلب فرماتے ہیں لیکن اصحاب رسولؐ اس حکم رسولؐ کی بھی تعمیل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی تحریر کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔

یہ ایک امر حقیقت ہے اور مرنے والے کا ایک عام حق بھی ہے کہ جسے سبھوں نے تسلیم کیا ہے اور قرآن پاک کے پ۲ سورہ بقرع ۲۲ میں خدا نے حکم بھی دیا ہے کہ مرنے والے کو چاہئے کہ جب وہ کوئی اچھی چیز چھوڑنے والا ہو تو مرنے سے پیشتر وہ وصیت کر جائے اور یہ اس مرنے والے پر ایک ضروری فرض ہے لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ حضرت رسولؐ کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہونے پائی اور بعض صحابائے کرام نے دخل در معقولات کر کے حضرت رسولؐ کو وہ اپنی آخری وصیت بھی نہ لکھنے دی جو آپ امت کی فلاح و بہبودی کے لئے اور اسے گمراہی سے بچانے کے لئے لکھنا چاہتے تھے۔

غور کیجئے اور ذرا انصاف سے دیکھئے کہ جب رسولؐ اللہ نے اپنی زندگی کے آخری وقتوں میں کہ جس وقت آپ بیماری

کے ہاتھوں نقل و حرکت کرنے سے بھی مجبور و معذور ہو چکے تھے۔ اپنے صحابۂ کرام کی یہ کھلی ہوئی بغاوت اور سرکشی کو دیکھا ہوگا تو حضرت رسولؐ کو کس قدر رنج ہوا ہوگا اور حضرت رسولؐ کی رنجیدگی سے جناب فاطمہ زہرؑا کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔ اس سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت رسولؐ آرام کے ساتھ مرنے بھی نہیں پائے بلکہ ایک ہجوم غم و رنج و فکر کا اپنے ہمراہ لے گئے۔ اب آپ ان تمام باتوں کو معتبر کتب اہلسنت والجماعت سے ملاحظہ فرمائیے۔

اہلسنت والجماعت کی مشہور و مستند کتاب صحیح مسلم جلد ۲ ص۴۳ مطبوعہ نولکشور میں ابن عباس سے ایک روایت درج ہے جو تاریخ احمدی کے ص۹۷ و ص۹۸ پر بھی بجنسہٖ موجود ہے کہ جب آنحضرتؐ کے مرض الموت میں شدت ہوئی تو جمعرات کے دن دولت کدۂ نبوت میں حضرت عمر ابن خطاب اور دیگر اصحاب جمع تھے۔ رسولؐ مقبول نے فرمایا کہ آؤ میں تمھارے لئے کچھ (بطور وصیت لکھ دوں) تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر

بولے کہ پیغمبرؐ صاحب غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں۔ (یعنی ہذیان بک رہے ہیں) ہمارے پاس قرآن موجود ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس بات پر حضار جلسہ میں اختلاف واقع ہوا۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسولؐ اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ آنحضرتؐ جو چاہیں تحریر فرمائیں اور بعض حضرت عمر کے ہم زبان تھے اور جب اس بات پر بہت شور اور اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالتؐ مآب نے "قُومُوا عَنِّی" (یعنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ) کہہ کر انھیں وہاں سے اٹھوا دیا۔ پس ابن عباس فرماتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگوں کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسولؐ اللہ کے ارادہ کتابت میں حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے آنحضرتؐ کچھ نہ لکھ سکے۔

اہلسنّت کی مستند ترین کتاب صحیح بخاری مطبوعہ بمبئی جلد پنجم صفحہ ۱۲ و صحیح بخاری مطبوعہ نظامی کانپور جلد دوئم صفحہ ۶۳۸ و صحیح بخاری باب کتابۃ العلم پ ۱ صفحہ ۱۰۶ پر ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کے مرض میں شدت ہوئی تو

اس وقت گھر میں بہت سے آدمی جمع تھے۔ ان میں عمر ابن خطابؓ بھی تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قلم دوات لاؤ تو میں ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ پس حضرت عمر نے کہا کہ نبیؐ پر درد کا غلبہ ہے ہمیں کتاب خدا کافی ہے۔

صحیح بخاری پ۱۱ کتاب المغازی باب مرض النبیؐ و وفات ص۱۰ و صحیح بخاری پ۱۲ باب جوائز الوفد ص۱۲۶ پر بھی یہ روایت ابن عباس سے اس طرح درج ہے کہ جناب ابن عباس بیان کرتے تھے کہ "آہ جمعرات کا روز کس قیامت کا تھا کہ اس روز حضرت رسولؐ خدا کا مرض تیز ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس قلم دوات لاؤ تاکہ میں تمھارے لئے وہ وصیت لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے تو اس پر لوگ وہاں جھگڑنے لگے۔ حالانکہ نبیؐ کے پاس جھگڑا کرنا مناسب نہ تھا۔ پھر لوگوںؓ نے کہا کہ رسولؐ اللہ

راگو صحیح بخاری کے اس نسخہ میں حضرت عمر کے نام لکھنے کے بجائے "وقال بعضھم" لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا لیکن موقعۂ مذکور پر لفظ بعضھم کے اوپر لکھا ہے "عمر ابن خطاب" یعنی دوات و قلم کے روکنے والے حضرت عمر تھے۔ (المولف)

ہذیان بک رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھے چھوڑ دو اس لئے کہ میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔

عالم اہلسنت علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب ملل ونحل میں لکھا ہے اور یہی بات بجنسہٖ تاریخ احمدی کے ص۹۹ پر بھی درج ہے کہ پہلا تنازع اور اختلاف جو رسولؐ مقبول کے زمانہ مرض میں واقع ہوا وہ تھا جس کو صحیح بخاری نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابن عباس سے یوں روایت کی ہے کہ جب رسولؐ اللہ کے مرض میں زیادتی ہوئی تو رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ مجھے دوات اور کاغذ دو تاکہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ ایسا لکھ دوں کہ جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے کہا کہ پیغمبر صاحب غلبہ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں۔ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ چنانچہ جب اس بات پر شوروغل ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تم لوگوں کو لازم نہیں کہ میرے حضور میں تنازع اور اختلاف کرو۔ اس بات کو یاد کرکے عبداللہ ابن

عباس فرمایا کرتے تھے کہ مصیبت اور عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف جس نے ہمارے اور پیغمبرؐ صاحب کی تحریر میں حائل ہو کر آنحضرتؐ کو کتابت سے باز رکھا۔

امام اہلسنّت امام طبرانی نے اس قلم دوات کے واقعہ کو درج کر کے یہ بھی لکھا ہے جو تاریخ احمدی کے ص۹۶ و ص۹۷ پر بھی بجنسہ درج ہے کہ جب اصحاب رسولؐ نے حکم رسولؐ کی تعمیل نہ کی اور آپس میں اختلاف ہونے لگا تو مخدراتِ عصمت نے پردے کے اندر سے اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم رسولؐ اللہ کا ارشاد نہیں سنتے ہو؟ اس پر حضرت عمر نے ان بیبیوں کو جواب دیا کہ تمھاری مثال صواحبات یوسفؑ کی ہے کہ پیغمبرؐ صاحب کی بیماری میں تو روتی ہو اور بوقت صحت ان کی گردن پر سوار ہوتی ہو۔ یہ سن کر حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ ان عورتوں سے متعرض نہ ہو یہ تم سے پھر بھی غنیمت اور بہتر ہیں۔

امام اہلسنّت امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۳۴۲ پر اور نواب صاحب پریاداں نے اپنی تاریخ احمدی

کے ص۱۹۸ پر بہ روایت سعید ابن جبیر اس قلم دوات کے واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن عباس یہ کہہ کر کہ "پنجشنبہ کیسا دن تھا" اتنا روے کہ موتیوں کی لڑی کی طرح ان کے رخساروں پر آنسو جاری ہو گئے۔ بعد ازاں کہا کہ پنجشنبہ وہ دن تھا جب حضرت رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سامان کتابت دو تاکہ میں تمہارے لئے کچھ ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ جس سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو مگر افسوس کہ لوگوں نے کہہ دیا کہ آنحضرتؐ غلبۂ مرض کی وجہ سے ہذیان بک رہے ہیں۔

یہی بات اہلسنت کی مشہور اور مستند کتاب صحیح مسلم کتاب الوصایا باب وصیۃ النبیؐ میں بھی درج ہے کہ حضرت ابن عباس پنجشنبہ کے دن رویا کرتے تھے یہاں تک کہ زمین پر پڑے ہوئے سنگ ریزے آنسوؤں سے تر ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دن تمام مصیبتوں کا دن ہے کیونکہ اس دن حضرت رسولؐ کو وصیت لکھنے نہ دی گئی بلکہ آنحضرتؐ کی نسبت کہا گیا کہ وہ ہذیان بک رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس کا اس واقعہ کو اور پنجشنبہ کے دن کو یاد کر کے رونا صحیح بخاری کتاب العلم باب کتاب العلم و کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب و کتاب المغازی باب مرض النبی و کتاب الجہاد باب ہل یستشفع الی اہل الذمہ و کتاب الاعتصام باب کراہتہ الخلاف میں بھی درج ہے۔

حضرت رسولؐ کا اپنے مرض الموت کے زمانہ میں صحابہ سے قلم دوات مانگنے کا قصہ اور حضرت عمر کا مخالفت کرنا اور کہنا کہ یہ غلبۂ مرض کے سبب سے ہزیان بک رہے ہیں ہمیں کتاب خدا کافی ہے متذکرہ بالا کتب اہل سنت کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسری اہلسنت ہی کی کتابوں میں بالتشریح درج ہے جن میں سے چند کتابوں کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ جس کی خوشی ہو اصل کتابیں دیکھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔

مزید تفصیل کتب اہل سنت جن میں واقعہ قرطاس درج ہے:۔

۱۔ تاریخ خمیس از علامہ حسین دیار بکری مطبوعہ مصر جلد دوم صـ ۱۸۱

۲۔ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ محمدی دہلی صـ ۵۵۴

۳۔ معارج النبوۃ از ملا معین کاشفی مطبوعہ نول کشور رکن چہارم ص۳۲۰

۴۔ روضۃ الاحباب از جمال الدین محدث مطبوعہ تیغ بہادر لکھنؤ ص۵۵۸۔

۵۔ الفاروق از علامہ شبلی صاحب مطبوعہ مفید عالم آگرہ حصہ اول ص۶۱۔

۶۔ سر العالمین از امام غزالی مطبوعہ بمبئی ص۹

۷۔ کتاب الشفا از علامہ قاضی عیاض مطبوعہ صدیقی بریلی ط۳۰۶

۸۔ تاریخ طبری از امام ابو جعفر محمد ابن جریر طبری جلد ۳ ص۱۹۳

۹۔ مدارج النبوۃ از شاہ عبد الحق صاحب دہلوی ص۵۰۰

اب رہ گیا یہ امر کہ حضرت رسولؐ اس اپنی آخری وصیت میں امت کو گمراہی سے بچانے کے لئے کیا لکھنا چاہتے تھے جو نہیں لکھنے دیا گیا تو اب آپ اس کو بھی اہلسنت والجماعت ہی کی کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام اہلسنت امام غزالی اپنی کتاب سر العالمین مطبوعہ مصر کے ص۱ پر تحریر فرماتے ہیں جس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے کہ

حضرت رسولؐ اپنے اس آخری وصیت نامہ میں امر خلافت کی نسبت لکھنا چاہتے تھے کہ ان کے بعد درحقیقت کس کو ان کا خلیفہ ہونا چاہیے جس کو حضرت عمر نے لکھنے نہیں دیا۔

۲۔ یہی بات عالم اہلسنت علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری الجز ثامن باب مرض النبی و وفات ص۱۰۱ پر بھی لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے ارادہ کیا تھا کہ اس تحریر میں اپنے بعد کے خلفاء کے نام تحریر کر دیں تاکہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

۳۔ یہی بات دوسرے علماء اہلسنت علامہ نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم جلد ۲ ص۴۲ پر اور علامہ شہاب الدین خفاجی شارح شفا قاضی عیاض نے اور حافظ شمس الدین محمد ابن یوسف کرمانی نے اپنی کتاب الکواکب الذوری فی شرح صحیح بخاری میں اور جناب عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب اشعۃ اللمعات کے جلد ۴ میں اور شمس العلماء ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتاب امہات الامۃ مطبوعہ دہلی کے ص۹۰ تا ص۱۱۲ پر اس واقعہ

کے ذیل میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "حضرت رسولؐ اپنے اس وصیت میں اپنے بعد کے لئے کسی شخص کو خلافت کے لئے نامزد کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمر نے دخل در معقولات کر کے بہترین انتظام کی صورت کو درہم برہم کر دیا"

ان متذکرہ علمائے کرام نے تو صرف اپنی اپنی رائے لکھنے پر اکتفا کی ہے اور کوئی بات ثبوت میں نہیں پیش کی لیکن اہلسنت کے مشہور عالم علامہ ابن ابی الحدید نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ الجزء ثالث صہ ۹۷ پر[1] ایک گفتگو جو حضرت عمر اور عبداللہ ابن عباس کے درمیان میں ہوئی ہے اس کو نقل کر کے اس کا ثبوت بھی فراہم کر دیا ہے کہ واقعی حضرت رسولؐ اس تحریر میں اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد کرنے والے تھے اور حضرت عمر سمجھ بھی گئے تھے کہ وہ کس کو نامزد کرنا چاہتے ہیں، اور اسی لئے انھوں نے دخل در معقولات کر کے حضرت رسولؐ کو وہ تحریر لکھنے نہیں دی اس لئے کہ حضرت عمر کی سمجھ میں حضرت رسولؐ جن کو اپنے بعد کے لئے اپنا خلیفہ نامزد کرنا چاہتے تھے

---

[1] نیز علامہ موصوف نے اپنی شرح نہج البلاغہ جزء ۱۲ صہ ۲۱ پر بھی یہی بات لکھی ہے۔ (مؤلف)

ان کا نامزد ہونا مفاد اسلام کے خلاف اور مضر تھا۔ اسی لیے انھوں نے اس چیز میں عمداً دخل در معقولات کر کے وہ تحریر حضرت رسولؐ کو لکھنے نہیں دی۔

اب آپ علامہ ابن ابی الحدید مذکور کی تحریر سے حضرت عمر کا وہ اقرار ملاحظہ فرمائیں جو کتاب البلاغ المبین کتاب اول کے ص۲۷۳ پر بھی درج ہے تاکہ پھر کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔

اس گفتگو کے دوران میں جو حضرت عمر اور عبداللہ ابن عباس کے درمیان واقع ہوئی ہے اس میں حضرت عمر نے عبداللہ ابن عباس سے بدیں الفاظ خود اقرار کیا ہے کہ "بات یہ تھی کہ حضرت رسولؐ علیؑ کی محبت میں بعض اوقات حق سے باطل کی طرف مائل ہو جایا کرتے تھے اور اس میں بہت مبالغہ فرماتے تھے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت رسولؐ اپنے مرض الموت میں اپنی خلافت کے معاملہ میں علیؑ کے نام کی تصریح کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں نے محض اسلام کی ہمدردی کے سبب سے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔ اس لئے

کہ کعبہ کے رب کی قسم علیؑ کے بارے میں قریش کا کبھی اجماع نہ ہوتا۔ اگر وہ خلیفہ ہو جاتے تو عرب ہر طرف سے ان پر یورش کر دیتے۔ پس جس طرح سے میں نے رسولؐ اللہ کے دل کی بات کو تاڑ لیا تھا اسی صورت سے رسولؐ اللہ میری بات کو سمجھ گئے اور اسی لئے وہ رک گئے۔

اب اس کے بعد مجھے کچھ نہیں کہنا ہے اس لئے کہ خداوند عالم تو قرآن پاک میں حضرت رسولؐ کی نسبت فرماتا ہے کہ "وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ"[1] یعنی ہمارا حبیب اس وقت تک کلام ہی نہیں کرتا جب تک کہ ہم اس کی جانب وحی نہیں فرماتے اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ "حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کی محبت میں بعض اوقات حق سے باطل کی طرف مائل ہو جاتے تھے اور اپنی آخری وصیت میں علیؑ کو خلیفہ نامزد کرنے میں غلطی کر رہے تھے"۔

اب جس کی خوشی ہو وہ خدا کے کلام کی تصدیق کرے اور حضرت رسولؐ کو حق پر سمجھے اور جس کی خوشی ہو حضرت عمر کے کلام

---

[1] دیکھئے ۲۷ سورۃ النجم ...

کی تصدیق کرے اس کو اختیار ہے۔

میں تو اب اس باب کو اس جملہ کے ساتھ ختم کر کے آگے بڑھتا ہوں کہ جس واقعہ کو عبد اللہ ابن عباس اپنے مرتے دم تک یاد کر کے رویا کرتے تھے کہ ہائے پنجشنبہ کا دن ایسا دن تھا کہ حضرت رسولؐ کو ان کی آخری وصیت نہیں لکھنے دی گئی تو جناب فاطمہ زہراؑ کا اس وقت کیا حال ہوا ہوگا جب کہ ان کی آنکھوں کے سامنے یہ واقعہ اور دیگر واقعات گذرے ہوں گے اور وفات رسولؐ کے بعد بھی جب وہ ان تمام باتوں کو یاد کر لیتی ہوں گی تو ان کے دل پر کیا گذرتی ہوگی کہ ہائے افسوس عام مسلمانوں کا بھی حق حضرت رسولؐ کو نہ دیا گیا کہ وہ اپنی آخری وصیت ہی کو ضبط تحریر میں لا سکتے۔ اور مرتے دم بھی حضرت رسولؐ کو چین سے مرنے نہ دیا گیا۔

اٹھارھواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور حضرت رسولؐ کی زندگی کے آخری لمحات

کتاب سیدہ طاہرہ کے ص۱۴۴ و ص۱۴۵ پر بحوالہ روضتہ الاحباب اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت رسولؐ کو یقین ہو گیا کہ اب ان کی زندگی صرف چند لمحوں کے لئے ہے تو آپ نے اپنے عزیزوں کو پاس بلا کر ان سے رخصت ہونا شروع کیا۔ اور جناب فاطمہ زہراؑ کو اپنے سینہ سے لگا کر بہت روئے اور روتے روتے جب خاموش ہو گئے اور دیر تک ان کو سینہ سے لگائے آنکھیں بند کئے رہے تو بعض لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ حضرت کی روح جسدِ مبارک سے پرواز کر گئی ہے اور جب جناب فاطمہ زہرؑا نے باواز بلند رونا شروع کیا تو آنحضرتؐ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ بیٹی مت رو اس لئے کہ تیرے رونے سے آسمان پر ملائکہ روتے ہیں۔

یہ فرما کر حضرت رسولؐ نے جناب سیدہ کے چہرہ سے خود آنسو پونچھے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ خداوندا سیدہؑ کو میری جدائی میں صبر عطا فرما۔ اس کے بعد جناب سیدہؑ کو صبر و شکر کی ہدایت کی اور اس کے بعد پھر آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ جناب فاطمہ زہرؑا نے پوچھا کہ بابا کیا آج آپ پر زیادہ تکلیف ہے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ بیٹی آج کے بعد تمھارے باپ پر کوئی تکلیف نہ رہے گی۔ پھر حضرتؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کو قریب بلوایا۔ اس وقت حضرتؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ امام حسنؑ نے حضرتؐ کے چہرہ پر امام حسینؑ نے حضرتؐ کے سینہ پر اپنا سر رکھ دیا۔ حضرت رسولؐ نے اپنے دونوں شاہزادوں کو سینہ سے لپٹا لیا۔ ان کے بوسے لئے۔ ان کے بالوں کی خوشبو سونگھی اور ان کی محبت اور تعظیم کے متعلق حاضرین کو وصیت فرمائی۔

تاریخ احمدی کے ص۹۹ و ۱۰۰ پر بحوالہ مدارج النبوۃ لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرتؐ نے حضرت علیؑ کو قریب بلایا اور جب

وہ حضرتؐ کے قریب آئے تو آپ نے بستر سے اپنا سر اٹھایا اور حضرت علیؑ کے بازو پر رکھ کر سہارا لیا۔ پھر فرمایا یا علیؑ میں نے لشکر اسامہ کی تیاری کے لئے فلاں یہودی سے اتنا روپیہ قرض لیا ہے اس کو ضرور ادا کر دینا۔ پھر اس کے بعد فرمایا اے علیؑ! میرے بعد تم پر بہت سے مصائب نازل ہوں گے لیکن تنگ دل نہ ہونا اور صبر سے کام لینا۔ اور جب دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کیا ہے تو تم دین کو اختیار کرنا۔ یہ کہتے کہتے حضرتؐ کی حالت متغیر ہو گئی اور اسی حالت میں شمع رسالت ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون رضاً بقضائہ وتسلیماً لامرہ)

کتاب ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہرا کے صفحہ ۱۵۰ و ۱۵۱ پر بروایت امالی عبداللہ ابن عباس سے روایت لکھی ہے کہ حضرتؐ کی بیماری کے زمانے میں ایک روز پیغمبرؐ خدا اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ حاضرین نے پوچھا کہ آپ اس قدر کیوں روتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی ذریت اور اس سلوک پر روتا ہوں جو اشرار امت میرے بعد ان سے

کمر یں گے۔ گویا کہ میں اپنی بیٹی کو دیکھ رہا ہوں کہ میرے بعد اس پر ظلم کیا جا رہا ہے اور وہ مجھے یاد کر کے بابا۔ بابا کہہ کر رو رہی ہے اور میری امت میں سے اس کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ گویا میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس کے گھر کی حرمت ضائع کی جا رہی ہے اور اسے ذلیل کیا جا رہا ہے۔ اس کا پہلو مجروح کیا گیا ہے۔ اس کا حمل ساقط ہوا ہے۔ اس کا حق غصب کر لیا گیا ہے اور وہ میری میراث سے بھی ممنوع اور محروم کر دی گئی ہے۔ حضرتؐ کی زبان سے یہ کلمات سُن کر جناب صدیقہ طاہرہؑ بھی رونے لگیں تو پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ اے میری بیٹی اور اے میری پارۂ جگر مت رو۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا کہ بابا میں اپنی مصیبتوں پر نہیں روتی بلکہ آپ کی جدائی پر روتی ہوں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے بیٹی غم نہ کھا اس لئے کہ میرے اہلبیتؑ میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی تو جب فاطمہ زہراؑ نے حضرتؐ سے یہ سنا تو رونا موقوف کر کے تبسم فرمایا۔

عالیجناب فوق صاحب بلگرامی نے اپنی کتاب سراج المبین

میں بحوالہ صحیح بخاری جلد ششم لکھا ہے کہ ہشام بن انس بن مالک راوی ہیں کہ میں نے حضرت رسولؐ کو علیؑ مرتضیٰ سے کہتے ہوئے سنا کہ تم پر میرے بعد ظلم کیا جائے گا۔ پس تم کو چاہیے کہ صبر کرنا یہانتک کہ مجھ سے وعدہ گاہِ کوثر پر ملاقات کرو۔

کتب اہلسنت معارج النبوۃ۔ مدارج النبوۃ اور روضۃ الاحباب حال وفات رسولؐ میں لکھا ہے کہ حالت بیماری میں حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علی دیکھو میں نے لشکر اسامہ کی تیاری کے سلسلہ میں فلاں یہودی سے روپیہ قرض لیا ہے تم اسے ادا کرنا اور دیکھو کہ میرے بعد تم پر بہت سی مصیبتیں پڑیں گی لیکن تم گھبرانا نہیں بلکہ صبر سے کام لینا اور جب تم یہ دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کیا ہے تو تم دین کو اختیار کرنا۔

اہلسنت کی کتاب طبقات ابن سعد میں تحریر ہے جو تاریخ احمدی کے صنا و صلا پر بھی درج ہے کہ جس وقت رسالت مآب نے وفات پائی ہے ان کا سر مبارک حضرت علیؑ کی آغوش میں تھا۔ نیز اسی کتاب میں ابو غطفان سے یہ بھی روایت درج ہے کہ میں نے

عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ آیا آپ نے دیکھا ہے کہ رسولؐ اللہ کا سر مبارک وقت وفات کس کی آغوش میں تھا۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ جب رسولؐ اللہ نے انتقال فرمایا تو آنحضرتؐ کا سر مبارک علیؑ ابن ابی طالبؑ کے سینہ سے لگا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ عروہ تو مجھ سے حضرت عائشہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ جب پیغمبرؐ صاحب نے انتقال فرمایا تو آنحضرتؐ انھیں کی گود میں تھے۔ عبداللہ ابن عباس بولے کچھ سمجھتے بھی ہو۔ خدا کی قسم جب رسولؐ اللہ نے وفات پائی تو وہ علیؑ کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تاریخ احمدی کے ص۱۰۱ پر بحوالہ خصائص نسائی لکھا ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ قسم خدا کی قریب ترین مردم بوقت وفات سرور کائنات علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ وقت وفات حضرت رسولؐ علیؑ سے بطور سرگوشی کچھ راز کی باتیں کر رہے تھے۔ پس علیؑ ہی وہ شخص ہیں جو رسولؐ مقبول کے آخر وقت سب سے زیادہ آنحضرتؐ سے قریب تھے۔

تاریخ احمدی کے ص۱۰۱ پر بحوالہ مستدرک امام حاکم بھی یہی

لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ اپنے وقت وفات تک حضرت علیؑ سے راز کے امور ارشاد فرماتے رہے اور اس کے بعد انتقال فرمایا۔

انیسواں باب

وفات رسولؐ اور سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی

تاریخ احمدی کے صفحہ ۱۰۰ پر بحوالہ تاریخ اہلسنت تاریخ طبری ابن جریر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ مقبول کی وفات کے وقت مدینہ میں حضرت عمر موجود تھے مگر حضرت ابوبکر حاضر نہ تھے وہ اپنی بیوی کے مکان موضع سنخ میں تھے جو مدینہ شہر کے باہر تھا۔ پس جب حضرت رسولؐ نے انتقال فرمایا تو حضرت عمر نے کہا کہ منافقین کو گمان ہے کہ حضرت رسولؐ فوت ہو گئے مگر بخدا حضرت رسولؐ فوت نہیں ہوئے۔

اس کے بعد اسی تاریخ احمدی کے صفحہ ۱۰۰ پر بحوالہ کتاب اہلسنت ملل ونحل از علامہ شہرستانی یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا کہ جو یہ کہے گا کہ رسولؐ اللہ کا انتقال ہو گیا ہے میں اس کو اپنی تلوار سے قتل کر دوں گا۔

اس کے بعد اسی تاریخ احمدی کے ص۱۰۱ پر بحوالہ روضتہ الاحباب از جمال الدین محدث (سنی عالم) یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر کے اس قول کو سن کر لوگ شک میں پڑ گئے کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوا ہے یا نہیں؟ اس وقت حضرت ابو بکر جو اپنے مکان واقع موضع سنح میں تھے ان کو رسولؐ اللہ کے انتقال کی خبر دی گئی تو وہ فوراً سوار ہو کر روتے ہوئے روانہ ہوئے اور مسجد نبویؐ میں پہنچ کر دیکھا کہ لوگ متفرق الحال ہو رہے ہیں۔

اس کے بعد اسی تاریخ احمدی کے ص۱۰۱ پر بحوالہ تاریخ اہل سنّت تاریخ ابو الفدا یہ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر قرآن مجید کی یہ آیت "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[1]" کی تلاوت فرمائی تو لوگ یہ سن کر متنبہ ہوئے اور ان کو رسولؐ اللہ کی موت کا یقین ہو گیا۔

اس کے بعد مشہور کتب اہلسنت تاریخ ابو الفدا۔ تاریخ طبری۔ روضتہ الصفا۔ مدارج النبوۃ۔ معارج النبوۃ۔ تاریخ ابن خلدون وغیرہ میں حال وفات حضرت رسولؐ میں لکھا ہے کہ حضرت

---

[1] سورہ آل عمران آیت ۱۴۴

ابوبکر کے یقین دلانے پر جب لوگوں کو حضرت رسولؐ کی موت کا یقین ہو گیا تو حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ کے درمیان کچھ آہستہ آہستہ باتیں ہوئیں اور اس کے بعد یہ حضرات ابوبکر اور دیگر اپنے ساتھیوں کو لے کر سقیفہ[1] بنی ساعدہ کی طرف چلے گئے جہاں خلافت کا مسئلہ طے ہونا تھا اور انصار اپنے میں سے سعد ابن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور یہ لوگ یعنی مہاجرین اپنے میں سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور حضرت رسولؐ کی تجہیز و تکفین کی طرف کسی نے بھی توجہ نہ کی۔

اس کے بعد تاریخ احمدی کے ص۸۱ پر تاریخ اہلسنّت تاریخ ابن خلدون کے حوالہ سے جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے سقیفہ میں پہنچ کر انصار و مہاجرین کے درمیان یہ تقریر کی کہ ہم لوگ یعنی مہاجر چونکہ انصار کے مقابلہ میں جناب رسولؐ خدا کے زیادہ رفیق و عزیز و قریب ہیں اور ہم نے انصار کے مقابلہ میں پہلے اسلام بھی قبول کیا اور ہجرت بھی کی لہذا انصار کے مقابلہ میں ہم مہاجر خلافت نبویؐ کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ اس گفتگو کا یہ نتیجہ

---

[1] سقیفہ بنی ساعدہ مدینہ سے ۳ میل کی دوری پر ایک مکان تھا جہاں اہلِ عرب قبل اسلام آپس میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ (دیکھو غیاث اللغات)

ہوا کہ انصار کی جماعت میں دو پارٹیاں ہو گئیں ایک جماعت نے مہاجرین کی طرف میلان خاطر کیا اور دوسری جماعت نے سعد ابن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہا اور اس طرح مہاجرین کی طاقت زیادہ ہو گئی اور سعد ابن عبادہ کے طرفداروں کی جماعت کمزور پڑ گئی۔

اس کے بعد تاریخ احمدی صـ۱۰۸ و صـ۱۰۹ پر بحوالہ تاریخ طبری جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انصار کی پارٹی کمزور پڑ گئی اور مہاجر کی پارٹی مضبوط ہو گئی تو حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمھاری بیعت کروں۔ حضرت ابو بکر بولے کہ نہیں بلکہ تم اپنا ہاتھ پھیلاؤ کیونکہ تم مجھ سے ہر طرح سے قوی ہو۔ کچھ دیر تک یہی کشمکش رہی بالآخر حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کا ہاتھ پھیلا کر ان کی بیعت کی اور کہا کہ تم اپنی قوت کے ساتھ میری قوت کو بھی شامل سمجھو۔

اس کے بعد تاریخ احمدی کے صـ۱۰۹ پر بحوالہ تاریخ کامل ابن اثیر تحریر ہے کہ حضرت عمر اور دوسرے اشخاص نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی مگر بعض انصار نے کہا کہ ہم سوائے

بیسواں باب

حضرت رسولؐ کی تجہیز و تکفین

اہلسنت کے مولوی جناب خلیل احمد صاحب حنفی نے اپنی کتاب ہدایت الرشید کے صفحہ ۱۵۱ پر تحریر فرمایا ہے کہ "آنحضرت روز وفات سے تین دن کے بعد دفن ہوئے۔ صحابائے کرام نے انتظام خلافت کو مقدم کر دیا اور کفن و دفن رسولؐ کو موخر کر دیا۔

تاریخ احمدی کے صفحہ ۱۰۴ پر بحوالہ تاریخ ابو الفدا اور تاریخ ابن الوردی لکھا ہے کہ آنحضرت نے دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا لیکن دفن رسولؐ کے نسبت اختلاف ہے کہ آپ منگل کو دفن ہوئے یا بدھ کے دن لیکن بدھ کے دن والی روایت صحیح تر ہے۔

جناب علامہ حسین دیار بکری نے جو مشہور علمائے اہلسنت میں سے ہیں اپنی تاریخ خمیس میں بروایت محمد ابن اسحاق تحریر فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے دوشنبہ کو وفات پائی اور شب چہار شنبہ کو دفن ہوئے۔

اہلسنت کے مشہور عالم جناب ملا علی متقی صاحب نے اپنی کتاب کنز العمال میں بذیل خلافت ابوبکر جلد سیوم مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۱۴۰ پر تحریر فرمایا ہے کہ پیغمبرؐ صاحب کے دفن کے وقت حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ موجود نہ تھے بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مرحلہ میں مشغول تھے اور قبل اس کے کہ یہ وہاں سے فارغ ہو کر واپس آئیں حضرت رسولؐ دفن ہو چکے تھے۔

کتب اہلسنت مجمع البحار گجراتی جلد ۲ نسبت فلتہ و روضتہ الاحباب صفحہ ۲۵ و ہدایت الرشید صفحہ ۱۵۱ و نہائت العقول مصنفہ امام فخر الدین رازی و استیعاب جلد دوئم صفحہ ۶۶۶ پر درج ہے کہ ابوذیب کہتا ہے کہ حضرت رسولؐ کی رحلت کے بعد ہم جو مسجد نبویؐ میں آئے تو اسے خالی پایا۔ مکان کے اندر سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ آنحضرتؐ کی نعش مبارک لٹائی ہوئی تھی۔ صرف آپ کے اہل و عیال آپ کے پاس تھے۔ میں نے پوچھا کہ مسلمان کہاں ہیں تو معلوم ہوا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے ہیں۔ پھر میں سقیفہ میں گیا تو وہاں میں نے حضرت ابوبکر و عمر اور ایک جماعت قریش کو

موجود پایا۔

اہلسنت کے مشہور عالم اور زمانہ حال کے محقق جناب شمس العلماء علامہ شبلی صاحب نے الفاروق میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور ان کے ساتھیوں نے عمداً حضرت رسولؐ کے کفن دفن پر نصب خلافت کو اس لئے مقدم کیا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو منافقوں سے اسلام کے لئے خطرہ تھا اور اسی لئے وہ کفن و دفن رسولؐ میں شرکت نہیں کر سکے۔

حقیقۃ الصدیق کے ص۱۱۰ پر اسی بات کی تائید میں جناب مولانائے روم کی مثنوی سے ایک شعر لکھا گیا ہے کہ مولانائے روم جو کہ اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں انھوں نے یہ شعر لکھ کر اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ وہ بھی اس بات کے قائل تھے کہ صحابائے کرام نے کفن دفن رسولؐ میں شرکت نہیں فرمائی بلکہ نصب خلافت کے پھیر میں پڑے رہے اور انھوں نے صحابہ کے اس فعل کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اسے حب دنیا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ شعر مولانائے روم کا یہ ہے جو ان کی مثنوی میں درج

ہے۔

چون صحابہ حب دنیا داشتند
مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

اہلسنت کی تاریخ ابن الوردی میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ کے غسل کے متولّی علیؑ[1] و عباسؓ[2] و فضلؓ[3] ابن عباس و قثم[4] ابن عباس و اسامہ[5] و شقران[6] تھے۔ عباس و فضل و قثم آنحضرتؐ کو پھیرتے تھے۔ اسامہ و شقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت علیؑ غسل دیتے تھے۔

تاریخ ابوالفدا میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ کے کفن و دفن میں سات آدمیوں سے زیادہ نہ تھے۔ لیکن دیگر کتب اہلسنت مثلاً کنز العمال از ملا علی متقی باب غسل نبیؐ و مستدرک از امام حاکم کتاب الجنائز و مروزی کتاب الجنائز میں تحریر ہے کہ آنحضرتؐ کے کفن و دفن کو صرف چار آدمیوں یعنی علیؑ[1] و عباسؓ[2] و فضلؓ[3] ابن عباس و صالح[4] غلام آنحضرتؐ نے کیا۔

تاریخ احمدی کے صفحہ ۱۰۲ پر بحوالہ تاریخ الخمیس و طبقات ابن سعد لکھا ہوا ہے کہ آنحضرتؐ کو غسل دیتے وقت حضرت علیؑ

کے سوا عباس و فضل وغیرہ جو حضرتؐ کے غسل میں حضرت علیؑ کے
ہمراہ شریک تھے سبھوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔
اس لئے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ پیغمبر صاحب نے مجھ سے وصیت
فرمائی ہے کہ اگر آنحضرت کو غسل دیتے وقت میرے سوا کوئی دوسرا
آنحضرت کے جسد مبارک کی طرف دیکھے گا تو وہ نابینا ہو جائے گا۔

اکیسواں باب

حضرت ابو بکر کی بیعت کا مطالبہ

کتب اہلسنت تاریخ ابوالفدا چھاپہ مصر صفحہ ۱۶۴ و تاریخ ابن جریر و تاریخ واقدی و کتاب سقیفہ از علامہ ابو بکر جوہری و کتاب الامامت والسیاست از علامہ ابن قتیبہ دینوری اور کتاب عقد الفرید از امام شہاب الدین احمد اندلسی وغیرہ وغیرہ میں بسلسلہ بیعت حضرت ابو بکر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر لوگوں کی بیعت لینے سے فارغ ہوئے اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے بیعت نہیں کی اور بنی ہاشم کی ایک جماعت و انصار میں سے کچھ لوگ و سلمانؓ فارسی و ابوذرؓ و مقدادؓ و عمار یاسرؓ وغیرہ نے بیعت نہیں کی اور یہ سب حضرت علیؑ کی طرف مائل ہیں تو انھوں نے اس معاملے میں حضرت عمر سے مشورہ کیا تو حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ جب تک حضرت علیؑ آپ کی بیعت نہیں کرتے آپ کی خلافت کو استحکام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے

مناسب ہے کہ اُن سے بھی کسی نہ کسی صورت سے بیعت لے لی جائے۔

پس آپس میں مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ اب اس معاملہ میں دیر نہ کرنا چاہیئے اور اپنی پوری قوت سے کام لے کر حضرت علیؑ سے بھی کسی نہ کسی صورت سے ضرور بیعت لے لیجائے۔ اور اس کام کیلئے پہلے حضرت علیؑ کو بلوایا گیا اور جب وہ تشریف نہیں لائے تو حضرت ابوبکر کے حکم سے حضرت عمر کافی مسلح لوگوں کو ہمراہ لے کر حضرت علیؑ کو زبردستی لانے اور اُن سے بیعت لینے کیلئے اُن کے گھر گئے۔ حضرت عمر نے اپنے ساتھ اُن کے گھر میں آگ لگانے کیلئے آگ بھی ہمراہ لے لی تھی۔

الغرض جب یہ لوگ اس طرح آمادہ ہو کر خانۂ علیؑ پر پہونچے اور اُنھیں آواز دی کہ باہر نکلو اور چل کر ابوبکر سے بیعت کرو ورنہ ہم تمھارے گھر میں آگ لگا دیں گے تو حضرت علیؑ نے یہ سن کر جواب دیا کہ یہ تم لوگوں کی بد عہدی ہے جو تم مجھ سے ابوبکر کی بیعت کے طالب ہو۔ اس لئے کہ حضرت رسولؐ مجھے تمام مسلمانوں کا حاکم مقرر کر گئے ہیں۔ اس وقت جناب فاطمہ زہراؑ چادر اوڑھ کر دروازے کے قریب آئیں اور حضرت عمر سے فرمایا کہ اے ابن خطاب یہ تمھاری کیسی زیادتی ہے کہ خلافت پر

قبضہ کرنے کے بعد اب تم ہمیں گھر میں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ کیا میرے بابا نے تم سے ہماری نسبت یہی وصیت کی تھی جو تم اُن کے بعد ہمارے گھر میں آگ لگانے آئے ہو۔ عمر نے یہ سن کر جواب دیا کہ میں اِن باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ تمام مسلمان ابوبکر کی بیعت کر چکے ہیں۔ اگر اس وقت علیؑ چل کر ابوبکر کی بیعت نہیں کریں گے تو ہم تمہارے گھر کو اور تم سب کو جو اس گھر میں ہیں جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ اے قوم تم نے رسولؐ اللہ کی نعش مقدس ہمارے آگے چھوڑ کر امر خلافت کو باہم طے کر لیا اور ہمارے حق پر نظر نہ کی۔ (دیکھئے تاریخ احمدی ۱۰۹ لغایۃ ۱۱۴)

اس کے بعد امام اہلسنت عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب **ملل و نحل** جلد اول مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ناراض ہو کر فاطمہ زہراؑ کے گھر میں آگ لگا دی اور دروازے کو گرا دیا۔ فاطمہ زہراؑ کے ایسی ضرب لگائی کہ جس کے صدمے سے آپ کی پسلی ٹوٹ گئی۔ آپ کا حمل بھی ساقط ہو گیا اور وہ بچہ جس کا نام حضرت رسولؐ نے اپنی زندگی میں محسن رکھا تھا وہ ضائع ہو گیا اور جناب فاطمہ زہراؑ

ضرب کھا کر بیہوش ہو گئیں حالانکہ اُس گھر میں اُس وقت سوائے علیؑ مرتضیٰ و فاطمہ زہرؑا حسنؑ اور حسینؑ کے باہر کوئی اور نہ تھا۔ اور اُس کے بعد حضرت عمر اور ان کے ساتھیوں کے ظلم سے مجبور ہو کر حضرت علیؑ کو گھر سے باہر نکلنا پڑا۔ اور ان کے ہمراہ حضرت ابوبکر کے پاس جانا پڑا۔

اہلسنت کے ایک دوسرے عالم علاّمہ ابن قتیبہ دینوری نے بھی اپنی کتاب **الامامت والسیاست** جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۹ پر اور جناب احمد ابوبکر جوہری نے بھی اپنی کتاب **سقیفہ** میں بہ سلسلہ بیعت ابوبکر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر نے زبانی ڈرانے پر اکتفا نہیں کی، بلکہ انھوں نے فاطمہ زہرؑا کے گھر میں آگ بھی لگا دی تھی وغیرہ وغیرہ۔

بیعت ابوبکر کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر کے حکم سے حضرت عمر کا خانہ جناب فاطمہ زہرؑا پر آگ اور لکڑیاں لے کر معہ مسلح جماعت کے جانا اور کہنا کہ اگر علیؑ اسی وقت گھر سے نکل کر ابوبکر کی بیعت نہ کر لیں گے تو ہم اس گھر کو معہ اس کے ساکنین کے جلا دیں گے وغیرہ وغیرہ۔

وغیرہ ایک ایسا اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے جسے بہ استثنائے چند قریب قریب سبھی اہلسنت مورخ نے اپنی اپنی کتابوں میں یہ تغیر

الفاظ درج فرمایا ہے۔ اُن میں سے چند معتبر کتب اہلسنت کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جو اُن کتابوں کے علاوہ ہیں جن کا اوپر تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

۱۔ تاریخ الامم والملوک مطبوعہ مصر جلد ۳۔ صفحہ ۱۹۸ مصنّفہ امام ابو جعفر محمد ابن جریر طبری۔

۲۔ عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد دوُم صفحہ ۱۷۶ مصنّفہ امام شہاب الدین احمد المعروف بہ ابن عبدربہ اندلسی۔

۳۔ تاریخ المختصر فی اخبار خیر البشر مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۱۵۶ مصنّفہ ملک المؤید عماد الدین اسمٰعیل ابو الفدا۔

۴۔ روض المناظر برحاشیہ تاریخ کامل جلد یازدہم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۲ مصنّفہ علامہ ابو الولید محمدؐ ابن شحنہ۔

۵۔ ازالۃ الخفا ترجمہ اردو مقصد دوُم مآثر ابوبکر مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۲۶ مصنّفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔

۶۔ استیعاب جلد اوّل مطبوعہ حیدرآباد دکن مصنّفہ امام عبد البر

۷۔ الفاروق صفحہ ۷۱ مصنّفہ شمس العلما مولوی شبلی نعمانی صاحب

۸۔ حدّ تحقیق مطبوعہ جعفری لکھنؤ ص۳۳۲ مصنفہ مولوی وحید الدین صاحب
۹۔ المرتضیٰ مطبوعہ امرت سر ص۴۵ مصنفہ حافظ عبد الرحمٰن صاحب امرتسری۔
۱۰۔ مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد نہم مطبوعہ مصر ص۴۵۶ مصنفہ علامہ مسعودی۔
۱۱۔ تحفۂ اثنا عشری مطبوعہ نولکشور ص۲۹۴ مصنفہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی۔
۱۲۔ رویائے صادقہ ص۱۵۲ مصنفہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی۔
۱۳۔ تاریخ بلاذری بہ تذکرۂ بیعت حضرت ابوبکر۔

نوٹ:۔ متذکرہ بالا کتب اہلسنت کے علاوہ انگریز مصنفین نے بھی اس واقعہ کو اپنی اپنی کتابوں میں یوں ہی درج فرمایا ہے جن میں سے چند مشہور کتابوں کے بھی نام درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر مؤلفہ گبن صاحب مطبوعہ فریڈرک اینڈ کمپنی لندن۔ جلد سیوم ص۵۱۹
۲۔ سکسرز آف محمدؐ مؤلفہ واشنگٹن اِرونگ ص۴ مطبوعہ جارج ہل اینڈ لندن۔

۳۲ تاریخ اسلام انگریزی اوکلی ص۳۸

الغرض بنی ہاشم کو اس ہنگامہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے اور آمادہ بہ جنگ ہوئے لیکن حضرت علیؑ نے وصیت رسولؐ کا خیال کر کے ان کو ہتھیار چلانے سے منع کر دیا اور خود طوعاً وکرہاً ان لوگوں کے ہمراہ حضرت ابوبکر کے پاس تشریف لے گئے جب کہ ان لوگوں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر بزعم خود ان کو گرفتار کر لیا تھا اور حضرت ابوبکر کے پاس پہونچ کر جو گفتگو حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر وغیرہ سے ہوئی اس کو اب آپ اگلے باب میں بصورت مکالمہ پڑھیں۔

بائیسواں باب

حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر کا مسئلۂ بیعت پر مکالمہ

حضرت عمر اور ان کے ساتھی بزعم خود حضرت علیؑ کو گرفتار کر کے برائے بیعت حضرت ابوبکر کے پاس لائے تو آپس میں جو گفتگو ہوئی اس کو بھی آپ اب کتب اہلسنت سے ملاحظہ فرمائیے۔

اس گفتگو کو علماء اہلسنت والجماعت میں سے بہت سے حضرات نے تحریر کیا ہے مثلاً جناب احمد ابوبکر جوہری نے اپنی کتاب سقیفہ میں اور جناب علامہ ابن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب الامامت والسیاست میں اور جناب علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب ملل ونحل میں اور جناب محمد ابن خاوندشاہ نے اپنی کتاب روضتہ الصفا میں اور عالیجناب جمال الدین محدث نے اپنی کتاب روضتہ الاحباب میں

لیکن سب کا مضمون تقریباً ایک ہے۔ اور انھیں متذکرہ بالا کتابوں کے حوالہ سے عالیجناب سید سجاد حسین صاحب فتحپوری نے اپنی کتاب ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہراؑ میں جو گفتگو بصورت مکالمہ درج فرمائی ہے اس کو میں ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

جس وقت حضرت علیؑ حضرت ابوبکر کے پاس بغرض بیعت جبراً و قہراً لائے گئے اور جو گفتگو آپس میں ہوئی وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت علیؑ :- مجھے یہاں کس لئے بلایا گیا ہے؟

حضرت ابوبکر :- آپ یہاں اس لئے بلائے گئے کہ جس طرح اور لوگوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے آپ بھی مجھ سے بیعت کر لیجئے۔

حضرت علیؑ :- اگر میں بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا؟

حضرت عمر :- اگر آپ بیعت نہ کریں گے تو خدا کی قسم ہم آپ کو قتل کریں گے۔

حضرت علیؑ :- کیا تم ایسے شخص کو قتل کرو گے جو خدا کا بندہ

حضرت عمر:۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آپ خدا کے بندے ہیں۔
لیکن اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ آپ رسولؐ کے
بھائی بھی ہیں۔ بہرحال آپ کو اس وقت ابوبکر
کی ضرور بیعت کرنی پڑے گی ورنہ آپ ضرور قتل
کئے جائیں گے۔

حضرت علیؑ:۔ اے عمر! تم لوگوں کا جو جی چاہے وہ کرو لیکن میں
بیعت نہیں کر سکتا بلکہ تم لوگوں کو لازم ہے کہ تم
خود میری اطاعت اور بیعت کرو۔ (دیکھو کتاب
الامامت والسیاست صفحہ ۱۷ الغایت ۲۲)

حضرت علیؑ کا یہ جواب سن کر عمر بہت برافروختہ ہوئے اور
حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

حضرت عمر:۔ (ابوبکر سے) آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بیعت کرنے
سے صاف طریقے سے انکار کر رہے ہیں تو آپ
ان کے قتل کا کیوں حکم نہیں دیتے کہ ہم انھیں
قتل کریں اور ہمیشہ کے لئے قصہ پاک ہو جائے۔

حضرت عمر کا یہ کلام سُن کر جناب حسنین علیہما السلام جو وہاں آگئے تھے اور اپنے پدر بزرگوار کے پاس عالم بے چارگی میں کھڑے یہ سب باتیں سُن رہے تھے بے اختیار ہو کر رونے لگے تو حضرت علیؑ نے ان کو سینہ سے لگا کر تسلی دی اور اس کے بعد آپ پیغمبر خدا کی قبر کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

حضرت علیؑ:۔ (پیغمبر خدا کی قبر کی طرف مخاطب ہو کر) یارسول اللہ آپ دیکھتے ہیں کہ قوم نے مجھ کو کتنا ضعیف کر دیا ہے اور قریب ہے کہ مجھ کو قتل کر ڈالے۔

یہ حال دیکھ کر بریدۃ الاسلمی صحابیٔ رسولؐ جو وہاں موجود تھے ان سے برداشت نہ ہو سکا اور انھوں نے عمر کو مخاطب کر کے کہا۔

بریدۃ الاسلمی:۔ اے عمر! یہ کیا غضب ہے کہ تم برادر رسولؐ اور پدرِ فرزندانِ رسولؐ سے ایسی گستاخی کر رہے ہو حالانکہ تم قریش کے ایک معمولی آدمی ہو۔ تم کو یہ زیبا نہیں ہے کہ بہترین خلق کے ساتھ تم

ایسا کلام کرو۔ کیا تم اور ابوبکر غدیر خم کے مقام پر نہ تھے جبکہ پیغمبرؐ خدا نے تم دونوں کو بلکہ ہم سب سے بھی فرمایا تھا کہ جاؤ علیؑ کو بہ امارت مسلمین سلام کرو اور انھیں اس امر کی مبارکباد دو۔ اور خود تم نے رسولؐ اللہ سے پوچھا تھا کہ کیا یہ امر منجانب خدا ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ ہاں منجانب خدا ہے۔

حضرت ابوبکر:۔ (بریدہ سے) یہ تو تم سچ کہتے ہو لیکن رسولؐ اللہ نے یہ بھی تو فرمایا تھا کہ میں اپنا جانشین اور خلیفہ کسی کو مقرر نہیں کرتا۔ تم جسے چاہے خود مقرر کر لینا۔

بریدۃ الاسلمی:۔ واللہ یہ غلط ہے! حضور سرور عالم نے یہ ہرگز نہیں فرمایا تھا۔ (یہ کہہ کر وہ بطور احتجاج یہ کہتے ہوئے اس جلسہ سے اٹھ کر چلے گئے کہ) بخدا اگر تم لوگوں

رہوں گا جہاں تم لوگ رہو۔ (دیکھو ناسخ التواریخ)

حضرت علیؑ:۔ (ابوبکر سے) ارے یہ کیسا جھوٹ ہے جو تم بول رہے ہو۔ رسولؐ اللہ نے یہ کب فرمایا تھا کہ میں اپنا جانشین اور خلیفہ کسی کو مقرر نہیں کرتا۔ تم جس کو چاہو خود مقرر کر لینا۔ اے ابوبکر! کیا تم کو مرنا نہیں ہے جو تم ایسی غلط بات حضرت رسولؐ کی طرف منسوب کر رہے ہو۔ کیا تم کو یہ بات یاد نہیں ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے میرے ہی بارے میں فرمایا تھا کہ علیؑ میرا وارث اور وصی اور میری امت کا میرے بعد امام ہے اور کیا میں ہی وہ نہیں ہوں کہ جسے ابھی تین مہینہ بھی نہیں ہوئے کہ حضرت رسولؐ نے تم سبھوں کے سامنے خم غدیر کے مقام پر یہ کہہ کر کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں" مجھے اپنا جانشین نہیں بنایا؟ اور کیا میری ہی نسبت

نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے ساتھ تھی؟ اگر
تم ان سب باتوں سے انکار کرتے ہو اور اس کو
تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت رسولؐ نے مجھے اپنی
زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تو پھر تم
اس بات سے تو انکار کر ہی نہیں سکتے کہ تم لوگوں
میں مجھ سے زیادہ حضرت رسولؐ کا کوئی عزیز و
قریب نہیں ہے تو پھر جس طرح تم نے انصار پر
پیغمبرؐ کی قرابت کو اپنے لئے وسیلہ قرار دے کر
حجت تمام کی تھی اور ان کو قائل کر کے خلافت
حاصل کر لی۔ پس میں اسی طرح اب وہی حجت
تم لوگوں کے مقابلہ میں پیش کرتا ہوں کہ میں
رسولؐ اللہ سے تم لوگوں سے زیادہ قریب تر ہوں
اور تم لوگوں سے زیادہ ہر مصیبت کے وقت
رسولؐ اللہ اور اسلام کے میں کام آیا۔ میں نے
ہی سب سے پہلے رسولؐ اللہ کی تصدیق کیا۔ میں

ہی صدیق اکبر ہوں اور میں ہی ہمیشہ اشاعت
اسلام میں رسولؐ اللہ کا داہنا بازو بنا رہا۔ پس
اب تمھیں بھی چاہئے کہ میری حجّت کو قبول کرو اور
جس طرح انصار نے بوجہ قرابت رسولؐ تمھارے
ساتھ انصاف کیا اسی طرح تم کو بھی لازم ہے کہ
میرے ساتھ انصاف کرو اور حق سے منھ نہ موڑو
اور مجھ سے بیعت طلب کرنے کے بجائے مجھ سے
بیعت کرتے جاؤ۔ (دیکھو کتاب روضتہ الاحباب
اور کتاب الامامت والسیاست وغیرہ وغیرہ)

ابو عبیدہ جرّاح:۔ (حضرت علیؑ کی گفتگو سن کر) اے علیؑ! بیشک یہ
تمام باتیں جو آپ نے فرمائیں بالکل سچ ہیں۔
ہمیں آپ کی کسی فضیلت سے انکار نہیں ہے۔ ہم
مانتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ خلافت کے
مستحق ہیں لیکن چونکہ ابھی آپ کا سن کم ہے اور
اکثر اہل عرب کے قلوب آپ کی طرف سے صاف

نہیں ہیں اور ان کی جانب سے آپ کی خلافت

پر فتنہ و فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور

ابو بکر سن رسیدہ اور تجربہ کار ہیں اور زمانہ

کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف ہیں اس

لئے ہم لوگوں نے ان سے بیعت کر کے ان کو

خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ جب آپ کا سن شریف

اس درجہ پر پہنچ جائے گا تو خلافت آپ

کے سپرد کر دی جائے گی جس کے آپ ہر طرح

سے مستحق ہیں مگر بالفعل جس طرح اور اصحاب

نے بہ اتفاق ابو بکر کی بیعت کر لیا ہے آپ

بھی ان سے اتفاق فرمائیے اور مخالفت

کر کے امت نبیؐ میں تفرقہ نہ ڈالیے۔

حضرت علیؑ:۔ (ابو عبیدہ سے مخاطب ہو کر) اے ابو عبیدہ!

ایسی بات تم کو کہنا مناسب نہیں ہے جو حق

کے منافی اور دیانت کے خلاف ہو۔ کم سنی کا

جو عذر تم نے کیا ہے وہ ویسا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت داؤدؑ سے حضرت سلیمانؑ کی نسبت کیا تھا جب کہ انھوں نے بحکم خدا حضرت سلیمانؑ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ پس اے ابو عبیدہ اپنے حال پر رحم کرو اور جو بات صدق وصفا کے خلاف ہو زبان سے نہ نکالو اور جو عزت جناب باری تعالیٰ نے خاندان نبوت کو عطا فرمائی ہے اس کو دوسرے خاندان میں منتقل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا۔ اس کے معانی اور نکات سے ہم واقف ہیں اور شریعت اور مصالح ملت

---

(۱) تاریخ ابو الفدا و تفسیر ثعلبی و معالم التنزیل کتب اہلسنت میں لکھا ہے کہ جب حضرت داؤدؑ نے منجانب خدا حضرت سلیمانؑ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تو بنی اسرائیل نے جناب سلیمانؑ کے کمسنی کا عذر کر کے اس پر اعتراض کیا لیکن جناب داؤدؑ نے فرمایا کہ مجھے خدا کا ایسا ہی پیغام ملا ہے اور میں اس کی مخالفت نہیں کر سکتا چنانچہ باوجود کمسن ہونے کے خدا کے حکم سے جناب داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ ان کے خلیفہ مقرر ہوئے۔

کو دوسروں کی بہ نسبت ہم بہت زیادہ جاننے والے ہیں۔ امر خلافت ہمارے لئے ہے اور ہم اہلبیتؑ ہی اس کے حقدار ہیں اور انتظام ملک و رعیت پروری کے انداز تم ہم سے زیادہ نہیں جانتے اور خدا اور رسولؐ کے جو احکام میرے بارے میں صادر ہوئے ہیں وہ مہمل اور بے موقعہ نہیں ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر تم خلافت پر متصرّف ہو گئے تو ضرور حق سے تجاوز کرو گے کیونکہ تم ان چیزوں سے واقف نہیں ہو جنہیں جاننا چاہیئے۔ پس تم لوگوں کو لازم ہے کہ غلطی نہ کرو اور اپنے نفس کی مطابقت سے پرہیز کرو ورنہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔ (دیکھو احتجاج طبرسی اور روضتہ الصفا اور روضتہ الاحباب وغیرہ وغیرہ۔)

بشیر انصاری:۔ اے علیؑ! اگر آپ سقیفہ میں ہوتے تو غیر ممکن

تھا کہ آپ کے سوا کسی دوسرے کی بیعت ہوتی۔ آخر آپ سقیفہ میں کیوں نہیں تشریف لائے؟

حضرت علیؑ:۔ اے بشیر! یہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم مسلمان ہوتے ہوئے مجھ پر اعتراض کر رہے ہو۔ کیا میں حضرت رسولؐ کی مقدس لاش کے ساتھ وہی بے پرواہی کرتا جو تم نے کی؟ میرے گھر میں تو حضرت رسولؐ کی وفات کے سبب سے ایک تہلکۂ عظیم برپا تھا۔ مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اپنے سردار و پیشوا کے لاشہ کو بے گور و کفن چھوڑ کر تم لوگوں کے ساتھ شریک ہوتا۔

(دیکھو روضۃ الاحباب جلد دوم صـ۲۳)

حضرت ابوبکر:۔ اے ابوالحسنؑ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس امر میں اس قدر میری مخالفت اور منازعت کریں گے تو میں ہرگز خلافت قبول نہ کرتا۔

اب چونکہ لوگوں نے مجھ سے بیعت کرلی ہے لہٰذا آپ کو یہی مناسب ہے کہ اس بیعت میں آپ بھی شامل ہوجائیے اور امت کا شیرازہ نہ بکھیریئے۔

حضرت علیؑ :- اے ابوبکر! اپنے اوپر رحم کرو۔ حیلہ وحوالہ سے کام نہ لو اور نہ بہانے تراشو ورنہ خوب اچھی طرح سے یاد رکھو کہ ایک دن تمھیں اس کا جواب دینا ہوگا اور اس دن تمھاری ایک نہ چلے گی اور سوائے افسوس کرنے کے کچھ نہ بنے گا اور اس وقت کا افسوس کرنا تمھارے کچھ نہ کام آئے گا۔ اے ابوبکر! تم مجھ پر الزام رکھتے ہو کہ اگر میں تمھاری بیعت نہ کروں گا تو گویا میں امت کا شیرازہ بکھیروں گا حالانکہ اصل میں امت کا شیرازہ بکھیرنے والے تم لوگ ہو جو خدا اور رسولؐ کے حکم کے خلاف

من مانی کر رہے ہو۔

حضرت عمر:۔ اے علیؑ! اب بحث مباحثہ بے کار ہے۔ جو کام ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو امر طے پانا تھا وہ پا چکا اب تو تمھیں بھی عام مسلمانوں کی طرح سے ابوبکر کی بیعت کرنا پڑے گی ورنہ انکار کے عوض میں تمھیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

الغرض اِدھر کی تو یہ حالت تھی کہ ابوبکر و ابوعبیدہ وغیرہ حضرت علیؑ پر زور دے رہے تھے کہ آپ کو بھی مثل دوسرے مسلمانوں کے اس بیعت میں شامل ہو جانا چاہیے اور حضرت علیؑ برابر اپنے حق کے متعلق دلائل پر دلائل پیش کر رہے تھے اور حضرت عمر برابر دھمکی پر دھمکی دے رہے تھے کہ اگر آپ اس وقت بیعت نہ کریں گے تو ضرور قتل کر دیئے جائیں گے اور ابوبکر سے قتل علیؑ کا حکم بھی مانگ رہے تھے۔ بہرحال ادھر کا معاملہ تو آپ سردست یہیں پر چھوڑیئے اور اب جناب فاطمہؑ

زہراؑ کی طرف رخ پھیریئے جو عمر کے ظلم سے زخمی ہو کر بیہوش ہو گئی تھیں اور جنھوں نے دربار خلافت میں آ کر اس واقعہ کا رخ پھیر دیا۔

کتاب جلال العیون کے ص۱۷۶ و ص۱۷۷ پر اس کے بعد کا جو واقعہ درج ہے اس کا اقتباس اور خلاصہ یہ ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ جو عمر کے ظلم سے زخمی ہو کر بیہوش ہو گئی تھیں اور حضرت علیؑ کے لے جائے جانے کے بعد جب وہ معصومہ ہوش میں آئیں اور انھیں معلوم ہوا کہ لوگ حضرت علیؑ کو زبردستی پکڑ کر ابوبکر کے پاس لے گئے ہیں اور ارادہ قتل کا رکھتے ہیں تو آپ اسی حالت میں باحال پریشاں سر سے پاؤں تک چادر مثل برقعہ اوڑھ کر خود بہ نفس نفیس مجمع اصحاب میں تشریف لائیں جہاں ابوبکر و عمر وغیرہ سے اور حضرت علیؑ سے گفتگو ہو رہی تھی۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے جب وہاں جا کر وہاں کا ماحول ملاحظہ فرمایا کہ بار بار حضرت عمر ابوبکر سے قتل علیؑ کی اجازت مانگ رہے ہیں تو آپ عمر سے مخاطب ہوئیں اور کہنے لگیں کہ

اے عمر! کیا تو مجھ کو بیوہ اور فرزندان رسولؐ کو یتیم کرنا چاہتا ہے؟ ہوش میں آ اور اب زیادہ ظلم نہ کر ورنہ میں اپنا بال پریشان اور گریبان چاک کرتی ہوں اور پیغمبرؐ کا پیراہن سر پر ڈال کر خدا سے تم لوگوں کے لئے بددعا کروں گی۔ اور جب اتنا کہنے کے بعد آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کا کوئی اثر نہیں لیا گیا تو آپ نے حسنین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کر حضرت رسولؐ کی قبر کی طرف چلنے کا قصد کیا اور کہا کہ اچھا اب میں بابا کی قبر پر تم لوگوں کے لئے بددعا کرنے کے لئے جا رہی ہوں اور یہ کہہ کر آپ وہاں سے روانہ ہو گئیں۔

اس کے بعد حضرت سلمانؑ فارسیؓ ناقل ہیں کہ جس وقت جناب سیدہ بددعا کرنے کے قصد سے روانہ ہوئیں تو اس وقت ایک زلزلۂ عظیم ظاہر ہوا اور ایسا زلزلہ کہ جس کے سبب سے کوئی شخص اپنے قابو میں نہیں رہا اور سبھوں کو اپنی اپنی جان کی پڑ گئی۔ مسجد کی دیواریں جہاں یہ لوگ جمع تھے اور زمین ایسی ہلنے لگی کہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین پھٹ

جائے گی اور یہ لوگ اس میں سما جائیں گے۔ یا دیواریں ان پر گر پڑیں گی اور اس سے یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ الغرض جب حضرت علیؑ نے یہ حال مشاہدہ کیا تو فوراً سلمان فارسیؓ کو حکم دیا کہ جلد جاؤ اور جناب فاطمہؑ کو میری جانب سے منع کر دو کہ وہ بددعا نہ کریں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے غضب نے مدینہ کو گھیر لیا ہے اور اگر فاطمہؑ بددعا کر دیں گی تو تمام شہر اور اس کے رہنے والے نیست و نابود ہو جائیں گے۔ یہ سنتے ہی جناب سلمان فارسیؓ معصومہ کے پاس آئے اور حضرت علیؑ کا پیغام پہونچایا۔ یہ سن کر جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ اچھا چونکہ ان کا حکم ماننا مجھ پر واجب ہے اس لئے میں بددعا نہ کروں گی اور صبر کرتی ہوں لیکن زلزلہ برابر قائم رہا۔

حضرت ابوبکر نے جو یہ زلزلہ دیکھا تو بہت خائف ہوئے اور فوراً حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا اگر آپ کو میری بیعت منظور نہیں ہے تو آپ پر کوئی جبر بھی نہیں ہے۔ آپ واپس تشریف لے جا سکتے ہیں اور عمر سے مخاطب ہو کر کہا

کہ علیؑ کو جانے دو اور جب تک فاطمہؑ ان کے درمیان میں ہیں مجھے علیؑ کے قتل کے حکم دینے میں کراہت معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ بلا بیعت کئے ہوئے بیت الشرف کو تشریف لائے اور زلزلہ موقوف ہوا۔

مشہور عالم اہلسنت جناب جمال الدین صاحب محدّث اپنی کتاب روضتہ الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ حضرت علیؑ کی گفتگو نہایت مضبوط اور مدلل ہے بلکہ ہر بات ہزار باتوں کے مقابلہ میں ہے تو نہایت نرمی اور شائستگی سے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ مجھے یقین تھا کہ میری بیعت میں تم کو تامل نہ ہوگا۔ اگر میں یہ جانتا کہ تم مخالفت کروگے تو میں خلافت ہی کو ہرگز قبول نہ کرتا۔ مگر اب تو لوگ بیعت کر چکے ہیں کاش کہ تم بھی کر لیتے تو میرا خیال درست ہو جاتا لیکن اگر اس وقت آپ کو میری بیعت کرنے میں تامل ہے تو آپ مزید سوچ سمجھ لیجئے۔ آپ پر کوئی جرم نہیں ہے۔ تب حضرت علیؑ اٹھ کر بلا بیعت کئے اپنے گھر چلے گئے۔

تیئیسواں باب

جناب فاطمہ زہراؑ اور فدک

فدک کو باغ فدک بھی کہتے ہیں جس سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ فدک کوئی معمولی باغ تھا۔ حالاں کہ یہ ایسا نہ تھا بلکہ ایک علاقہ تھا جو بوجہ اپنی زرخیزی اور شادابی کے باغ فدک کے نام سے مشہور رہا۔ یہ کتنا بڑا علاقہ تھا اور کس جگہ واقع تھا اور اس کی سالانہ آمدنی کس قدر تھی اب آپ اس کو کتب اہلسنت سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جناب یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں تحریر فرمایا ہے کہ فدک ایک علاقہ تھا جسے اسلامی جغرافیہ میں "قریہ" کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اور جو مدینہ سے دو تین روز کی مسافت کے فاصلہ پر واقع ہے۔

(۲) دوسری کتاب اہلسنت سنن ابی داؤد مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۵۵ میں اس کی سالانہ آمدنی کی نسبت تحریر ہے کہ

حضرت رسولؐ کی زندگی میں اس کی سالانہ آمدنی بیس[۲] ہزار دینار تھی لیکن عمر ابن عبدالعزیز کی حکومت تک اس کی سالانہ آمدنی چالیس[۴۰] ہزار دینار ہو گئی تھی۔

(۳) اہلسنت کے دوسرے مشہور عالم جناب ملا معین الدین کاشفی اپنی کتاب معارج النبوۃ رکن چہارم ص۲۲۱ و نیز ص۳۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ فدک ایک علاقہ تھا جس کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ بیس ہزار درہم تھی جس کو حضرت رسولؐ نے اپنی زندگی میں اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہرؑا کو ہبہ کر دیا تھا جس پر حضرت ابوبکر نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمر کے مشورہ سے قبضہ کر لیا تھا اور جناب فاطمہ زہرؑا کے عامل اور ملازمین کو جبراً نکال دیا تھا۔

(۴) اہلسنت کے دوسرے عالم جناب سید شریف علی ابن محمد نے اپنی کتاب شرح مواقف میں اور صاحب کتاب "مجمع" نے اپنی کتاب "مجمع" میں تحریر فرمایا ہے کہ فدک ایک موضع کا نام تھا جو مابین مدینہ اور خیبر واقع تھا اور خیبر سے اس کا فاصلہ ایک

منزل تھا۔ یہ اس جائداد میں سے تھا جو اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو بطریق "فے" عطا فرمایا تھا۔ یعنی وہ غنیمت کفار کے حکم سے خارج تھا اور وہ خاص رسولؐ اللہ کی ملک تھی اور انفال کے نام سے موسوم تھا۔ اور جب کلام پاک میں آیہ "وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰی حَقَّہٗ" (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶ و پ۲۱ سورۂ روم آیت ۱۳۸) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (اے ہمارے رسولؐ) آپ اپنے قرابت داروں کا حق ادا کر دیجئے۔ تو حضرت رسولؐ نے فدک کو خدا کے حکم سے جناب فاطمہ زہراؑ کو عطا فرما دیا تھا اور اس کے بعد وہ جناب فاطمہ زہراؑ کے قبضہ میں تا حیات پیغمبرؐ رہا۔ اور بعد آنحضرتؐ کے وہ زبردستی ان سے لے لیا گیا۔

(۵) اہلسنت کے دوسرے مشہور عالم جناب محمد ابن خاوند شاہ نے بھی اپنی کتاب روضۃ الصفا کے جلد ۲ صفحہ ۳۵ پر اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ فدک کو آنحضرت نے اپنی زندگی میں اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ کو ہبہ کر دیا تھا جس پر حضرت ابوبکر نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمرؓ کے مشورہ سے قبضہ کر لیا تھا۔

اس فدک کے نسبت دیگر کتب اہلسنت مثلاً صواعق محرقہ[1] مطبوعہ مصر ص۱۲ و ینابیع المودۃ[2] مطبوعہ قسطنطنیہ ص۱۱۹ و تاریخ خمیس[3] مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۱۹۳ و مسند امام[4] احمد بن حنبل مطبوعہ بمبئی جلد ا ص۱۰ و شرح[5] ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران جلد ۲ و نیز تفسیر[6] در منثور و کنز العمال[7] و نہائت المعقول[8] و ریاض النضرہ[9] و کتاب الاکتفا[10] و جواہر العقدین[11] و وفاء الوافی[12] و خلاصۃ الوفا[13] و براہین قاطعہ[14] و مقصد اقصیٰ[15] و تاریخ[16] بغداد و تاریخ ابن خلدون[17] و تاریخ کامل ابن اثیر[18] و ازالۃ الخفا[19] و کتاب الامامت[20] و السیاست اور کتاب سقیفہ[21] وغیرہ وغیرہ میں بسلسلہ حال فدک جو کچھ درج ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک وہ علاقہ تھا جو بغیر جنگ کئے ہوئے حضرت رسولؐ کو بطریق "فے" کے ملا تھا اور آنحضرتؐ کی ذاتی ملکیت تھی جسے حضرت رسولؐ نے خدا کے حکم سے جناب فاطمہ زہرؑا کو ہبہ فرما دیا تھا اور اپنی زندگی ہی میں اس پر جناب فاطمہ زہرؑا کا قبضہ بھی کرا دیا تھا اور تا وفات رسولؐ وہ جناب فاطمہ زہرؑا کے قبضہ میں بھی تھا لیکن حضرت ابوبکر نے اپنے عہد حکومت میں وہاں سے جناب فاطمہ زہرؑا کے عمّال اور

ملازمین کو خارج کر کے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور یہی وہ فدک
ہے جس کے متعلق جناب فاطمہ زہرا نے دربار خلافت ابوبکر میں
حضرت ابوبکر کے خلاف دعویٰ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ وہ جائداد
ہے جسے حضرت رسولؐ مجھے دے گئے تھے اور میں اس جائداد پر
ان کی حیات کے زمانہ ہی سے قابض اور متصرف تھی لیکن حضرت
ابوبکر نے اس کلام کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اسکے متعلق جناب فاطمہ زہرا
سے گواہ طلب کئے اور جب جناب فاطمہ زہرا نے اپنی گواہی
میں حضرت علیؑ و امام حسنؑ اور امام حسینؑ و ام ایمنؓ کو پیش کیا۔
تو حضرت ابوبکر نے ان گواہیوں کو ناکافی بتلاکر فدک واپس
نہیں کیا۔

عالم اہلسنت جناب احمد ابوبکر جوہری نے اپنی مرتبہ کتاب
سقیفہ میں اس واقعہ کی تفصیل لکھتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ
جب ام ایمنؓ گواہی دینے لگیں تو شہادت دینے کے پہلے انھوں
نے حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے حضرت رسولؐ کی
زبان سے میرے جنتی ہونے کی بشارت سنی ہے یا نہیں ؟ تو حضرت

ابوبکر نے تصدیق کی کہ بے شک حضرت رسولؐ نے تمہارے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ پس اس اقرار لینے کے بعد ام ایمنؓ نے شہادت دی کہ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر بقسم گواہی دیتی ہوں کہ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے فدک فاطمہ زہراؑ کو ہبہ فرما دیا تھا۔

فدک کی نسبت امام المفسرین امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں زیر آیہ "مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ" اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے فدک پر قبضہ کر لیا تو جناب فاطمہ زہراؑ نے حضرت ابوبکر سے اس کا مطالبہ کیا اور کہا کہ یہ وہ جائداد ہے جسے حضرت رسولؐ اپنی زندگی میں مجھے ہبہ کر گئے تھے اور اس پر میرا قبضہ تھا۔ ابوبکر نے اس کے متعلق جناب فاطمہ زہراؑ سے ثبوت طلب کیا تو معصومہ نے اپنے ثبوت میں حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ اور ام ایمنؓ کو شہادت میں پیش کیا لیکن ابوبکر نے کہا کہ علیؑ تو تمہارے شوہر، حسنؑ اور حسینؑ تمہارے لڑکے ہیں اور اس کے علاوہ ابھی کمسن بھی ہیں۔ رہ گئیں ام ایمنؓ

تنہا، تو شرع میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔

اس لئے فدک واپس نہیں دیا جا سکتا۔

عالیجناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے جب اس واقعہ کو اپنی کتاب ازالتہ الخفا میں درج کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے نتیجہ کو سوچ کر ایک بہت بڑی الجھن میں پڑ گئے۔ اس لئے کہ واقعہ لکھنے کے بعد انھوں نے اس میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ "خلافت ابو بکر کے زمانہ میں یہ ایک ایسی مشکل تھی جو تمام مشکلات سے بالاتر تھی کہ جس کے سبب سے جناب فاطمہ زہرا حضرت ابو بکر سے اتنا ناراض ہوئیں کہ انھوں نے مرتے دم تک ابو بکر سے کلام نہیں کیا۔"

جناب فاطمہ زہرا کی حضرت ابو بکر و عمر سے ناراضگی کو اہل سنت کے امامان اعظم یعنی امام بخاری و امام مسلم نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں درج فرمایا ہے چنانچہ صحیح بخاری مطبوعہ لاہور ص۶۱۶ و صحیح مسلم جلد ۲ مطبوعہ مصر ص۹۱ پر اس طرح لکھا ہوا ہے کہ "جب ابو بکر نے فدک پر قبضہ کر لیا اور خمس کی رقم کو جناب فاطمہ

زہراؑ سے روک دیا تو انھوں نے ابوبکر سے فدک اور خمس کو

طلب کیا اور جب انھوں نے دونوں چیزوں کے دینے سے انکار

کر دیا تو جناب فاطمہ زہراؑ ابوبکر سے اتنا ناراض ہوئیں کہ مرتے

دم تک ان سے کلام نہیں کیا اور مرتے وقت وصیت فرما گئیں

کہ ابوبکر و عمر ان کے نماز جنازہ اور کفن دفن میں شریک نہ ہونے

پائیں اور اسی لئے حضرت علیؑ نے بغیر ابوبکر و عمر کو اطلاع دیئے

ہوئے ان کو رات ہی میں دفن کر دیا۔

اسی معاملۂ فدک کی نسبت ایک معتبر عالم اہلسنت علامہ

سبط ابن جوزی نے اپنی مرتبہ کتاب تذکرۂ خواص الامہ میں و

نیز اپنی مرتبہ تاریخ میں کہ جسے تاریخ سبط ابن جوزی کہتے ہیں،

و نیز دوسرے عالم اہلسنت جناب نور الدین علی ابن برہان حلبی

نے اپنی کتاب سیرت حلبیہ مسمّٰی بہ انسان العیون فی سیرۃ الامین

والمامون میں اس طرح بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے فدک کو

ضبط کر لیا تو جناب فاطمہ زہراؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور کہا کہ

کیوں ابوبکر! تمھاری بیٹی تو تمھاری میراث پائے اور میں

اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں؟ اس وقت ابوبکر کے پاس عمر موجود نہ تھے۔ حضرت ابوبکر جناب فاطمہ زہراؑ کے کلام سے اتنا متاثر ہوئے کہ انھوں نے اسی وقت واگذاشت فدک کی نسبت ایک تحریر جناب فاطمہ زہراؑ کو لکھ کر دے دی کہ اتنے میں عمر آگئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ابوبکر نے کہا کہ میں نے واگذاشت فدک کے لئے فاطمہؑ کو ایک تحریر لکھ دی ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا کہ تمام عرب تو تم سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ بتاؤ پھر تم مسکینوں کو کیا دوگے؟ اور یہ کہہ کر عمر نے وہ تحریر لے کر چاک کر ڈالی اور فدک فاطمہ زہراؑ کو واپس نہیں کیا گیا۔

شیعوں کے عالم علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب جلاء العیون کے صـ۱۷۹ پر حضرت عمر کے تحریر پھاڑنے کی نسبت متذکرہ بالا بات بھی لکھی ہے کہ ایک قول کے مطابق جس تحریر کو عمر نے چاک کر ڈالا تھا وہ تحریر تھی جو حضرت ابوبکر نے واگذاشت فدک کی نسبت بحق جناب فاطمہ زہراؑ لکھی تھی اور دوسرے قول کی نسبت علامہ موصوف نے لکھا ہے کہ ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ

جس تحریر کو عمر نے چاک کر ڈالا تھا وہ تحریر تھی جو حضرت رسولؐ نے جناب فاطمہ زہرا کے حق میں بطور ہبہ لکھ دی تھی اور جو اُن معصومہ نے اپنے ثبوت میں ابوبکر کے سامنے پیش کی تھی جسے عمر نے لے کر پارہ پارہ کر دیا تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اسی واقعہ فدک کے سلسلہ میں بخاری شریف پارہ ششم صفحہ ۳۰۴ پر و صحیح مسلم جلد دوئم صفحہ ۹۱ پر و کتاب سیف مسلول قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی میں و حاشیہ شرح عقائد نفسی صلاح الدین رومی میں اس طرح لکھا ہے کہ ہبہ نہ تسلیم کیے جانے کے بعد جناب فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے کہا کہ اچھا اگر تم ہبہ نہیں تسلیم کرتے تب بھی فدک مجھے بحق وراثت پہونچتا ہے پس اسی کے لحاظ سے مجھے فدک واپس کر دو تو اس کے جواب میں ابوبکر نے ایک حدیث پڑھی کہ میں نے حضرت رسولؐ سے یہ حدیث سنی ہے "نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ وَمَا تَرَکْنَاہُ الصَّدَقَۃ" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کسی کو اپنا وارث چھوڑتے ہیں۔ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں

صدقہ ہوتا ہے۔ جس کے جواب میں جناب فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ یہ
حدیث صحیح نہیں ہے اور حضرت رسولؐ پر بہتان ہے اس لئے کہ حضرت
رسولؐ کا کوئی قول قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتا اور قرآن مجید
سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاؑ اپنے باپ کا ورثہ بھی پاتے ہیں اور
وارث بھی چھوڑتے ہیں اور اس کے ثبوت میں آپؑ نے قرآن مجید
کی حسب ذیل آیتوں کو تلاوت فرمایا۔

(۱) وَوَرِثَ سلیمان دَاوُد (پ۱۹ سورہ نحل آیت ۱۶) جس کا ترجمہ
ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے (والد) جناب داؤدؑ کی میراث پائی۔

(۲) جناب فاطمہ زہرؑا نے حضرت ذکریاؑ کی اس دعا کی تلاوت
فرمائی جس کا ذکر قرآن مجید میں پ۱۶ سورہ مریم کی آیت ۲ لغایۃ
۶ پر ہے جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ "بار الٰہا! مجھے فرزند عطا فرما تاکہ
وہ میری اور آل یعقوبؑ کی میراث لے"۔ لیکن حضرت ابوبکر نے
اس حجّت کو بھی نہ مانا اور فدک واپس نہیں کیا جس کے سبب
سے جناب فاطمہ زہرؑا حضرت ابوبکر سے اتنا ناراض ہوئیں کہ مرتے
دم تک ان سے کلام نہیں کیا اور وصیت فرمائی کہ ابوبکر و عمر وغیرہ

جن کی ذات سے انھیں تکلیف پہونچی ہے وہ ان کی نماز جنازہ اور کفن دفن میں شریک نہ ہونے پائیں اور اسی لئے حضرت علیؑ نے جناب فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد بغیر ان لوگوں کو اطلاع دیئے ہوئے ان معصومہ کو رات ہی میں دفن فرما دیا۔

صحیح بخاری پ ششم ص۳۰۴ اور صحیح مسلم جلد ۲ ص۹۱ پر جناب فاطمہ زہرا کی حضرت ابو بکر سے ناراضی کا حال ان الفاظ کے ساتھ درج ہے۔ "غَضِبَتْ فَاطِمَہ عَلیٰ ابو بکر فی ذٰلِکَ فَلَمْ تُکَلِّمْ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ" یعنی جناب فاطمہ زہرا اس بارے میں ابو بکر سے اس درجہ غضبناک ہوئیں کہ مرتے دم تک ان سے کلام نہیں کیا۔[1]

بہر حال فدک کا بالاختصار قصہ تو یہی ہے جو آپ نے اوپر پڑھا لیکن اگر آپ اس کے تفصیلی حالات اور اس سلسلہ میں جو دو بدو گفتگو جناب فاطمہ زہرا اور ابو بکر سے علانیہ اصحاب رسولؐ

---

[1] حضرت ابو بکر سے فاطمہ زہرا کی ناراضی اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ کرنا اور مرتے وقت یہ وصیت کر جانا کہ حضرت ابو بکر ان کے جنازے میں شرکت نہ کرنے پائیں۔ صحیح بخاری جلد ۳ چھاپہ مصر کے ص۳۵ آخر باب غزوۂ خیبر میں بھی لکھا ہے۔

کے سامنے مسجد رسولؐ میں ہوئی ہے اس کو جاننا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیئے کہ کتاب اہلسنت "سقیفہ"، مولفہ احمد ابو بکر جوہری اور کتاب" الامامت والسیاست" مولفہ علامہ ابن قتیبہ دینوری کو ضرور ملاحظہ فرمائیں جن میں ان تمام متذکرہ باتوں کو نہایت تفصیل کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

اب میں ان تمام باتوں کا خلاصہ انھیں متذکرہ کتابوں سے مکالمہ کی صورت سے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جسے عالی جناب سید نیاز حسین صاحب فتحپوری نے بھی اپنی کتاب "ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہرا" میں ص۱۹۳ تا ص۲۰۲ پر درج فرمایا ہے۔

جب حضرت ابو بکر کے حکم سے فدک پر قبضہ کر لیا گیا اور جناب فاطمہ زہرؑا کے مقرر کردہ عامل اور ملازمین وہاں سے جبراً نکال دیئے گئے اور جناب فاطمہ زہرؑا کو اس کا علم ہوا تو آپ نے حضرت علیؑ سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں اس موقع پر کیا کرنا چاہیئے۔ آیا خاموش رہنا مناسب ہے یا مجھے اپنے حق کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ گو انجام کار معلوم ہے لیکن اتمام حجت کے

لئے اس معاملہ میں بھی اپنے حق کا اظہار کرنا نہایت ضروری ہے۔

اس مشورہ کے بعد جناب فاطمہ زہرؑا نے سر سے پاؤں تک چادر اوڑھی اور باوجودیکہ آپ کا مزاج علیل تھا چند عورتوں کے حلقہ میں مسجد میں تشریف لائیں جہاں ابوبکر معہ اپنے اصحاب کے موجود تھے۔ دیکھنے والوں کو جناب فاطمہ زہرؑا کی رفتار و سکینہ و وقار کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حضرت رسولؐ خود تشریف لا رہے ہیں۔ جس وقت جناب سیدۂ مسجد میں داخل ہوئیں تو بعض نرم دل مسلمان پیغمبرؐ خدا کا زمانہ یاد کر کے رونے لگے۔ آپ نے ان کو گریاں دیکھ کر سکوت فرمایا۔ عورتوں نے اصحاب کے سامنے ایک سفید پردہ کھینچ دیا اور جناب معصومہ پس پردہ تشریف فرما ہوئیں۔ جب لوگ خاموش ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر اس طرح گفتگو فرمائی۔

جناب فاطمہ زہرؑا:۔ کیوں اے ابوبکر خدا و رسولؐ کا حکم سب پر واجب التعمیل ہے یا تم اس سے مستثنیٰ ہو؟

حضرت ابوبکر:۔ اے رسولؐ کی بیٹی خدا و رسولؐ کا حکم سب پر

واجب التعمیل ہے اور میں اس سے مستثنیٰ نہیں ہوں۔

جناب فاطمہ زہراؑ:۔ تو پھر اب جو میں کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو اور خدا کے غضب سے ڈرو اور کسی کے حق میں دست درازی نہ کرو۔ فدک کو میرے والد ماجد جناب رسولؐ خدا نے خدا کے حکم سے مجھے عطا کیا تھا اور دستاویز پر اپنی مہر بھی لگا کر میرے حوالہ کر دی تھی اور فدک کو اپنی زندگی ہی میں میرے قبضہ میں بھی دے دیا تھا۔ (دستاویز حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کر کے) دیکھو یہ وہی دستاویز ہے جس کا میں ذکر کر رہی ہوں۔ پس اسے پڑھو اور جو تم نے فدک پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے اسے چھوڑ دو اور خدا کے غضب سے ڈرو۔

حضرت ابوبکر:۔ (دستاویز پڑھ کر) اے رسولؐ کی بیٹی یہ تو آپ کا دعویٰ ہے۔ اس کے ثبوت میں آپ گواہ پیش کیجئے تو میں کچھ غور کروں۔

جناب فاطمہ زہراؑ:۔ فدک پر میرا قبضہ اور یہ دستاویز خود میری ملکیت کی دلیل ہے۔ آپ کس شرع کی رو سے مجھ سے ثبوت طلب کرتے ہیں؟

حضرت ابو بکر:۔ اے فاطمہؑ! ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر آپ کو فدک کا دعویٰ ہے تو گواہ پیش کیجئے۔

جناب فاطمہ زہرؑا نے جب ابو بکر کا یہ کلام سنا تو رفع حجت کے خیال سے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں صاحبان تطہیر یعنی حضرت علیؑ و امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو پیش کیا اور ان کے علاوہ جناب ام ایمنؓ کو بھی پیش کیا جن کو حضرت رسولؐ جنتی ہونے کی بشارت دے گئے تھے۔

ام ایمنؓ نے گواہی دینے سے پہلے ابو بکر سے اقرار لیا کہ پہلے تم یہ بتلاؤ کہ کیا حضرت رسولؐ تمہارے سامنے میرے جنتی ہونے کی بشارت نہیں دے گئے ہیں؟ اور جب حضرت ابو بکر نے اقرار کیا کہ بیشک حضرت رسولؐ تمہارے جنتی ہونے کی بشارت دے گئے ہیں تب جناب ام ایمنؓ نے گواہی دی کہ میں بقسم گواہی

دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ پر وحی نازل کی کہ ذوالقربیٰ کا حق دیدو۔ پس آنحضرتؐ نے فاطمہؑ کو میرے سامنے فدک عطا کیا اور یہ دستاویز میرے سامنے اپنی مہر لگا کر جناب فاطمہ زہراؑ کو دی تھی۔

ام ایمنؓ کی گواہی کے بعد حضرت علیؑ و حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ نے بھی یہی گواہیاں دیں۔

ان گواہیوں کے گذرنے کے بعد ابو بکر پہلے تو متردد ہوئے اور لاجواب ہو کر خاموش ہوئے لیکن کچھ سوچ کر کہا کہ اے فاطمہؑ! یہ گواہیاں تو آپ کے حق کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں اس لئے کہ علیؑ تو آپ کے شوہر ہیں وہ آپ ہی کے ایسا کہیں گے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ تو آپ کے لڑکے ہیں۔ وہ بھی آزاد گواہ نہیں ہیں۔ وہ بھی آپ ہی کی ایسی کہیں گے۔ اس کے علاوہ وہ ابھی کمسن بھی ہیں۔ رہ گئیں تنہا ام ایمنؓ تو وہ عورت ہیں اور عورت کی تنہا شہادت ثبوت کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور بروایت دیگر ابو بکر نے یہ کہا کہ نصاب کافی نہیں ہے کیونکہ حسنؑ اور حسینؑ

تو ابھی نیچے ہیں۔ حضرت علیؑ کی ایک گواہی ہے اور ام ایمنؓ کی نصف گواہی ہے اس لیئے کہ وہ عورت ہیں۔ پس اس لحاظ سے دو گواہ پورے نہیں ہوئے۔

جناب فاطمہ زہرؑا:۔ اے ابو بکر! یہ کیسا کلام اور کس طرح کا عقیدہ ہے؟ کیا قرآن مجید کو تم نے اتنا جلد بھلا دیا؟ ذرا غور تو کرو کہ ہم کون ہیں؟ کیا ہماری ہی نسبت خداوند عالم نے قرآن مجید میں آیۂ تطہیر نہیں اتاری اور کیا ہماری ہی عصمت اور طہارت کی خدا نے گواہی نہیں دی؟ اور یوں نہیں فرمایا کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (پ ۲۲ سورہ احزاب آیت ۳۳) (ترجمہ۔ خدا کا بیشک یہی ارادہ ہے کہ اے اہلبیتؑ تم کو ہم ہر قسم کے رجس و کثافت و گندگی سے پاک رکھیں جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے) اور تم ہماری بات کا اعتبار

نہیں کرتے اور ہم سے گواہی طلب کرتے ہو
اور گواہی دینے پر بھی تم اسے قبول نہیں کرتے۔
ذرا سوچو تو کہ کیا دوسروں کا مال ناحق لینے
اور اس کے حصول کے لئے جھوٹی شہادت دینے
یا دلانے سے بدتر بھی کوئی رجس ہو سکتا ہے؟
اور کیا تمھارے اس فعل سے خدا کی تکذیب
لازم نہیں آتی؟

حضرت ابوبکر:۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مختصر یہ
ہے کہ آپ نے جو گواہی پیش کی ہے وہ کافی
نہیں ہے اس لئے فدک کو آپ کو واپس
نہیں کیا جا سکتا۔

جناب فاطمہ زہراؑ:۔ اچھا خیر۔ اگر تم اس طرح میرے دعوی کو قبول
نہیں کرتے تو میں اب حق وراثت کے طور پر
فدک کی دعوی دار ہوتی ہوں۔ اس لئے کہ
فدک میرے والد کی ذاتی ملکیت تھی اور میں

اس کی وارث ہوں۔

حضرت ابوبکر:۔ اے فاطمہؑ! اس صورت سے بھی فدک آپ کو نہیں مل سکتا اس لئے کہ میں نے حضرت رسولؐ کو خود یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کسی کو اپنا وارث چھوڑتے ہیں اور ہم جو کچھ بھی چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

جناب فاطمہ زہرا۔ اے ابوبکر! اس میں بھی تم غلطی کر رہے ہو اور حضرت رسولؐ پر سراسر اتہام رکھ رہے ہو حضرت رسولؐ نے نہ کبھی یہ فرمایا اور نہ کبھی ایسا فرما سکتے تھے اس لئے کہ یہ صریحاً حکم خدا کے خلاف ہے۔ خود قرآن مجید میں پیغمبروں کے ورثہ اور ترکہ لینے کا ذکر موجود ہے۔ رسول اللہ قرآن کے خلاف کیونکہ کچھ فرما سکتے تھے۔ دیکھو قرآن مجید میں کیا یہ آیت موجود نہیں ہے۔" وَوَرِثَ

سلیمان داؤد" یعنی "حضرت سلیمانؑ نے اپنے والد جناب داؤدؑ کی میراث پائی"۔ (دیکھو پ۱۹ سورہ نمل آیت ۱۶) اور دوسری جگہ کیا قرآن پاک میں یہ موجود نہیں ہے کہ حضرت ذکریاؑ نے خدا سے دعا کی کہ "خداوندا! مجھے فرزند عطا کر تاکہ وہ میری اور آل یعقوبؑ کی میراث لے"۔ (دیکھو پ۱۶ سورہ مریم آیت ۲ لغایتہ ۶)۔ اے ابو بکر! ذرا سوچو تو کہ کیا یہ حضرات (جناب سلیمانؑ و جناب داؤدؑ اور جناب زکریاؑ) نبیؑ اور پیغمبرؑ نہ تھے؟

حضرت ابو بکر:۔ (کچھ سوچ کر) بیشک قرآن مجید میں یہ آیتیں موجود ہیں اور یہ حضرات پیغمبرؑ بھی تھے لیکن اے رسولؐ کی بیٹی جس میراث کا ذکر ان آیتوں میں ہے اس سے مراد مال کی میراث نہیں ہے بلکہ نبوت مراد ہے۔

جناب فاطمہ زہرؑا:۔ اے ابو بکر! یہ قول بھی تمہارا صریحاً باطل ہے

کیونکہ اگر نبوت میراث ہوتی اور ترکہ میں تقسیم ہوا کرتی تو لازم تھا کہ انبیاؑ کی تمام اولاد نبیؑ ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت اور اولاد کے لئے خدا سے امامت کا سوال کیا تو خدا نے فرمایا کہ یہ منصب ظالموں کو نہیں مل سکتا[1]۔ پس اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ نبوت یا امامت میراث میں نہیں دی جاتی۔ علاوہ اس کے یہ تو سمجھو کہ اگر پیغمبرؐ ذوالجلال کی میراث اس کی اولاد پر جائز نہ ہوتی تو ضرور تھا کہ حضرت رسولؐ ہم کو بھی ضرور بتا جاتے اور ہدایت کر جاتے کہ میرے بعد میرا ترکہ نہ لینا کیونکہ ہم ہی آنحضرتؐ کے وارث ہیں اور اس حکم کا تعلق خاص طور سے ہم ہی سے ہو سکتا تھا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو حکم جس سے متعلق ہو اس کو باوجود سہل اور ممکن ہونے کے نہ بتلائیں اور

---

[1] قال انی جاعلک للناس اماماً۔ قال ومن ذریتی۔ قال لا ینال عہدی الظالمین۔ (پ۱ سورہ بقرہ ع۱۵)

دوسروں کو خفیہ طور سے بتلا جائیں جنھیں اس سے کوئی تعلق بھی نہ ہو۔ تمھارے اس بیان سے تو لازم آتا ہے کہ پیغمبر خدا نے احکام خدا کی تبلیغ بھی مناسب طور پر نہیں فرمائی جو قطعاً ناممکن ہے۔

اے ابوبکر! حضرت رسولؐ بخوبی جانتے تھے کہ ان کے بعد لوگ جھوٹی حدیثیں اپنے مطلب کے موافق بنا کر پیش کریں گے۔ اسی لئے حضرتؐ نے فرما دیا تھا کہ اگر قرآن کے خلاف کوئی شخص کوئی حدیث میری طرف منسوب کرے تو سمجھ لینا کہ وہ حدیث میری نہیں ہے[1]

بس اے ابوبکر! جو حدیث تم نے بیان کی وہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے وہ

---

[1] اس حدیث کو امام فخر الدین رازی نے بھی لکھا ہے چنانچہ وہ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جب میری طرف تمھارے سامنے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اس کو قرآن سے ملاؤ۔ اگر قرآن سے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ مت قبول کرو۔" (مولف)

حضرت رسالت پناہ کی حدیث نہیں ہو سکتی افسوس ہے اے ابو بکر! کہ تم نے کتنا جلد خدا اور رسولؐ سے روگردانی کی۔ ذرا سوچو تو کہ فدک کے ہبہ کی تحریر اور ان گواہوں کو بھی تم نے رد کر دیا۔ جن کی معصومیت کی گواہی قرآن پاک میں خدا نے خود دی اور اس کے بعد وراثت کے مسئلہ کو ہمارے لیے اس طرح ختم کر رہے ہو کہ اپنی بات کو خدا پر غالب کر رہے ہو۔ افسوس ہے اے ابو بکر! کہ تم پر دنیا کس قدر غالب ہو گئی کہ انجام کار کو بھی بھول گئے۔ کیوں اے ابو بکر! کیا تمہارا یہی انصاف ہے کہ تمہاری بیٹی تو تمہارا ورثہ پائے اور میں اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس کا جواب خدا کے سامنے کیا دو گے؟

اس کے بعد عالم اہلسنت علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی

تاریخ "تاریخ سبط ابن جوزی" میں اور دوسرے عالم اہلسنت جناب نور الدین علی ابن برہان حلبی نے اپنی کتاب سیرت حلبیہ مسمیٰ بہ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون میں اور جناب سید نیاز حسین صاحب ساکن بہیڑہ سادات ضلع فتح پور نے اپنی کتاب ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہرا کے صفحہ ۱۸۴ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا نے یہ تقریر اور مخاطبت کچھ اس انداز سے کی کہ ابو بکر پر کافی اثر پڑا اور تھوڑی دیر ساکت رہنے کے بعد انھوں نے واگذاشت فدک کی نسبت ایک تحریر جناب فاطمہ زہرا کے حق میں لکھ دی کہ اتنے میں حضرت عمر وہاں آگئے (جو اس کے قبل کی گفتگو تک وہاں موجود نہ تھے) اور پوچھا کہ یہ تحریر کیسی ہے تو ابو بکر نے کہا کہ میں نے واگذاشت فدک کی نسبت فاطمہ کو ایک تحریر لکھ دی ہے تو یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ اے ابو بکر! تمام عرب تو تم سے لڑنے کیلئے تیار ہے اگر تم فدک کو بھی واپس کئے دیتے ہو تو بتاؤ کہ تم مسکینوں کو کیا دوگے؟ اور یہ کہہ کر حضرت عمر نے وہ تحریر لے کر چاک کر ڈالی اور جناب فاطمہ زہرا کی طرف

مخاطب ہو کر بآواز بلند کہا۔

حضرت عمر:۔ اے فاطمہؑ! آپ چاہتی ہیں کہ مسلمانوں کا حق لے لیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو محروم کر کے یہ فدک آپ کو تنہا دے دیا جائے۔

جناب فاطمہ زہراؑ:۔ (نہایت درجہ غضبناک ہو کر) اے عمر! تجھ سے یہ باتیں عجیب نہیں ہیں۔ تیرے کردار کی خبر حضرت رسولؐ ہم کو دے گئے ہیں لیکن اے پسر خطاب! چند روزہ زندگی پر اتنا غرہ نہ کر۔ کل قیامت کے دن تجھ کو حقیقت معلوم ہو جائے گی اور آج کا دن تجھے اس روز بہت یاد آئے گا۔ تو کہتا ہے کہ میں مسلمانوں کا حق لینا چاہتی ہوں۔ استغفر اللہ۔ میں کسی کا حق لینا نہیں چاہتی بلکہ اپنے ہی حق کو لینے آئی ہوں۔

حضرت ابو بکر:۔ اے رسولؐ کی بیٹیؑ! آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ فدک صرف میری رائے سے نہیں

لیا گیا بلکہ تمام مسلمان اس امر میں متفق ہیں اس لئے کہ اس سے اسلام کی تقویت ہے اور ضرورت حرب کے لئے فدک کا لیا جانا نہایت ضروری ہے تاکہ مسلمان کفار اور فجار سے جہاد کر سکیں اور اس کی آمدنی ان کے کام آئے اور اس ذریعہ سے اسلام کی تقویت اور اس سے اس کی اشاعت ہو۔

جناب فاطمہ زہراؑ:۔ اے ابوبکر! یہ کہاں کا قاعدہ اور کہاں کا انصاف ہے کہ دوسرے کے مال سے بغیر اس کی اجازت کے اسلام کو تقویت پہونچائی جائے۔ یہ تو کھلا ہوا ظلم ہے۔ اے ابوبکر! جو جی میں آئے وہ کرو مگر یاد رکھو کہ تم نے ہم پر ظلم کیا اور جو چیز خدا اور رسولؐ نے ہمیں دی تھی وہ تم نے ہم سے زبردستی لے لی اور خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ پس اے ابوبکر! اس روز سے ڈرو جس روز میں خدا کے حضور میں

تم لوگوں کی فریاد کروں گی اور تم کو اس ظلم کا
خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا نے تمام مسلمان مہاجرین و انصار وغیرہ کو مخاطب کر کے جو خطبہ پڑھا ہے اس کو میں اگلے باب میں عالم اہلسنت جناب احمد ابو بکر صاحب جوہری کی کتاب سقیفہ سے درج کرتا ہوں جس کے خلاصہ کو علمار اہلسنت میں سے علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب خواص الامہ فی معرفتہ الائمہ میں اور علامہ مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب میں بھی درج فرمایا ہے۔

چوبیسواں باب

فدک کی محرومی کے بعد جناب فاطمہ زہرا کا احتجاجی خطبہ

اور حضرت علیؑ و ابو بکر کی گفتگو

اس خطبہ کو شیعہ اور سنّی دونوں فرقوں کے عالموں نے بلا اختلاف اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ میں اس خطبہ کو ایک عالم اہلسنت جناب احمد ابو بکر صاحب جوہری کی کتاب "سقیفہ" سے لکھ رہا ہوں جس کے خلاصہ کو علمار اہلسنت میں سے علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب خواص الامہ فی معرفتہ الائمہ میں اور علامہ مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب میں بھی درج فرمایا ہے اور صاحب ثمرۃ النبوۃ نے اس کو اپنی کتاب کے صہ ۱۹۳ تا صہ ۲۰۰ پر تحریر کیا ہے اور اس خطبہ کی نسبت علامہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرمایا ہے

کہ یہ خطبہ حضرت رسولؐ کے انتقال کے دسویں دن دیا گیا تھا۔

خلاصہ خطبہ فاطمہ زہرؑا

جناب فاطمہ زہرؑا نے پہلے حمد الٰہی اور نعت رسولؐ کیا۔

اور اس کے بعد حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے لوگو! میں فاطمہؑ بنت محمدؐ ہوں جو کبھی حدّ اعتدال سے تجاوز نہیں کرتی۔

یاد رکھو کہ ہمارے ہی حق میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے اور ہمارے ہی سبب سے اسلام کامل ہوا ہے۔ اگر تم رسول پاک کے نسب کا خیال کرو تو وہ میرے باپ ہیں نہ کہ تمھارے اور میں ان کی بیٹیؑ ہوں نہ کہ تمھاری عورتیں۔ اور میرے شوہر علیؑ ابن ابی طالبؑ ان کے ابن عم ہیں نہ کہ تم لوگوں کے یاد رکھو کہ حضرت رسولؐ پر یا دین اسلام پر جب کبھی کبھی سختی کا وقت آتا تھا تو حضرت علیؑ ہی ان کے سپر بنتے تھے۔

اور علیؑ ہی وہ ہیں جنھوں نے حمایت اسلام میں دشمنان اسلام میں سے بڑے بڑے شجاعوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور

ہمیشہ رسولؐ کے سختی کے وقتوں میں ان کے قوت بازو بنے رہے اور ان کا ساتھ کبھی نہ چھوڑتے تھے حالانکہ تم لوگ وہ ہو جو ایسے وقتوں میں رسولؐ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور ہمیشہ تن آسانی سے کام لیتے تھے اور ہر وقت منتظر رہتے تھے کہ ان کی نسبت کوئی متوحش اور خطرناک خبر سنو۔

پس اے گروہ انصار و مہاجر ذرا سوچو تو سہی کہ خدا و رسولؐ نے تم سے پہلے ہی عہد لیا ہے یا نہیں؟ اور حضرت رسولؐ نے اپنے ابن عم کو تم پر اپنا خلیفہ بنایا ہے یا نہیں؟ پس یہ کیسا غضب ہے کہ تم نے ان کو چھوڑ کر یہ زعم کر لیا ہے کہ یہ تمہارا حق ہے۔ پس اے لوگو خدا سے ڈرو اور جس چیز سے تم کو منع کیا گیا ہے اس میں اللہ کے حکم کے برخلاف نہ کرو۔ اب جب کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو اس دنیا سے آرام کی طرف بلا لیا ہے تو تم کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ ان کے احکام کا تم کو کوئی خیال ہی نہیں۔ تم میں نفاق آمیز عداوت ظاہر ہو گئی اور تمہارے دین کا پردہ چاک ہو گیا۔ جو گمراہ اب تک ہیبت رسولؐ کے سبب سے دم بخود تھے وہ ظاہر

ہو گئے اور انھوں نے خروج کر دیا اور تم نے ان کے قول کو قبول کر لیا۔ اور ان کی ہمراہی میں دوسروں کا حق اور مال غصب کرنے لگے۔ اے مہاجر و انصار ذرا تم خود غور کرو کہ تمھارے پیغمبرؐ کو اس دنیا سے گئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا جو تم میں اس قدر تبدیلی پیدا ہو گئی۔ پس کیا یہ بات افسوس کرنے کے قابل نہیں ہے۔ دیکھو تو کتاب خدا تمھارے پاس موجود ہے اور اس کے احکام بھی ظاہر ہیں لیکن افسوس کہ تم نے کتاب خدا کو بھی پس پشت ڈال دیا اور اس کے خلاف حکم بھی کرنے لگے اور علانیہ اس سے انحراف اور روگردانی کرتے ہو۔ پس یاد رکھو کہ ظلم کرنے والے کے لئے بہت برا عوض ہے۔ اور اس بات کو بھی یاد رکھو جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرے دین کی خواہش کرے گا تو خدا اس سے اس دین کو ہرگز ہرگز قبول نہ کرے گا۔ اور وہ آخرت میں ہلاک ہونے والوں میں سے ہو گا۔

اے مہاجر و انصار! آخر تم کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے رسولؐ کے جاتے ہی فتنہ و فساد بھڑکانے لگے۔ شیطان کی دعوت کو قبول

کر کے دین روشن کے نور کو بجھانے لگے اور اہلبیتؑ رسولؐ اور اولادِ پیغمبرؐ کے ساتھ خفیہ چال چلنے لگے اور اب کہتے ہو کہ ہمارے لئے میراث بھی نہیں ہے۔ پس یہ تمہارا قول سراسر بالکل غلط ہے۔ کیا یہ تم پر آفتاب کی طرح روشن نہیں ہے کہ میں تمہارے رسولؐ کی بیٹی ہوں۔ تو کیا اے مسلمانو! تمہارے ہوتے ہوئے میرا حق مار لیا جائے اور تم یوں ہی دیکھتے رہو اور میری مدد نہ کرو گے؟ (اس کے بعد آپ ابوبکر کی طرف مخاطب ہوئیں اور فرمایا) اے پسر ابو قحافہ! کیا یہ کتاب خدا میں ہے کہ تم اپنے باپ کی میراث پاؤ اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں؟ بیشک یہ تم نے عجب جھوٹ گڑھا ہے۔ تو پھر کیا تم نے جان بوجھ کر کتاب خدا کو چھوڑ دیا ہے؟ جس میں خدا فرماتا ہے کہ "سلیمانؑ نے (اپنے والد) داؤدؑ کی میراث پائی" (دیکھو پ ۱۹ سورہ نمل آیت ۱۶) اور منجملہ خبر یحییٰؑ بن زکریاؑ کے اللہ تعالیٰ نے جو قصہ بیان کیا ہے اس میں ارشاد فرمایا ہے۔ "زکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنی عنایت سے ولی عطا فرما جو میرا اور آلِ یعقوبؑ کا وارث ہو" (دیکھو

پ ۱۶ سورہ مریم آیت ۲ لغایتہ ۶) اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ
نے اپنی کتاب میں یہ بھی فرمایا ہے کہ "خدا تم کو تمھاری اولاد میں
مرد کے لئے عورت سے دو نے حصے کی وصیت کرتا ہے" جس کو تم خوب
اچھی طرح سے جانتے ہو۔ تو کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ میرے لئے
میرے باپ کے متروکہ میں سے کوئی حصہ اور میراث نہیں ہے؟
یا تم یہ کہتے ہو کہ مجھ میں اور ان میں کوئی قرابت نہیں ہے؟
یا خدا نے تمھیں کسی آیت کے ساتھ مخصوص کیا ہے
جس سے میرے والد کو خارج کیا ہے؟ یا تم کہتے
ہو کہ مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں
ہوتے تو کیا میں اور میرے والد ایک ہی مذہب پر نہیں
ہیں؟ اور کیا تم خصوص اور عموم قرآن کو میرے شوہر علیؑ سے
زیادہ جانتے ہو؟ اچھا خیر اگر تم نے ظلم ہی پر کمر باندھ لی ہے تو
لے لو میرے حق کو مگر یاد رکھو کہ قیامت کا دن دور نہیں ہے
جبکہ تمھارا اور ہمارا فیصلہ ہو گا اور کیسا اچھا حکم کرنے والا اللہ
اللہ تعالیٰ ہو گا اور تمھیں اس وقت کیسا خسارہ ہو گا۔ پس یہ بھی

یاد رکھو کہ اس وقت کی ندامت تم کو کچھ بھی نفع نہ دے گی اور بہت جلد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ذلیل کرنے والا عذاب کس پر نازل ہوگا اور عذاب دائمی کس کے لئے ہوگا۔

(اتنی تقریر کے بعد جناب فاطمہ زہرا نے انصار کو خصوصیت کے ساتھ مخاطب کر کے گویا ان سے استغاثہ فرمایا اور یوں کہا)

اے انصاران رسولؐ! اور اے قوتِ بازوئے اسلام! آخر یہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم پر ظلم ہو رہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو۔ ارے یہ کیسی غفلت اور چشم پوشی ہے جو تم سے ظہور میں آرہی ہے۔ کیا تم نے میرے والد پیغمبر خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ انسان کی بزرگداشت اس کی اولاد کے ساتھ نیکی کرنے میں ہے؟ پس تم نے اپنی خواہشات نفس کو پورا کرنے میں کس قدر عجلت سے کام لیا۔ حالانکہ جو مظالم ہم پر ڈھائے جا رہے ہیں اور ہم ان کا تحمل کر رہے ہیں ان کے دفع کرنے کی قوت تم میں موجود ہے اور ہم اپنے جس حق کے طالب اور خواستگار ہیں اس کے دلوانے کی تم میں طاقت ہے۔ پس افسوس

ہے اے بنی قیلہ! (یعنی قبیلہ اَوس و خزرج) کہ میرے باپ کی میراث ہضم کی جارہی ہے اور تم دیکھ رہے ہو۔ تم مجلس میں موجود ہو۔ میرے حال سے باخبر ہو اور میری تقریر بھی سن رہے ہو لیکن پھر بھی خاموش ہو۔ حالانکہ تم صاحبان کثرت و استعداد و صاحبان آلات و قوت ہو۔ تمھارے پاس سلاح و سپر بھی موجود ہے اور تم میرے پکارنے (اور استغاثہ) کو بھی سن رہے ہو اور پھر بھی میری مدد نہیں کرتے حالانکہ اس کے قبل تم ہمیشہ ہمارے حکم کی بجا آوری کرتے تھے۔ ارے یہ آج تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے کے بعد اسلام سے پلٹ گئے؟ یا ایمان لانے کے بعد مشرک ہو گئے؟ یا تم اس قوم سے ڈرتے ہو جنھوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا ہے؟ پس اگر تم ایمان رکھتے ہو تو تمھیں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ مجھے تو تمھاری نسبت یہی معلوم ہو رہا ہے کہ تم آرام طلبی کی طرف مائل ہو گئے ہو۔ اور جو تم نے ایمان کا لباس پہنا تھا وہ اتار کر پھینک دیا ہے اور جو تم نے کھایا تھا اسے اگل دیا ہے۔ پس تم بھی یاد رکھو کہ اگر تم اور

تمام اہل زمین سب کے سب کفر اختیار کر لیں تو خداوند عالم تم
سب سے بے نیاز و محمود ہے۔

(اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ) اے لوگو! اس
وقت جو کچھ بھی میں نے تم لوگوں کو مخاطب کر کے کہا ہے وہ
تمھاری حالت سے واقف ہونے کے بعد کہا ہے اور صرف اتمام
حجت کے لئے کہا ہے تاکہ تم سب پر حجت تمام ہو جائے اور کل
قیامت کے دن تم پیش پروردگار اس کی نسبت کچھ عذر و
معذرت نہ کر سکو۔ خوب یاد رکھو کہ خدا کا عذاب بہت قریب
ہے اور جو کچھ بھی تم لوگ کر رہے ہو اسے خدا بخوبی دیکھ رہا ہے
اور جو لوگ ظلم کر رہے ہیں ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا
کہ ان کی بازگشت کس جگہ ہے۔ میں تو عذابِ آخرت سے ڈرانے
والے نبیؐ کی بیٹی ہوں اور سخت مصیبت میں مبتلا ہوں۔ پس
جو چاہو کرو اور اس کی سزا بھی بھگتنے کے لئے تیار رہو۔ میں اس
کا انتقام ضرور لوں گی۔ بس میں بھی منتظر ہوں اور تم بھی منتظر رہو۔
خطبہ ختم کرنے کے بعد جناب فاطمہ زہرؑا نہایت ہی محزون

ومغموم وہاں سے سیدھی اپنے والد حضرت رسولؐ کی قبر مطہر پر تشریف لے گیئں اور اس پر منھ رکھ کر اس قدر روئیں کہ آنسوؤں سے قبر پاک تر ہو گئی ۔ بعدہٗ آپ اپنے بیت الشرف میں تشریف لائیں اور ابوبکر و عمر وغیرہ سے اتنا ناراض ہوئیں کہ مرتے وقت وصیت فرما گیئں کہ ابوبکر و عمر وغیرہ جن کی ذات سے انھیں تکلیف پہونچی ہے وہ ان کی نماز جنازہ اور کفن دفن میں شریک نہ ہونے پائیں اور اسی لئے حضرت علیؑ نے جناب فاطمہ زہراؑ کو رات میں دفن کیا اور ان حضرات یعنی ابوبکر و عمر کو شریک ہونے کا موقعہ نہ دیا۔

اس کے بعد صاحب کتاب ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہراؑ صد۲۰۲ پر بحوالہ ناسخ التواریخ تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کے مسجد سے تشریف لے جانے کے بعد مہاجرین و انصار میں ایک ہمہمہ پیدا ہوا اور آپس میں لوگ طرح طرح کی گفتگو کرنے لگے اور واپسی فدک کی طرف مائل نظر آئے اور جب حضرت ابوبکر نے اس کا احساس کیا تو فوراً منبر پر گئے

اور سبھوں کو ڈانٹا اور سمجھایا کہ یہ تمھارا کیسا خیال ہے جو میں سن رہا ہوں کہ تم کسی کی بات سن کر اتنی جلد رائے قائم کر لیتے ہو اور نتیجہ بالکل نہیں سوچتے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ عام غریب مسلمانوں کا مال ہے اگر میں اس کو فاطمہؑ کو واپس کر دونگا تو غریب و مسکین مسلمانوں کی پرورش کس چیز سے کی جائے گی اور انتظام حکومت کس چیز سے ہوگا۔ جس کو سن کر سب خاموش ہو گئے اور پھر علانیہ اس کے خلاف کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔

اتنا لکھنے کے بعد اسی سلسلہ میں صاحب کتاب ثمرۃ النبوۃ المعروف بہ الزہرا نے بحوالہ ناسخ التواریخ یہ بھی لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک دن حضرت علیؑ خود ابوبکر کے پاس تشریف لائے اور جو آپس میں گفتگو ہوئی وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت علیؑ:۔ اے ابوبکر! تم نے بنت رسولؐ سے فدک کو کس حق سے لیا؟

حضرت ابوبکر:۔ فدک مسلمانوں کا مال ہے۔ تاہم اگر فاطمہ زہراؑ کافی شہادت پیش کر کے اپنا حق ثابت کر دیتیں

تو مجھے فدک کے واپس کر دینے میں کچھ عذر نہ ہوتا۔

حضرت علیؑ:۔ اے ابوبکر! کیا تم حکم خدا کے خلاف حکم دینا چاہتے ہو؟

حضرت ابوبکر۔ واللہ ہرگز نہیں۔

حضرت علیؑ:۔ اگر کوئی چیز کسی کے قبضہ میں ہو اور میں اس کا دعویٰ کروں تو تم حکم اسلام کے اعتبار سے کس سے گواہ طلب کرو گے؟

حضرت ابوبکر۔ آپ سے۔

حضرت علیؑ:۔ پھر تم نے بنت پیغمبر سے گواہ کیوں طلب کئے جبکہ فدک حضرت رسولؐ کے وقت سے ان کے قبضہ اور تصرف میں تھا؟

حضرت عمر:۔ اے علیؑ! آپ بات کو بیکار میں طول نہ دیں جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ فدک مسلمانوں کے گزارہ کے لئے مقرر کیا جا چکا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

حضرت علیؑ:۔ (عمر کی بات کی طرف کوئی التفات نہ کر کے ابو بکر کی طرف مخاطب ہو کر) اے ابو بکر! تم نے قرآن شریف میں آیہ تطہیر "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً" تو پڑھی ہو گی۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بیشک اللہ کا یہی ارادہ ہے کہ اے اہلبیتؑ تم سے ہم ہر رجس و کثافت و گندگی کو دور رکھیں گے۔) (دیکھو پ ۲۲ سورہ احزاب آیت ۳۳) تو بتلاؤ کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟

حضرت ابو بکر۔ آیہ تطہیر آپ لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اہلبیتؑ پیغمبرؐ ہیں۔

حضرت علیؑ:۔ اے ابو بکر اگر کوئی شخص فاطمہ زہرؑا پر کسی گناہ کا اتہام کرے اور گواہ گواہی دیں تو تم کیا حکم دو گے؟

حضرت ابو بکر۔ مثل اور عورتوں کے ان پر بھی حد جاری کرنے

کا حکم دوں گا۔

حضرتِ علیؑ:۔ اگر ایسا کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔

ابوبکر:۔ یہ کیونکر؟

حضرت علیؑ:۔ اس وجہ سے کہ ایسا حکم دینے سے تم خدا کی شہادت کو جو اس نے فاطمہ زہرؑا کی طہارت و عصمت پر دی ہے رد کرنے والے ہو گے۔ اور خدا کی شہادت کے خلاف آدمی کی گواہی قبول کرنے والے ہو گے جو سراسر کفر ہے۔ اے ابوبکر! یاد رکھو کہ تم نے فدک لے کر پیغمبرؐ خدا سے خلاف ورزی کی اور بنت رسولؐ سے ان کا حق لیکر ناحق ان کو آزردہ کیا۔ اے ابوبکر! پیغمبرؐ خدا نے گواہی اور شہادت کی ذمہ داری مدّعی پر کی ہے اور قسم مدعا علیہ کے ذمہ رکھا ہے لیکن تم نے اس کے خلاف فاطمہ زہرؑا سے گواہ طلب کئے حالانکہ وہ پہلے سے فدک پر قابض اور

متصرف تھیں اور تم مدعی تھے۔ گواہی دینا تمھارے ذمہ ہونا چاہیے تھا نہ کہ فاطمہ زہراؑ کے ذمہ۔ اور پھر تم نے المضاعف یہ بھی غضب کیا کہ صاحبان تطہیر کی گواہی تم نے قبول نہ کی اور اسے بھی رد کر دیا۔

حضرت علیؑ کا یہ کلام سن کر حاضرین پر اتنا اثر ہوا کہ بعض ان میں سے رونے لگے اور کہنے لگے کہ واقعی حق علیؑ اور فاطمہؑ کے ساتھ ہے اور حضرت علیؑ سچ فرماتے ہیں لیکن حضرت ابوبکر وعمر پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور حضرت علیؑ واپس تشریف لے آئے۔

پچیسواں باب

جناب فاطمہ زہرا اور خمس

رقم خمس وہ رقم ہے جس کا تذکرہ خداوند عالم نے قرآن پاک پ۱۰ سورہ انفال رکوع ۱۵ میں کیا ہے اور جس میں آل رسولؐ کا خصوصی حق ہے لیکن افسوس ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس رقم سے بھی آل رسولؐ کو محروم کر دیا۔ اب آپ اس حق اور اس سے محرومیت کے قصّہ کو بھی کتب اہلسنت ہی سے ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے آپ حق کی نسبت سنئے۔

اہلسنت والجماعت کے مشہور عالم علامہ جلال الدین سیوطی نے "تفسیر در منثور" میں آیہ "واعلموا انما غنمتم من شیٔ فانّ للّٰہ خمسہٗ الخ" کی تفسیر کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ مال غنیمت میں پانچواں حصّہ رقم خمس ہے جس میں آل رسولؐ کا مخصوص حق ہے۔ (وہ اس مخصوص حق کی وجہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ) چونکہ آلِ

---

۱ پ۱۰ سورہ انفال ع ۱۵

محمدؐ پر صدقہ حلال نہیں ہے اس لئے خدا نے خمس میں مخصوص حصہ ان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔"

(۲) اس حقیت خمس کی نسبت دوسرے عالم اہلسنت جناب شیخ سلیمان الحنفی نے بھی اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں اس مقام پر جہاں شیخ موصوف نے قرآن شریف کے ان بارہ مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں خدا نے بعض امور میں عترت پیغمبرؐ کو مخصوص فرمایا ہے ان الفاظ کے ساتھ رقم خمس میں آلِ رسولؐ کے حق کو تسلیم کیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ آیہ انما غنمتم الخ میں خمس خدا اور رسولؐ اور قرابت دارانِ رسولؐ کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حصہ اور پیغمبرؐ کے حصہ کے ساتھ ذوالقربیٰ کا حصہ بھی مقرر فرمایا ہے۔ یہ فضل آل نبیؐ کے علاوہ کسی امتی کے لئے نہیں ہے۔"

اب اس کے بعد آپ کتب اہلسنت سے یہ بھی پڑھیے کہ باوجود اس حق کے جو آلِ رسولؐ کے لئے خدا نے خمس میں مقرر فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ نے آلِ رسولؐ کو

اس حق سے بھی محروم کر دیا تھا۔

سنن ابی داؤدؒ مطبوعہ دہلی کے ص۲۱۲ و ص۲۱۶ پر صاف طریقہ سے درج ہے کہ حضرت ابوبکر نے اہلبیت رسولؐ کو رقم خمس سے بھی محروم کر دیا تھا۔ اس کتاب میں رقم خمس کے متعلق ایک طولانی عبارت درج ہے جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ "حضرت ابوبکر مال خمس اسی طرح تقسیم فرمایا کرتے تھے جیسا کہ آنحضرتؐ ارباب استحقاق کو دیتے تھے۔ بس فرق اتنا تھا کہ اہلبیتؑ رسولؐ کو انھوں نے بالکل محروم کر دیا تھا اور انھیں اس میں سے ایک حبہ بھی نہ دیتے تھے۔"

(۲) تفسیر ابن مسعود بذیل تفسیر آیہ "انما غنمتم" الخ میں صاف طریقہ پر یہ لکھا ہوا ہے کہ مال غنیمت میں آل نبیؐ کا بھی حق ہے۔ اور حضرت رسولؐ اپنے زمانے میں خمس میں سے آل نبیؐ کو بھی حصہ دیا کرتے تھے لیکن حضرت ابوبکر نے اپنے زمانۂ خلافت میں آل نبیؐ کو اس حق سے محروم کر دیا تھا۔

(۳) اس منع رقم خمس کی نسبت جس میں فدک کا بھی تذکرہ

آگیا ہے ہم صحیح بخاری مطبوعہ بمبئی ص۱۰ پر اور صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۹۱ پر آج بھی اس طرح لکھا ہوا پاتے ہیں کہ "جب حضرت ابو بکر نے فدک پر قبضہ کر لیا اور خمس کی رقم سے بھی ان معظمہ کو محروم کر دیا تو وہ معظمہ ابو بکر سے اتنا ناراض ہوئیں کہ مرتے دم تک ان سے کلام نہیں کیا اور مرتے وقت وصیت فرما گئیں کہ حضرت ابو بکر و عمر ان کے نماز جنازہ اور کفن دفن میں شریک نہ ہونے پائیں اور یہی بات بخاری شریف مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۳۷ و جلد ۴ ص۱۱۹ پر و نیز کتاب الامامت والسیاست مطبوعہ مصر جلد ا ص۱۵ پر بھی درج ہے۔

(۴) اہلسنت کے مشہور عالم جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنی کتاب تحفۂ اثنا عشری کے باب دہم میں حضرت عمر اور رقم خمس کی نسبت اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر (بھی) اولاد عباسؓ اور آلِ ابو طالبؑ کو خمس میں سے کچھ نہ دیتے تھے۔"

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابو بکر و عمر نے اہلبیت رسولؐ کو اس رقم خمس سے محروم کرنے کے لئے کون سی حدیث یا بہانہ تلاش کیا تھا۔

چھبیسواں باب

جناب فاطمہ زہراؑ کو راضی کرنے کی ناکام کوشش

عالم اہلسنت علامہ ابن قتیبہ دینوری کی کتاب الامامت والسیاست کے صفحہ ۳۱ پر اور نور ایمان جدید ایڈیشن صفحہ ۳۰۲ و صفحہ ۳۰۳ پر لکھا ہے کہ متذکرہ واقعات کے گزرنے کے بعد جناب فاطمہ زہراؑ کی تکلیف زیادہ بڑھ گئی اور قریب روز بیمار رہنے لگیں اور اسی بیماری کے دوران میں جو جناب فاطمہ زہراؑ کے لئے مرض الموت کی بیماری ثابت ہوئی۔ ایک روز حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہم نے فاطمہؑ کو بہت آزردہ کیا ہے اور وہ بیمار ہیں ہمیں چل کر ان کی عیادت کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں اپنے کئے کی کچھ معذرت بھی ہو جائے تو اچھا ہے۔ حضرت ابوبکر نے ان کے مشورہ کو قبول فرمایا اور دونوں صاحب

بیت الشرف پر حاضر ہو کر اذن کے خواستگار ہوئے۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے اذن دینے سے انکار فرمایا۔ اس کے بعد یہ دونوں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم جناب فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں بغرض عیادت حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ آپ ان سے ہماری سفارش کر کے حاضری کی اجازت دلا دیجئے۔ حضرت علیؑ نے جناب فاطمہ زہراؑ سے ان کی استدعا بیان کی اور ان کی سفارش فرمائی تو جناب فاطمہ زہراؑ نے ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔

اذن پا کر دونوں حضرات حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیکر ان کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ تب حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ اے حبیبۂ رسولؐ خدا! مجھے اپنی قرابت سے زیادہ رسولؐ اللہ کی قرابت محبوب ہے اور آپ میرے نزدیک میری بیٹی عائشہ سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں۔ کاش میں اسی روز مر جاتا جس دن آپ کے والد ماجد نے انتقال فرمایا تھا تاکہ ان کے بعد میں

باقی نہ رہتا۔ اے فاطمہ! یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو اور آپ کے فضل و شرف کو پہچانوں اور آپ کا حق نہ دوں اور میراث رسولؐ اللہ سے آپ کو محروم کر دوں؟ اے فاطمہؑ! آپ اسے یقین فرمائیں۔ یہ ایک امر حقیقت ہے کہ میں نے آپ کے والد ماجد کو اپنے کانوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پیغمبروں کے واسطے میراث نہیں ہے۔ ان کا متروکہ صدقہ ہوتا ہے اور اسی لئے مجبوراً میں نے فدک آپ کو واپس نہیں کیا۔ یہ سن کر جناب فاطمہ زہرؑا نے فرمایا کہ اس کی نسبت تو مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی (یعنی کہ تم بالکل غلط کہتے ہو۔ حضرت رسولؐ قرآن مجید کے خلاف کبھی نہیں فرما سکتے۔ اور اگر رسولؐ اللہ کو اس کے متعلق کچھ فرمانا ہوتا تو ہم سے کہہ جاتے اس لئے کہ ان کی میراث سے ہمارا تعلق تھا نہ کہ تمھارا) اب میں اس وقت تم دونوں سے دریافت کرتی ہوں کہ اگر میں تم سے رسولؐ اللہ کی ایک حدیث بیان کروں تو کیا تم اس کا اقرار کرو گے؟ حضرات شیخین نے کہا کہ ہاں اگر حضرت رسولؐ نے وہ حدیث ہمارے سامنے بیان

کی ہو گی تو بیشک ہم اقرار کریں گے۔ پس آپ نے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتی ہوں اللہ کی کہ تم سچ کہنا۔ آیا تم نے حضرت رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "فاطمہؑ میرا ایک ٹکڑا ہے۔ فاطمہؑ کی رضامندی میری رضامندی ہے اور فاطمہؑ کی ناخوشی میری ناخوشی ہے۔ جس نے فاطمہؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے فاطمہؑ کو راضی کیا اس نے مجھ کو راضی کیا۔ اور جس نے فاطمہؑ کو آزردہ کیا اس نے مجھ کو آزردہ کیا؟ حضرت ابوبکر و عمر نے عرض کی کہ ہاں یا بنتِ محمدؐ ہم نے پیغمبرؐ کو بیشک یہ کہتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ تب جناب فاطمہؑ زہراؑ نے فرمایا کہ سنو! میں گواہ کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ملائکہ کو کہ تم دونوں نے مجھے آزردہ و ناراض کیا اور مجھ کو راضی نہیں کیا اور جب میں اپنے پدر عالی مقدار سے ملوں گی تو تمھاری شکایت کروں گی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر کہنے لگے کہ اے فاطمہؑ! ہم پناہ مانگتے ہیں خدا کی اس کی ناراضی اور تمھاری ناراضی سے یہ کہہ کر اس طرح رونا شروع کیا کہ

معلوم ہوتا تھا کہ ان کی روح نکل جائے گی لیکن جناب فاطمہ زہراؑ برابر یہی فرماتی جا رہی تھیں کہ واللہ میں تمہارے لیے ہر نماز میں بددعا کروں گی۔

دوسرے عالم اہلسنت جناب ابوبکر جوہری نے بھی اس واقعہ کو اپنی کتاب سقیفہ میں یوں ہی تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ نے حضرت ابوبکر کے رونے کی کوئی پرواہ نہیں کی اور برابر یہی کہتی رہیں کہ میں تم سے ناراض ہوں اور خدا کی قسم میں تمہارے حق میں برابر بددعا کرتی رہوں گی۔ یہ سن کر ابوبکر و عمر روتے ہوئے فاطمہؑ کے گھر سے باہر آگئے۔

ستائیسواں باب

جناب فاطمہ زہرا کی وصیت، وفات اور ان کی تجہیز و تکفین کا حال

کتاب سیدہ طاہرہ کے صفحہ پر لکھا ہے کہ فاطمہ زہرا کی عمر شریف بوقت وفات ۱۸ سال کی تھی اور آپ حضرت رسولؐ کے بعد تین مہینہ اور بقولے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ حضرت رسولؐ کے مرتے ہی جناب سیدہؑ کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا اس لئے کہ چاروں طرف سے مصائب نے اس طرح گھیر لیا تھا جیسے کہ شب تاریک دن کو گھیر لیتی ہے۔

اہلسنت کے مشہور عالم عالیجناب ملا معین کاشفی نے اپنی کتاب معارج النبوۃ میں بذیل ذکر سبب وفات فاطمہؑ زہرا تحریر فرمایا ہے کہ بروز بیعت ابوبکر جو جناب فاطمہ زہرا

کو ضرب لگائی گئی تھی (جس سے جناب محسنؑ کی پیٹ کے اندر شہادت واقع ہوئی تھی اور جس سے جناب فاطمہ زہراؑ کی پسلی بھی شکستہ ہوئی تھی) وہی دراصل فاطمہ زہراؑ کی موت کا سبب بنی اور اسی کے بعد سے جو وہ معظمہؑ بیمار رہیں تو اسی بیماری میں ان کی وفات ہو گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

کتاب سیدہ طاہرہ میں لکھا ہے کہ یوں تو وہ اپنے باپ کے بعد کچھ دن زندہ رہیں لیکن کس طرح "زندہ درگور" چاروں طرف سے مصائب کے دروازے رسولؐ کی اس شکستہ دل بیٹی کے اوپر کھلے ہوئے تھے اور حسرت و بے کسی و ناکامی کے جگر دوز نشتر رگ رگ میں چبھے ہوئے تھے۔ جب تک زندہ رہیں کسی نے ان کو ہنستے نہ دیکھا۔ ہر وقت شفیق باپؐ کی صورت انکی نگاہ کے سامنے تھی۔ جب کوئی حضرت کا نام لیتا ٹپ ٹپ آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے تھے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب جلاء العیون ص۱۶۰ پر بسند ابن بابویہ علیہ الرحمہ روایت کی ہے کہ وفات رسولؐ

کے بعد حضرت رسولؐ کے محبوب مؤذن جناب بلالؓ نے اذان دینے سے انکار کر دیا تھا اور صاف کہہ دیا تھا کہ حضرت رسولؐ کے بعد اب میں کسی کے واسطے اذان نہ دوں گا۔ ایک مرتبہ جب وہ سلام کرنے کے لئے بنت رسولؐ کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوئے تو جناب فاطمہ زہراؑ نے ان سے اذان کہنے کی خواہش کی اس لئے جناب بلالؓ نے تعمیل خواہش جناب فاطمہؑ میں مسجد میں جا کر اذان دینا شروع کی۔ ادھر بلالؓ کی آواز بلند ہوئی اودھر جناب فاطمہ زہراؑ کو باپ کا زمانہ یاد آگیا اور رونا شروع کیا۔ جب بلالؓ نے اشھد ان محمداً رسول اللہ کہا تو جناب سیدہ نے ایک آہ کا نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئیں۔ فضہ نے بلالؓ سے آکر کہا کہ بلالؓ اذان بند کرو اس لئے کہ دختر رسولؐ بیہوش ہو گئی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہو جائے اس لئے بلالؓ نے اذان منقطع کر دیا اور پھر اذان کو تکمیل تک نہ پہونچایا۔

جناب فاطمہ زہراؑ کے لئے وفات رسولؐ ہی کا غم کیا کم تھا کہ بعد رسولؐ جو ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تو اس نے

جناب سیدہ کو زندہ درگور بنا دیا۔ آپ کا معمول تھا کہ جس وقت حضرت کی یاد دل کو زیادہ بے چین کرتی یا کوئی مصیبت تازہ پڑتی تو قبر مبارک پر جاکر حضرتؐ کو حال دل سناتیں اور یہ اشعار پڑھ کر قبر رسولؐ کو آنسوؤں سے تر کر دیتیں۔ ترجمہ اشعار

"جس نے محمدؐ کی خاک قبر کو سونگھ لیا وہ پھر دنیا کی کسی خوشبو کو سونگھنے کا مشتاق نہ ہوگا"

(اے بابا) "آپ کے مرنے کے بعد مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر روز روشن پر پڑتیں تو وہ شب تاریک سے مبتدل ہو جاتے"

ان مصیبتوں میں جس قدر زمانہ گذرتا جاتا تھا جناب سیدہؑ کا ضعف بڑھتا جاتا تھا اور چہرہ پر مردنی چھاتی چلی جاتی تھی۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہر چند ٹوٹے دل کو تسلی دیتے تھے لیکن تڑپ میں کمی اور اضطراب میں سکون نہیں ہوتا تھا۔

عالم اہلسنت عالیجناب سید علی ابن شہاب ہمدانی نے

اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں ابن عباس سے روایت لکھی ہے اور کتاب سیدہ طاہرہ میں بھی لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ زہرؑا کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ جناب حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام کے ہاتھوں کو پکڑ کر قبر رسولؐ پر گئیں اور قبر منور و منبر کے درمیان دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر دونوں صاحبزادوں کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ اے بچو! تم دونوں ذرا دیر کے لئے اپنے باپ کے پاس بیٹھو۔ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ صاحبزادے تو ادھر گئے اور سیدہ وہاں سے گھر آئیں۔ غسل کیا۔ حضرت رسولؐ خدا کا بچا ہوا کفن پہنا۔ آنحضرتؐ کی چادر اوڑھی اور اسماءؓ سے فرمایا: میں حجرہ کے اندر جاتی ہوں، تم گھر سے کہیں نہ جانا۔ جب تک تم مجھ سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں سننا تو سنتی رہنا اور جب مجھ سے کوئی آواز نہ سننا تو مجھے تین آوازیں دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو سمجھ لینا کہ میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں پہونچ گئی اور اندر چلی آنا۔

یہ کہہ کر آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئیں اور پہلے

دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوئیں۔ ایک ساعت کے بعد جب آواز آنے کا سلسلہ بند ہوا تو اسماءؓ نے آواز دی اور جب تین آواز دینے کے بعد بھی کوئی جواب نہ ملا تو وہ حجرہ کے اندر داخل ہوئیں۔ دیکھا کہ جناب سیدہؑ اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔ فرطِ غم سے اسماءؓ نے اپنا گریبان چاک کر لیا اور زار و قطار روتی ہوئی حجرہ سے باہر آئیں کہ اتنے میں دونوں صاحبزادے بھی آ گئے۔ اور پوچھا کہ اے اسماءؓ ہماری اماں کہاں ہیں۔ اسماءؓ خاموش ہو گئیں اور حجرہ کی طرف اشارہ کر دیا۔

دونوں بھائی حجرہ میں داخل ہوئے۔ امام حسینؑ نے ماں کا شانہ پکڑ کر ہلایا اور زور زور سے پکارا لیکن جواب نہ ملنے پر سمجھ گئے کہ ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ دونوں بھائی روتے اور وامحمداہ! واجداہ! کے نعرے مارتے ہوئے گھر سے نکل کر مسجد میں آئے۔ حضرت علیؑ مصروف عبادت تھے۔ ان کو اس سانحہ عظیم کی خبر دی۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؑ پر ایسی غشی طاری ہوئی کہ

ہوش میں لانے کے لئے آپ پر پانی چھڑکا گیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو گھر میں تشریف لائے اور حجرۂ فاطمہؑ میں داخل ہوئے جہاں اسماءؓ ان معصومہ کے سرہانے بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ حضرت علیؑ نے جب جناب سیدہ کے چہرہ سے کپڑہ ہٹایا تو دیکھا کہ ایک رقعہ سر کے قریب رکھا ہوا ہے۔ آپ نے اس کو اٹھا کر پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ خدا کے رسولؐ ہیں۔ اور اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ جنّت حق ہے۔ دوزخ حق ہے اور قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اس میں کسی طرح کا بھی شک و شبہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ مُردوں کو قبر سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اے علیؑ! میں فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آپ سے کیا تاکہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بی بی ہوں اور آپ غیر کی نسبت میرے لئے زیادہ اولیٰ ہیں۔ پس آپ ہی مجھے غسل دیں۔ حنوط کریں۔ کفن پہنائیں اور دفن کریں اور میرا

جنازہ رات کو اٹھائیے گا اور میرے ستانے والوں میں سے کسی کو بھی خبر نہ کیجئے گا۔ اب میں آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں اور اپنی اولاد کو جو قیامت تک ہوگی سلام کرتی ہوں"۔

جب رات ہوئی تو جناب امیر علیہ السلام نے آپ کو غسل دیا اور تختہ پر رکھا۔ پھر امام حسنؑ سے فرمایا کہ جانماز بچھاؤ۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر جنازہ کو بقیع میں لے گئے۔ وہاں کے ہر مقام سے آواز آنے لگی میری طرف لاؤ۔ ایک طرف نظر کی تو ایک قبر کھدی ہوئی تیار نظر آئی جو مخصوص طریقہ پر جناب فاطمہ زہرا کے لئے قدرت کی طرف سے تیار کی گئی تھی۔ پس حضرت علیؑ نے اس قبر میں جناب فاطمہ زہرا کو دفن کیا اور جب آپ نے قبر میں نعش مبارک اتارنے کا تہیہ کیا تو قبر سے دو ہاتھ جو حضرت رسولؐ کے ہاتھوں سے مشابہ تھے نکلے اور آواز آئی میری فاطمہؑ کو میرے سپرد کرو۔ حضرت علیؑ نے نعشِ جناب فاطمہؑ کو انھیں ہاتھوں کے سپرد کیا۔

جب آپ جناب سیدہ کو دفن کر چکے تو زمین سے مخاطب

ہو کر فرمایا کہ اے زمین میں اپنی امانت کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ دختر رسولؐ خدا ہیں۔ زمین سے آواز آئی اے علیؑ! آپ میری طرف سے اطمینان رکھیں۔ اس کے بعد آپ نے زمین کو اس طرح ہموار کر دیا کہ گویا یہاں قبر بنی ہی نہ تھی۔

علامہ واقدی اور جملہ علمار اہلسنت نے اس بات کو بلا اختلاف لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ زہراؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے جناب علیؑ مرتضیٰ سے وصیت کی کہ جن لوگوں نے مجھے ستایا ہے، بالخصوص ابوبکر و عمر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائیں اور نہ وہ میرے کفن دفن میں شریک ہوں۔ پس حضرت علیؑ نے حسب وصیت عمل کیا اور اسی لئے انھوں نے جناب فاطمہ زہراؑ کو بغیر ابوبکر و عمر کو اطلاع دیئے ہوئے رات میں دفن کر دیا۔

علمار اہلسنت میں سے مولوی محمد مبین فرنگی محلی لکھنوی نے اپنی کتاب وسیلتہ النجات میں اور حافظ جمال الدین محدث نے روضتہ الاحباب میں لکھا ہے کہ بعد دفن فاطمہؑ دوسرے

روز ابوبکر و عمر و دیگر اصحاب نے حضرت علیؑ سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں نہ خبر کی کہ ہم بھی شرف نماز جنازہ حاصل کرتے تو علیؑ نے کہا کہ میں کیا کرتا اس لئے کہ فاطمہؑ کی وصیت تھی کہ تمھیں خبر نہ کی جائے۔

ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ کفن و دفن جناب فاطمہ زہراؑ کے بعد صبح کو ابوبکر و عمر وغیرہ جناب امیرالمومنین حضرت علیؑ کے دروازہ پر شرکت نماز جنازہ کے لئے حاضر ہوئے تو مقداد بن اسود نے ان سے کہا کہ جناب سیدہ طاہرہؑ کی میت رات ہی میں دفن کر دی گئی ہے۔ اب کوئی امر باقی نہیں ہے۔ آپ حضرات تشریف لے جائیں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ میں نے نہ کہا تھا کہ یہ لوگ ایسا ہی کریں گے اور ہم کو شریک نہ ہونے دیں گے۔ حضرت عباس ابن عبدالمطلب نے کہا کہ فاطمہؑ نے از روے وصیت تم لوگوں کی حاضری اور شرکت نماز جنازہ وغیرہ کو منع فرما دیا تھا اس لئے تم کو تکلیف نہیں دی گئی۔ حضرت عمر نے نہایت غصہ سے کہا کہ اے بنی ہاشم!

تم لوگ اپنے حسد سے باز نہ آؤ گے اور ہمیشہ ہم سے برسرِ کینہ رہو گے۔ قسم بخدا اگر ہم چاہیں تو ابھی فاطمہؑ کی نعش کو قبر سے نکال کر اس پر نماز پڑھیں۔ جب حضرت علیؑ نے عمر کا یہ کلام سنا تو آپ کو جلال آگیا اور غضبناک ہو کر فرمایا کہ اے پسر صہاک! اگر تو ایسا ارادہ کرے گا تو بخدا یہ تلوار تجھ کو تیرے خون میں نہلائے بغیر پھر نیام میں واپس نہ آئے گی۔ حضرت عمر یہ قسم اور حضرت علیؑ کے غصہ کی حالت دیکھ کر دم بخود ہو گئے اور حضرت ابوبکر نے آگے بڑھ کر امیر المومنینؑ حضرت علیؑ سے معذرت کی اور اس کے بعد یہ سب لوگ واپس چلے گئے۔

اٹھائیسواں باب

استحقاق خلافت کی نسبت حضرت علیؑ کے لاجواب دلائل

واضح ہو کہ یہ مکالمہ جو اس باب میں درج کیا جا رہا ہے وہ شیعوں کی کتاب احتجاج طبرسی سے نقل کیا جا رہا ہے جسے مدیر "اصلاح" نے بھی اپنے پرچہ اصلاح ۳ جلد ۲۵ بابتہ ماہ ربیع الاوّل ۱۳۳۴ھ میں بھی درج فرمایا ہے۔ مجھے یہ مکالمہ دوران ترتیب کتاب ہذہ میرے ایک عزیز دوست سیّد وجاہت حسین صاحب فتحپوری ساکن حال دریا آباد الہ آباد کے ذریعہ سے دستیاب ہوا اور موصوف نے اس کتاب میں شامل کرنے کے لئے خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر مجھے عنایت کیا۔ چونکہ اس مکالمہ میں حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنی خلافت کے استحقاق میں خود اپنی زبان سے ایسے مضبوط استدلالات

پیش فرمائے ہیں جن سے کوئی صاحب عقل و انصاف انکار نہیں کر سکتا اس لئے میں نے اس مکالمہ کو بھی اس کتاب میں درج کر دیا ہے تاکہ غور کرنے والوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دے سکے۔

اس مکالمہ کی ابتدا احتجاج طبرسی میں اس طرح لکھی ہے کہ دوران خلافت ابوبکر ایک مرتبہ حضرت علیؑ اور ابوبکر میں تنہائی میں گفتگو کرنے کا موقع مل گیا اور جو گفتگو ہوئی وہ بصورت مکالمہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حضرت ابوبکر۔ اے ابوالحسن! میں دیکھتا ہوں کہ جب سے میں نے امرِ خلافت کو قبول کیا ہے آپ مجھ سے برابر ناراض رہتے ہیں اور مجھ پر آپ کی ناراضگی انتہائی شاق ہے۔ خدا کی قسم یہ بات یعنی خلافت کی تجویز اور میری مسند نشینی میرے اتفاق رائے سے نہیں ہوئی کیونکہ نہ مجھ کو اس عہدہ کی کوئی آرزو تھی اور نہ میں اس پر

حریص تھا اور نہ اس عہدہ کے مشکل فرائض کی انجام دہی میں مجھے اپنے نفس پر اعتماد تھا اور نہ مجھے مال۔ کنبہ اور قبیلہ کی کثرت وجمعیت حاصل ہے اور نہ دوسروں کو محروم کر کے میں اس پر قبضہ چاہتا ہوں۔ صرف امتِ رسولؐ کی بہبودی کے خیال سے جب مجھ پر زور ڈالا گیا تو میں نے اسے قبول کر لیا۔ باوجود ان تمام باتوں کے میں دیکھتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ آخر اس میں میری کیا خطا ہے؟

حضرت علیؑ۔ اے ابوبکر! جیسا کہ تم کہتے ہو کہ تم کو اس کی خواہش نہ تھی اور تم اس پر حریص بھی نہ تھے اور تم اپنے نفس میں اس بوجھ کو اٹھانے کی قابلیت بھی نہیں پاتے تو پھر بتلاؤ کہ تم اس پر آمادہ ہی کیوں ہوئے اور تمہیں کس چیز نے

جرأت دلائی کہ تم نے خلافت کو قبول کر لیا؟

حضرت ابوبکر۔ اے علیؑ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے حضرت رسولؐ سے ایک حدیث سنی تھی کہ "ان اللہ لایجمع امتی علی الضلال" یعنی "میری امت کو خدا گمراہی پر کبھی متفق نہ کرے گا" اور جب میں نے اس حدیث اجماع کو اپنی خلافت پر دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ تمام امت نے میری خلافت پر اجماع کر لیا ہے تب اس وقت میں نے اس عہدہ خلافت کو قبول کرنے کی ہمت کی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ایک شخص کو بھی میری خلافت میں عذر ہے تو میں ہرگز اس عہدہ کو قبول نہ کرتا۔

حضرت علیؑ۔ اے ابوبکر! تم نے جس حدیث رسولؐ کا ذکر کیا کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا تو اس کی نسبت مجھے

یہ کہنا ہے کہ اوّل تو حضرتؐ نے ایسا کبھی نہیں فرمایا اور یہ حضرتؐ پر ایک اتہام ہے اور اگر بغرض محال تم پر اعتماد کر کے اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے خیال میں کیا میں اس امت میں نہیں ہوں؟

حضرت ابوبکر۔ ہاں بیشک آپ بھی اس امت میں ضرور ہیں۔

حضرت علیؑ:۔ اور دوسرے لوگ بھی جو تمہاری خلافت اور بیعت کو جائز نہیں سمجھتے مثلاً سلمان فارسیؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ ابن عبادہؓ اور انصار سے جو لوگ ان کی طرف ہیں یہ سب لوگ بھی امت میں داخل ہیں یا نہیں؟

حضرت ابوبکر۔ ہاں یہ سب بھی امت میں داخل ہیں۔

حضرت علیؑ۔ تو پھر تم اس حدیث سے کیونکر استدلال کر سکتے ہو اس لئے کہ تمہاری خلافت پر تمام امت

کا اجماع ہوا ہی نہیں اور اصحاب رسولؐ میں
بھی جبکہ ایسے جلیل القدر اصحاب رسولؐ کی جماعت
اس تجویز سے علیحدہ رہی تو پھر اجماع کیسے ہوا؟
اور اے ابوبکر! یہ بھی یاد رکھو کہ جن کا جن کا
میں نے نام لیا ہے یہ لوگ امت رسولؐ میں ایسے
بزرگ صحابی ہیں کہ ان پر امت میں سے کسی
کو نہ اعتراض ہے اور نہ ان کے صحابئ رسولؐ
ہونے میں کوئی شک وشبہ ہے۔

حضرت ابوبکر۔ اے علی! اس جم غفیر صحابہ کے علیحدہ رہنے اور
میری خلافت کو ناجائز سمجھنے کی خبر مجھے اسوقت
ہوئی جب میری خلافت مستحکم ہو گئی اور کل انتظام
درست ہو گیا تھا۔ پس اس وقت مجھے خوف
ہوا کہ اگر اس خلافت سے اب میں علیحدہ ہو جاتا
ہوں تو لوگ مرتد ہو جائیں گے اور دین اسلام
سے نکلنا شروع کر دیں گے۔ پس دین و ملت

کی حفاظت کے لئے مجھے یہ بات ضروری معلوم ہوئی کہ میں خلافت کے کاموں کو برابر انجام دیتا رہوں اور اگر میں ایسا نہ کرتا تو لوگ آپس میں جنگ وجدال کر کے اپنے سابق کفر وضلالت کی طرف پلٹ جاتے لہذا ان سب کو اسلام پر باقی رکھنے کی یہی صورت تھی کہ میں اپنی خلافت سے دستبردار نہ ہوں۔ اور مجھے یقین تھا کہ ان تازہ مسلمانوں کو اسلام پر باقی رکھنے کی فکر آپکو بھی اتنی ہی ہوگی جتنی مجھے ہے اور آپ مجھ سے کوئی علیحدہ رائے نہ رکھیں گے۔

حضرت علیؑ:۔ ہاں یہ بات تو درست ہے کہ مجھے ان مسلمانوں کو دین اسلام پر باقی رکھنے کی فکر یقیناً بہت ہے اور ہمیشہ رہے گی لیکن اس ناجائز خلافت کو اس سے کیا تعلق ؟ کیا رسولؐ اللہ اپنی حیات میں مجھے اپنا خلیفہ اور جانشین نہیں مقرر کر گئے

تھے؟ اور اگر بغرض محال تم اس سے انکار رکھتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ رسولؐ اللہ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں مقرر فرمایا بلکہ امت کو اس امر کا اختیار دے گئے ہیں کہ جس کو چاہو اپنے میں سے خلیفہ مقرر کر لو تو پھر یہ بتاؤ کہ تمھاری نظر میں جو شخص خلافت کا مستحق ہو گا اس میں کچھ اوصاف ہونا چاہئے یا کسی اوصاف کی اس میں ضرورت نہیں ہے؟ اور اگر خلیفہ بننے کے لئے تم کچھ اوصاف کی ضرورت سمجھتے ہو تو بتلاؤ کہ وہ کیا کیا ہیں؟

حضرت ابوبکر۔ ہاں ہاں بیشک اس میں کچھ اوصاف ضروری ہیں اور وہ اوصاف میرے خیال میں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) یہ کہ وہ امت کو اچھی رائے دے نصیحت کرے اور اس کا وفادار بھی ہو۔

(۲) یہ کہ وہ امت کے آپس کے اختلافات کو رفع بھی کرتا رہے۔

(۳) یہ کہ وہ اچھے چال چلن اور پاکیزہ سیرت کا بھی ہو۔

(۴) یہ کہ وہ عدل کا بھی اظہار کرے۔

(۵) یہ کہ وہ کتاب خدا اور احادیث پیغمبرؐ خدا کا بھی عالم ہو۔

(۶) یہ کہ وہ دنیا اور اس کی مزخرفات سے زہد بھی اختیار کیے ہوئے ہو اور اس کی خواہش اس کو کم ہو۔

(۷) یہ کہ وہ ہر مقام کے مظلوم خواہ وہ نزدیک کا ہو یا دور کا ہو اس کے ظالموں سے عوض لے اور اس کا حق دلوائے۔ (اتنا کہہ کہ حضرت ابوبکر نے خاموشی اختیار کر لی۔)

حضرت علیؑ:۔ اے ابوبکر! کیا حضرت رسولؐ کے ساتھ قرابت

قریبہ اور دینی خدمات اور مسابقت اسلام کو بھول گئے جو تم نے انصار کے مقابلہ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش کرکے خلافت حاصل کی تھی۔ کیا خلیفۂ رسولؐ کے لئے ان اوصاف کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ اوصاف بھی اس میں دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ موجود ہونا چاہیے؟

حضرت ابوبکر۔ ہاں ہاں قرابت رسولؐ۔ دینی خدمات اور مسابقت فی الاسلام کے اوصاف بھی اس کے لئے ضروری ہیں اور یہ اوصاف بھی اس میں دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہونا چاہیے۔

حضرت علیؑ۔ تو اے ابوبکر! اب میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ سچ سچ بتانا کہ کل اوصاف جو تم نے بیان کئے اور جو میں نے اضافہ کئے اور ان کو تم نے بھی تسلیم کیا۔ ان سب کو آیا تم اپنے نفس میں زیادہ پاتے ہو یا مجھ میں؟

حضرت ابو بکر۔ اے علیؑ! بیشک ان تمام اوصاف کو میں اپنے سے زیادہ آپ میں پاتا ہوں۔

حضرت علیؑ۔ اچھا اب یہ بھی بتاؤ کہ حضرت رسالتؐ مآب نے جب لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کی تو مردوں میں سب سے پہلے میں نے حضرتؐ کی اس دعوت کو قبول کیا تھا یا تم نے؟

حضرت ابو بکر۔ بیشک آپ ہی نے سب سے پہلے دعوت کو قبول کیا تھا اور اسلام لائے تھے۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بھی پوچھتا ہوں کہ بتاؤ سورہ برأت کی تبلیغ کے لئے کیا میں خدا کی طرف سے مامور نہیں ہوا تھا کہ تم سے لے لوں اور خود کفار کے بھرے مجمع کے سامنے مکہ معظمہ میں اس کی تبلیغ کردوں اور آیا اس سورہ کی تبلیغ میں نے کی تھی یا تم نے؟

حضرت ابو بکر۔ بیشک یہ شرف بھی آپ ہی کو ملا اور میں اس

سے محروم کیا گیا۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب جناب رسولؐ خدا کو مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کے وقت اپنی جگہ کسی شخص کے سلانے کی ضرورت ہوئی تاکہ اگر کفار مکہ قتل کریں تو وہی شخص قتل ہو جائے اور حضرت خاتم المرسلینؐ کی جان بچ جائے تو ایسے سخت ترین موقعہ پر جب کہ کفار حضرتؐ کا گھر گھیرے ہوئے تھے کس شخص نے اپنی جان خطرہ اور ہلاکت میں ڈال کر حضرتؐ کی جان بچائی۔ میں نے یا تم نے؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک یہ فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بھی دریافت کرتا ہوں کہ بتاؤ ۱۸ ذی الحجہ یعنی حجتہ الوداع سے واپسی کے وقت خم غدیر میں حضرت رسولؐ نے

جو ایک شخص کو عام مومنین و مومنات کا مولا کہہ کر حاکم اور مولا قرار دیا وہ میں تھا یا تم اور اس حدیث کے مطابق ہر مسلمان کا مولا میں ہوا یا تم؟

حضرت ابوبکر۔ اس حدیث کی رُو سے بیشک آپ ہی سب کے مولا ہوئے۔ میں نہیں ہوا۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بھی سوال کرتا ہوں کہ نماز میں انگوٹھی کی زکوٰۃ دے کر جو شخص قرآن میں خدا اور رسولؐ کے بعد کل مسلمانوں کا ولی اور حاکم قرار پایا وہ میں ہوں یا تم (یعنی آیہ مبارک اِنّما ولیکم اللہ ورسولہٗ والذین اٰمنوا الذین یُقیمون الصّلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (پ سورہ مائدہ آیت ۸) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "تحقیق کہ (اے مسلمانو) تمہارا حاکم اللہ ہے اور رسولؐ ہے اور مومنوں میں سے وہ شخص ہے جو نماز کو قائم کرتا ہے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے"

کس کی شان میں نازل ہوئی میرے یا تمھارے؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک یہ ولائت بھی آپ ہی کو حاصل ہوئی۔

حضرت علیؑ۔ میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ حضرت رسولؐ نے کس کی نسبت یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ بتلاؤ یہ شرف مجھ کو حاصل ہے یا تم کو؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک حضرت رسولؐ نے یہ آپ ہی کی نسبت فرمایا تھا۔ میری نسبت نہیں کہا تھا اور یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ نصارائے نجران سے مباہلہ کرنے کے لئے جو حضرتؐ تشریف لے گئے تھے تو اس موقعہ پر اپنے ہمراہ مجھ کو۔ میری زوجہ و میری اولاد کو لے گئے تھے یا تم کو۔ تمھاری زوجہ اور تمھاری اولاد کو یہ امتیاز حاصل ہوا تھا؟

حضرت ابو بکر۔ نہیں مجھ کو نہیں بلکہ آپ ہی کو یہ امتیاز حاصل ہوا ہے۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ ہر رجس وگندگی سے پاک وپاکیزہ رہنے کی آیت میری اور میری زوجہ اور میری ذریت کی شان میں نازل ہوئی ہے یا تمھارے اور تمھارے اہلبیت کے شان میں؟

حضرت ابو بکر۔ بیشک یہ آیت بھی آپ ہی حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور میرے یا میرے اہلبیت کے شان میں نہیں نازل ہوئی۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ بتاؤ حضرت رسولؐ نے اپنی کملی کے نیچے جن لوگوں کو جمع کر کے یہ دعا فرمائی تھی "اللھم ھٰؤلاء اھلبیتی" یعنی اے خدا یہ ہیں میرے اہلبیتؑ تو اس میں جن لوگوں کو کملی کے نیچے جمع کر کے دعا فرمایا تھا وہ میں ہوں اور

میرے اہل و عیال ہیں یا تم اور تمہارے اہل و عیال؟

حضرت ابو بکر۔ نہیں میں نہیں ہوں اور نہ میرے اہل و عیال ہیں بلکہ حضرت رسولؐ نے آپ ہی اور آپ کے اہل و عیال کے لئے یہ دعا کی تھی۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آیۂ مبارکہ یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُونَ یَوْماً کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیراً (یعنی سورہ ہل اتیٰ کی یہ آیت جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور روز قیامت کا خوف رکھتے ہیں کہ جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوگی) یہ آیت میرے اور میرے اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے یا تمہارے اور تمہارے اہلبیت کی شان میں؟

حضرت ابو بکر۔ نہیں۔ یہ آیت بھی آپ ہی کی شان میں اور آپ کے اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اور میرے اور میرے اہلبیت کی شان میں نہیں
نازل ہوئی۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ
کہ تمہارے لئے کبھی نماز کا وقت گذر جانے پر
آفتاب غروب ہونے کے بعد پھر لوٹ آیا تھا
اور جب تم نے نماز پڑھ لی تھی تو پھر غروب ہو
گیا تھا یا میرے لئے ایسا ہوا تھا؟

حضرت ابوبکر۔ نہیں! میرے لئے ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ ہی
کے لئے آفتاب غروب ہو چکنے کے بعد دوبارا نکل
آیا تھا اور جب تک کہ آپ نے نماز نہ ادا کی
وہ ٹھہرا رہا اور نماز ختم کرنے کے بعد غروب
کر گیا۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو قسم دے کر یہ بھی پوچھتا ہوں۔ بتاؤ
کہ کیا تم وہ جلیل القدر بزرگ ہو جس کو آسمان
سے ندا آئی تھی "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

یا یہ جملہ میرے لئے آیا تھا؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک آپ ہی وہ ہیں جس کی نسبت آسمان سے یہ ندا آئی تھی۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ خیبر میں آخری روز حضرت رسولؐ نے لاعطین الرایتہ غداً رجلاً کرار غیر فرار یحب اللہ ورسولہٗ ویحبہ اللہ ورسولہ فرما کر (یعنی کل میں اس کو علم دوں گا جو مرد ہوگا۔ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا اور نہ بھاگنے والا ہوگا اور خدا اور رسولؐ اسے دوست رکھتے ہوں گے اور وہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا) کس کو علم دیا تھا مجھ کو یا تم کو اور اس فتح کا سہرا تمہارے سر رہا یا میرے؟

حضرت ابوبکر۔ نہیں تمہارے بارے میں یہ حدیث بھی حضرت رسولؐ نے ارشاد فرمائی تھی اور تم ہی حصۂ خیبر

کے فتح کرنے میں کامیاب رہے اور وہ میں نہیں ہوں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ غزوۂ خندق میں جب اسلام اور مسلمانوں کی جان کے لالے پڑ گئے تھے اور عمر ابن عبدود کی ہیبت نے کفر کو قریب مسلط کر دیا تھا۔ تو بتاؤ کہ اس کو قتل کر کے اور سخت ترین جنگ کو سر کر کے حضرت رسالتمآب اور مسلمانوں کو اس آفت عظیم سے کس نے نجات دلائی تھی۔ میں نے یا تم نے؟

حضرت ابوبکر۔ نہیں۔ آپ نے۔

حضرت علی۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ کہ جنوں کے پاس پیغام [illegible] حضرت رسالتمآب نے مجھ کو [illegible] کیا تھا تم کو؟ کہ جس کے سبب سے وہ قوم [illegible]

اسلام میں داخل بھی ہو گئی۔

حضرت ابوبکر۔ بیشک مجھے نہیں بلکہ یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا تھا۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کہ کیا میں وہ پاک و پاکیزہ نہیں ہوں جس کے خاندان اور نسب کو خدا نے حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک نطفۂ حرام سے محفوظ رکھا کہ جس کے بارے میں حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "اے علیؑ میں اور تم حضرت آدمؑ سے لے کر عبد المطلب تک ایک ہی صورت نکاح سے پیدا ہوئے ہیں اور دوسروں کی طرح زنا اور حرامکاری سے نہیں پیدا ہوئے ہیں۔ اے ابوبکر! کیا تمھارے بارے میں بھی حضرت رسولؐ نے ایسا کبھی فرمایا ہے؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ۔ اب میں تم کو پھر خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ کیا میں وہ برگزیدہ نہیں ہوں جس کو حضرتؐ نے تمام دنیا سے انتخاب کر کے اپنی بھتیجی اور اکلوتی صاحبزادی اور فخر النسار العالمین جناب فاطمہ زہراؑ کو بیاہ دی اور یہ بھی فرمایا کہ اے علیؑ! فاطمہؑ سے تمھارا نکاح خدا نے آسمان پر کر دیا ہے۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ وہ برگزیدہ پیش خدا اور رسولؐ میں ہوں یا تم؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک آپ ہی وہ برگزیدہ ہیں کہ جن سے سیدہ نسار العالمین کا نکاح بھی ہوا ہے۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حسنؑ اور حسینؑ جو رسالتؐ مآب کے نواسے اور دو پھول ہیں جن کے بارے میں حضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے

بھی بہتر ہیں۔ تو اب تم ہی بتلاؤ کہ ان کا باپ میں ہوں یا تم اور اس شرف کا بھی میں حامل ہوا یا تم؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک آپ ہی ان کے والد ہیں اور آپ ہی اس شرف کے بھی حامل ہیں۔ میں نہیں ہوں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ تمھارے کسی بھائی کو یہ درجہ ملا کہ اس کو دو شہپر مرحمت ہوئے ہوں جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ اڑتا پھرتا ہو۔ آیا ایسا بھائی میرا ہے یا تمھارا؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک یہ فخر بھی آپ ہی کے بھائی کو حاصل ہوا اور میرے بھائی کو نہیں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسولؐ کے کل قرضوں کے ادا کرنے کی ذمہ داری میں نے لی تھی یا تم نے؟ اور حضرت

کے وعدوں کو پورا کرنے کا اعلان تمام مجمع میں میں نے کیا تھا یا تم نے؟

حضرت ابوبکر:- یہ خدمت بھی آپ نے انجام دی تھی میں نے نہیں۔

حضرت علیؑ:- میں تم کو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں جب وہ بھنا ہوا طیر آیا تھا اور حضرتؐ نے اس کو کھانا چاہا تو اپنے ہمراہ کھانے کے لئے جس شخص کو خدا سے یہ دعا کر کے طلب کیا تھا کہ خداوندا! اسوقت میرے پاس اس شخص کو پہونچا دے جو میرے بعد تجھے تمام مخلوقات سے زیادہ محبوب اور پیارا ہو تو حضرت کی اس دعا پر میں وہاں پہونچا تھا یا تم؟ اور میں نے حضرتؐ کے ہمراہ بھنا ہوا طیر کھایا تھا یا تم نے ان کے ہمراہ کھایا تھا؟ اور اس لحاظ سے تمام مخلوقات میں

خدا اور رسولؐ کا سب سے زیادہ محبوب میں قرار

پایا یا تم؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک یہ فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور

مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ

کہ حضرت رسالتؐ مآب نے قرآن کی تاویل پر

ناکثین۔ قاسطین۔ اور مارقین سے لڑنے کی

پیشین گوئی میرے بارے میں فرمائی تھی یا تمھارے

بارے میں مجھے ان پر فتحیاب ہونے کی بشارت

دی تھی یا تمھیں؟

حضرت ابوبکر۔ یہ بشارت بھی آپ ہی کے متعلق تھی میرے

لئے نہیں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ

کہ حضرت رسالتؐ مآب نے میری نسبت یہ فرمایا

تھا کہ علیؑ اقضاکم یعنی تم میں علیؑ سب سے زیادہ

فیصلہ کا علم رکھتے ہیں۔ پس بتاؤ کہ یہ جملہ حضرت رسولؐ نے میری نسبت ارشاد فرمایا تھا یا تمھاری نسبت؟

حضرت ابوبکر۔ میری نسبت نہیں بلکہ یہ جملہ بھی حضرت رسولؐ نے آپ ہی کے لئے فرمایا تھا۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ بتاؤ کہ حضرت رسالتمآبؐ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے اصحابِ کبار کو السلام علیک یا امیرالمومنین کہہ کر سلام کرنے کا حکم میرے متعلق دیا تھا یا تمھارے متعلق؟

حضرت ابوبکر۔ نہیں۔ آپ ہی کے متعلق۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسالتمآبؐ کے آخر وقت میں آپؐ سے آخری کلام کرنے اور آپ کے غسل و کفن و دفن کے امور انجام دینے کا شرف جس نے

حاصل کیا یا تم نے؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور میں اس سے بھی محروم رہا۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسالتؐ مآب سے سب سے زیادہ قرابت کی قربت مجھ کو حاصل ہے یا تم کو؟

حضرت ابوبکر۔ بیشک مجھے نہیں بلکہ آپ کو حاصل ہے۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ کیا تمھاری کسی حاجت کے وقت خدا نے تم کو دینار بھیجا تھا اور جبرئیل نے تمہارے ہاتھ اس دینار کے عوض آٹا بیچا تھا کہ جس کی روٹیاں سیدہ نساء العالمین فاطمہ زہراؑ نے پکائیں اور حضرت رسالتؐ مآب اور سیدہؑ کی اولاد کی دعوت کی گئی یہ واقعہ میرا ہے یا تمھارا؟

حضرت ابوبکر۔ (یہ سن کر رونے لگے اور کہا کہ) بیشک آپ

ہی کو خدا نے وہ دینار بھیجا تھا اور جبرئیلؑ امین
نے آپ ہی کے ہاتھ آٹا بھی فروخت کیا تھا جس
کی جناب سیدہ نے روٹیاں پکائیں اور آپ ہی
نے حضرتؐ کی اور اپنی اولاد کی ضیافت کی۔

حضرت علیؑ۔ اچھا اے ابو بکر! یہ بھی بتلاؤ کہ بروز فتح مکہ
جناب رسولؐ خدا نے خانہ کعبہ کے بت توڑنے
کے واسطے تم کو اپنے کاندھے پر چڑھایا تھا یا
مجھ کو؟ اور تم نے ان بتوں کو توڑا تھا یا
میں نے؟

حضرت ابو بکر۔ بیشک اے علیؑ! یہ شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا
ہے اور مجھے نہیں۔

حضرت علیؑ۔ اچھا اے ابو بکر! میں تم کو خدا کی قسم دے کر
یہ بات بھی پوچھتا ہوں بتاؤ کہ کیا تمہارے ہی
بارے میں حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ انت
صاحب لوائی فی الدنیا والاخرۃ یعنی تم ہی

دنیا اور آخرت میں میرے علم کے اٹھانے والے ہو۔ آیا وہ شخص میں ہوں یا تم؟

حضرت ابو بکر۔ بیشک وہ شخص آپ ہیں اور میں نہیں ہوں۔

حضرت علیؑ۔ میں تم کو پھر خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کہ جب حضرت رسولؐ نے کل اصحاب اور ازواج کے دروازوں کو جو مسجد کی طرف کھلتے تھے خدا کے حکم سے بند کئے جانے کا حکم دیا اور صرف ایک دروازے کو کھلا رہنے دیا تو وہ شخص جس کا دروازہ مسجد میں حکم رسولؐ سے کھلا رہا میرے مکان کا دروازہ یا تمھارے مکان کا دروازہ تھا اور مسجد کے اندر دوسروں کو جن کاموں سے روکا گیا تھا وہ سب کے سب میرے لئے جائز کئے گئے تھے یا تمھارے لئے۔

حضرت ابو بکر۔ میرے لئے نہیں بلکہ یہ شرف بھی آپ ہی کیلئے مخصوص ہے۔

حضرت علیؑ ۔ اچھا اے ابوبکر! تم کو خدا کی قسم ہے تم یہ بات بھی سچ سچ ہی بتانا کہ جب خدا نے آیۂ نجویٰ نازل فرمائی یعنی یہ بات کہ جب اصحاب رسولؐ سے کہا گیا کہ "جب تم خدا کے رسولؐ سے کوئی راز کی بات کرو تو کچھ نہ کچھ صدقہ دیدیا کرو" تو یہ آیت اترنے کے بعد صدقہ دے کر حضرت رسولؐ سے میں نے راز کی باتیں کیں یا تم نے ؟

حضرت ابوبکر ۔ بیشک اے علیؑ! آپ ہی نے صدقہ دے کر حضرت رسولؐ سے راز کی بات کی تھی ۔ میں نے یا کسی دوسرے نے ایسا نہیں کیا ۔

حضرت علیؑ ۔ اے ابوبکر! میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ بات بھی پوچھتا ہوں بتاؤ کہ حضرت رسولؐ نے جو اپنی صاحبزادی جناب فاطمہ زہراؑ سے فرمایا تھا کہ تمھارے شوہر سب سے پہلے ایمان لائے اور ان کا اسلام سب سے بہتر ہے تو اس میں کیا

حضرت رسولؐ نے تمھاری مدح کی تھی یا میری؟

حضرت ابوبکر۔ آپ ہی کی مدح کی تھی۔ میری نہیں۔

اتنے کلام کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے ابوبکر جب یہی ادلہ اور وجوہ کے سبب سے کسی شخص میں امت محمدیہ کی ہدایت اور ارشاد کا بار اٹھانے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور وہ خلیفہ بننے کے قابل ہوتا ہے اور تم اپنے اقراروں سے ان اوصاف سے خالی ہو اور میں بدرجۂ اولیٰ تم سے اور سب سے زیادہ اس کا مستحق ہوں تو پھر کس چیز نے تم کو خدا اور رسولؐ اور اس کے دین سے برگشتہ کر دیا کہ تم مدعیٔ خلافت بن بیٹھے۔

یہ تقریر سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے اور کہا کہ اے ابوالحسنؑ آپ نے سب سچ فرمایا۔ اچھا آج دن بھر کی مجھے مہلت دیجیے تاکہ جو کچھ آپ سے باتیں ہوئیں اور جو تردد مجھے ہو رہا ہے ان میں اچھی طرح سے غور و فکر کر لوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے اور اس کے بعد ابوبکر حضرت علیؑ کے پاس سے چلے گئے۔ اور تمام دن اسی سوچ و فکر میں

پڑے رہے اور کسی سے بھی اس دن ملاقات نہیں کی۔ یہانتک
کہ رات ہو گئی اور جب ابو بکر سوئے تو انھوں نے خواب میں
دیکھا کہ حضرت رسولؐ خدا اپنی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ آپ کو
دیکھ کر ابو بکر کھڑے ہو گئے اور حضرتؐ کو سلام کیا مگر حضرتؐ نے
جواب نہ دیا بلکہ منھ پھیر لیا۔ تب ابو بکر نے آپ سے خفگی کی وجہ
دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے میرے خاص حکم
سے سرتابی کی اور جس کو خدا و رسولؐ دوست رکھتے ہیں تم
نے اس سے دشمنی پر کمر باندھ لی ہے یعنی میرے بھائی علیؑ ابن
ابی طالبؑ کے حق پر تم ناحق قابض ہو بیٹھے ہو جنھوں نے تم پر
عتاب بھی نازل کیا ہے اور اتمام حجت بھی تم پر تمام کر دی
ہے۔ پس تمھارے لئے یہی بہتر ہے کہ ان کا حق انھیں واپس
کر دو اور خود خلافت سے دست بردار ہو جاؤ۔ یہ سن کر ابو بکر
نے اقرار کیا کہ میں اسی وقت سے خلافت سے دست بردار
ہو گیا اور اسے علیؑ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد ہی ابو بکر
کی آنکھ کھل گئی اور اس خواب کے بعد ابو بکر نے مصمم ارادہ

کر لیا کہ وہ خود خلافت سے دست بردار ہو کر اس کو علیؑ کے حوالہ کر دیں گے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو ابو بکر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے ابوالحسنؑ ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں اور اس کے بعد جو رات میں خواب دیکھا تھا اسے بھی بیان کیا۔ حضرت علیؑ نے ہاتھ بڑھا دیا۔ ابو بکر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد کہا کہ میں مسجد میں چل رہا ہوں اور سب مسلمانوں کو جمع کرتا ہوں آپ بھی تھوڑی دیر کے بعد مسجد میں تشریف لے آئیے تاکہ میں سبھوں کے سامنے کل کی گفتگو جو آپ سے ہوئی اور شب کا وہ خواب جو میں نے دیکھا اسکو لوگوں سے تفصیل سے بیان کروں اور اس کے بعد سبھوں کے سامنے اس بار خلافت کو اپنے سے الگ کر کے اس کو علانیہ آپ کے سپرد کر دوں جس پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اچھا چلو میں آتا ہوں۔

ابو بکر جب رخصت ہو کر مسجد کی جانب چلے تو راستہ میں

انھیں عمر ابن خطاب مل گئے جو انھیں کی تلاش میں تھے اور جن کو حضرت علیؑ اور ان کی گفتگو کی کچھ خبر بھی معلوم ہو چکی تھی۔ لہذا جب انھوں نے ابو بکر کو دیکھا اور کچھ پریشان پایا تو کہا کہ یہ آخر آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ کل سے آپ کسی سے ملاقات نہیں کر رہے ہیں۔ تب ابو بکر نے ان سے گذشتہ روز کا پورا واقعہ اور رات کے خواب کا حال سب کچھ کہہ سنایا اور اپنا ارادہ بھی بتلا دیا جسے سن کر عمر نے کہا کہ خواب کا قصہ تو آپ کا خواب و خیال ہے۔ اس کے علاوہ کیا آپ نہیں جانتے کہ بنی ہاشم جادو میں کامل ہیں اور علیؑ تو ان میں فردِ اکمل ہیں۔ پس اس خیال سے باز آؤ جو تم نے ارادہ کر لیا ہے ورنہ کوئی تمھاری بات سنے گا نہیں۔ اگر تم اپنے سے خلعِ خلافت بھی کر لو گے تب بھی یہ خلافت علیؑ کو ہرگز نہ ملنے پائے گی۔ تمھاری جگہ پر کوئی دوسرا شخص بٹھلا دیا جائے گا اور ہم اس کی تابعداری کریں گے۔ مفت میں تم ذلیل بھی ہو گے اور تمھارا مطلب بھی نہ نکلے گا۔ پس میری رائے یہی ہے اور تمھارے لئے یہی بہتر ہے کہ جو

خدا نے تمھیں دیدیا ہے اسے مفت میں نہ گنواؤ۔ اور نہ ایسی
عزت حاصل کرنے کے بعد اپنی بے عزتی کراؤ۔ مختصر یہ کہ اگر
تم ایسا کروگے بھی تو ہم اور ہماری پوری جماعت تمھاری
مخالفت کرے گی اور تمھارا بھی وہی حشر ہوگا جو علیؑ کا ہوا ہے۔

عمر نے یہ تمام باتیں ابوبکر کو کچھ اس طرح سمجھائیں کہ انکا
قدم راہ راست سے ہٹ گیا اور جو ارادہ کیا تھا اسے چھوڑ بیٹھے
اور مسجد میں جانے کے بجائے اپنے گھر چلے گئے اور جب تھوڑی
دیر کے بعد حسب وعدہ حضرت علیؑ مسجد میں آئے تو وہاں کسی
کو نہ پایا اور جب مسجد سے مکان واپس تشریف لا رہے تھے
تو حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے مسکرا کر کہا کہ جائیے جو بات آپ
سے اور حضرت ابوبکر سے ہوئی تھی اب وہ نہیں ہونے کی اس
لئے کہ میں نے انھیں سمجھا دیا ہے اور جو ان کے سر پہ بھوت چڑھ
گیا تھا وہ میں نے اتار دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے
اتمام حجت کردی اب ہر شخص کو اپنے فعل کا خود اختیار ہے جو
جیسا کرے گا ویسا بھگتے گا۔

انتیسواں باب

اصحاب رسولؐ کے رویّہ کی نسبت کچھ علماء اہلسنت والجماعت کا تبصرہ

اہلسنت والجماعت میں اصحاب رسولؐ کی نسبت دو عقیدے کے لوگ ہیں۔ ایک تو کہتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ کل کے کل عادل ہیں اور ان میں سے جن کی بھی پیروی کر لی جائے نجات کے لئے کافی ہے۔ اور یہ لوگ اپنی تائید میں ایک حدیث رسولؐ پیش کرتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "اصحابی کلھم عدول اقتدیتم اھتدیتم" یعنی یہ کہ میرے اصحاب سب کے سب عادل ہیں اور جسکی بھی پیروی کر لی جائے نجات کے لئے کافی ہے اور اسی لئے اصحاب سے جو بعض کھلی ہوئی بھی غلطیاں ہو گئی ہیں اُن کی نسبت بھی وہ حسن ظن قائم کر کے اُن کے افعال کی نسبت تاویل کرتے ہیں اور دوسرا گروہ اہلسنت میں وہ گروہ ہے جو اصحاب

رسول کو عادل یا محفوظ عن الخطا نہیں سمجھتا اور کہتا ہے کہ ان سے غلطیاں ممکن ہیں اور ہوئیں بھی "اصحابی کلّھم عدول" والی حدیث کو ضعیف اور غلط بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ اصحاب کی نسبت حضرت رسولؐ نے ہرگز ایسی کوئی حدیث نہیں فرمائی - اور اس دوسرے قسم کے گروہ میں عالم اہلسنت علامہ تفتازانی صاحب و علامہ عبدالکریم شہرستانی صاحب و شیخ عبدالحق صاحب دہلوی و علامہ کرمانی صاحب وغیرہ وغیرہ بہت سے علماء کرام شامل ہیں جو اپنی سندیں حدیث حوض وغیرہ پیش کرتے ہیں جن کا تذکرہ آگے آئیگا (انشاء اللہ) اور اسی لئے انھوں نے بلا کسی لحاظ کے اپنی اپنی کتابوں میں جو ان کی سمجھ میں اصحاب کی غلطیاں معلوم ہوئیں وہ انھوں نے بلا تکلف لکھ دیں۔ جن میں سے چند علماء کے اقوال نیچے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) عالم اہلسنت علامہ عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل کے صفحہ ۶ پر اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ "آنحضرت کے اصحاب میں بہت لوگ ایسے داخل تھے جو بظاہر مسلمان

سمجھے جاتے تھے مگر باطن ان کا نفاق و شقاق سے بھرا ہوا تھا۔ ہر چند وہ اپنا عیب چھپاتے تھے مگر کبھی کبھی ان کا راز کھل جاتا تھا۔ اہل نظر ان کے نفاق کو اس طرح معلوم کر لیا کرتے تھے جب کہ وہ آنحضرتؐ کے افعال پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ وہ زمانہ آنحضرتؐ کی حکومت اور سطوت کا تھا۔ زمانۂ قوت اور شوکت میں وہ لوگ کچھ دبے دبائے منافقانہ چال چلتے رہے مگر حضرتؐ کے صاحبِ فراش ہونے پر وہ کھل گئے۔ جس نفاق کو وہ دل میں چھپائے ہوئے تھے وہ ان کے حرکات سے مترشح ہو گیا۔"

(کتاب حقیقتہ الصدیق ص۹۴)

(۲) علماء اہلسنت میں سے جناب شیخ عبد الحق صاحب محدث اپنی کتاب اشعتہ اللمعات کے جلد ۱ میں اور علامہ کرمانی صاحب نے اپنی شرح بخاری میں اور علامہ نووی صاحب نے اپنی شرح صحیح مسلم کے جلد ۲ ص۴۲ پر اور جناب شمس العلماء ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتاب امہات الامۃ مطبوعہ دہلی کے صنہ ۹ لغائت ص۱۱ پر حضرت رسولؐ کے طلب کرنے پر حضرت

عمر کے قلم دوات نہ دینے کی نسبت حضرت عمر پر اعتراض وارد کیا ہے کہ یہ ان کی ایک صریحی غلطی تھی جو انھوں نے کی اور یہ ان کو ہرگز نہ کرنا چاہیے تھا۔ اور جناب شمس العلماء ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب نے تو اپنی کتاب "الفرائض" "والحقوق" میں اس واقعہ کی نسبت یہانتک لکھ دیا ہے کہ "جن لوگوں کے دلوں میں خلافت کی کھچڑی پک رہی تھی اس کا خامہ دوات وخامہ کے طلب کرنے کے وقت پھوٹ گیا۔" (حقیقۃ الصدیق ص۹۹)

(۳) اہل سنت کے مشہور عالم امام عینی نے بھی جنھوں نے صحیح بخاری کی شرح فرمائی ہے اس میں وہ باب مرض النبی آخر کتاب المغازی ص۴۰۵ پر حضرت عمر کے اس قول پر جو انھوں نے حضرت رسولؐ کے قلم دوات کے طلب کرنے کے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ "یہ اس وقت غلبہ مرض کے سبب سے ہذیان بک رہے ہیں۔ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ان کو قلم دوات دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" اعتراض وارد کیا ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ نبیؐ سے صدور ہذیان

بوجہ اس کی عصمت کے محال ہے اور نبیؐ ہر حال میں معصوم ہوتا ہے خواہ مریض ہو یا تندرست۔ اسی واسطے خدا فرماتا ہے کہ "ہمارا نبیؐ بلا نزول وحی کے کوئی کلام نہیں کرتا"، اور خود حضرتؐ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ "ہم صحت اور مرض میں سوائے کلمۂ حق کے کوئی بات نہیں کر سکتے"۔ لیکن لوگوں نے اس جگہ (حضرت عمر کی برأت میں) بہت باتیں بنائی ہیں لیکن کوئی بات نفع بخش نہیں ہو سکتی۔

(۴) اس واقعۂ قرطاس کی نسبت دوسرے عالم اہلسنت علامہ ابن حجر عسقلانی جنھوں نے مذہب اہلسنت کی حمایت میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور صحیح بخاری کی بھی شرح لکھی ہے وہ بخاری شریف کے باب مرض النبیؐ کی جب شرح فرمانے لگے تو انھوں نے بھی صاف لکھ دیا کہ "قائل کلمۂ ہذیان رسولؐ وہی شخص ہو سکتا ہے جو آداب نبوت سے واقف نہ ہو"۔

(۵) اس واقعہ قرطاس کی نسبت عالم اہلسنت علامہ غیاث الدین ہروی نے اپنی کتاب حبیب السیر میں دو اشعار درج

فرما کر ان اصحاب رسولؐ پر اظہار افسوس فرمایا ہے جنھوں نے حضرت رسولؐ کو انکے مرتے وقت وصیت نہ تحریر کرنے دی وہ اشعار حسب ذیل ہیں۔

بیت

اوصی النبیؐ فقال قائلہم قد ظل یہجر سید البشر

وان ابا بکر اصاب ولم یہجر وقد اوصیٰ الیٰ عمر

ترجمہ :۔ افسوس ہے کہ جب اپنے مرض الموت میں حضرت رسولؐ وصیت کرنے لگے تو کہنے والوں نے کہہ دیا کہ سید البشر (یعنی حضرت رسولؐ) ہذیان بک رہے ہیں مگر جب ابوبکر نے حالت مرض الموت میں عمر کی خلافت کے لئے وصیّت کی تو وہ ہذیان نہیں سمجھا گیا۔

(۶) وفات رسولؐ کے بعد جو سلوک اصحاب رسولؐ کی جانب سے اہلبیتؑ نبیؐ کے ساتھ کیا گیا جو اس کے قبل آپ اسی کتاب کے باب ۲۱، ۲۲، ۲۳ میں پڑھ آئے ہیں ان کی نسبت علمار اہل سنت والجماعت میں سے جناب علامہ تفتازانی صاحب نے

اپنی کتاب شرح مقاصد میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے آپ اس کو الفیں کی زبان میں سنئے جو کتاب "حقیقۃ الصدیق" کے ص۲۲ و ص۲۳ پر بھی درج ہے۔ علامہ تفتازانی صاحب لکھتے ہیں کہ "جو امور کہ اصحاب نبویؐ میں از قسم معاندت و مخاصمت واقع ہوئے ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اصحاب مرکز حق و ثواب سے بفراغ دور ہو کر حدود ظلم و فسق پر پہنچ گئے تھے۔ اس کا سبب سوائے حب مملکت و ریاست و میل بہ لذات و شہوات اور کچھ نہ تھا۔ ایسی مکروہ باتوں کا اصحاب رسولؐ سے واقع ہونا کچھ عجیب چیز نہیں ہے اس لئے کہ وہ معصوم نہ تھے۔ علماء نے اپنے حسن ظن سے ان کے افعال و کردار میں جو توجیہات پیدا کئے ہیں وہ اس غرض سے ہے کہ لوگوں کے طبائع ان سے متنفر نہ ہو جائیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ اہلبیت نبوی پر جو کوہ الم ان کے ہاتھوں سے گرائے گئے وہ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی انکو پوشیدہ کر سکے۔ قریب ہے کہ ان کی ان بدعنوانیوں کی جمادات وحیوانات و نباتات گواہی دیں۔ پہاڑ ان صدمات سے چھٹ

جائیں۔ آسمان سے خون کے آنسو ٹپکیں۔ پتھروں کے سینہ شگافتہ ہو جائیں جو برائیاں کہ خاندان نبوّت کے ساتھ ان جہلاء نے کی تھیں اس کا اثر کسی سے زائل ہونے والا نہیں ہے۔ جو شخص کہ ان حرکات بد و سیات و بدعات کا باعث ہوا اس کی گردن میں خدا کی لعنت کا طوق ہمیشہ پڑا رہے گا۔"

(۷) اہلسنت کی کتاب دراسات اللبیب کے ص۲۱۳ پر صاف طور سے لکھا ہے کہ "ابو بکر نے جناب فاطمہ زہراؑ کو فدک واپس نہ کرنے میں غلطی کی۔"

(۸) اہلسنت کے مشہور عالم امام غزالی نے اپنی کتاب سر العالمین کے باب المقالتہ الرابعہ فی ترتیب الخلافتہ میں خلافت کے متعلق علماء کے اختلاف کو بیان کیا ہے کہ کچھ علماء کہتے ہیں کہ اس کا تعلق "نص" سے ہے یعنی جس کو حضرت رسولؐ مقرر کر گئے اور بعض اس کا تعلق شوریٰ سے قرار دیتے ہیں کہ جن کو اس وقت کے مسلمانوں نے خلیفہ مقرر کر لیا وہی خلیفہ ہو گیا اور بعض اس کے قائل ہیں کہ خلافت میراث ہے اور

اس سلسلہ میں انھوں نے ہر ایک کے عقیدہ پر تبصرہ کرنے کے بعد جو اپنا ذاتی اعتقاد خلافت کی نسبت تحریر فرمایا ہے جو ترجمہ سرالعالمین مترجمہ حکیم مولوی سید نظیر حسن خانصاحب ۳۱ و ۳۲ پہ بھی درج ہے حسب ذیل ہے "لیکن حجت قاطعہ نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی اور خطبہ غدیر میں جو کچھ آنحضرتؐ نے فرمایا اس کے متن پر جمہور کا اجماع و اتفاق ہے کہ آپنے حضرت علیؑ کی نسبت فرمایا "جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں" یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ اے ابوالحسنؑ تم کو مبارک ہو کہ تم میرے اور ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کے مولا قرار پائے۔ پس حضرت عمر کا یہ کہنا صریحاً تسلیم ہے۔ رضامندی ہے۔ تحکیم ہے (مولائیت علیؑ کی) اب اس کے بعد سلطنت کی محبت حکومت کے جھنڈے اٹھانے اور لشکروں کے لئے علموں کو باندھنے اور جھنڈوں کو ہوا میں لہرانے اور گھوڑوں کی ٹاپوں کے نقش کے جال بنانے اور فوجوں کے ہجوم اور ملکوں کی فتح کی حرص غالب ہوئی اور اس نے ان کو نفسانی خواہشات

کا جام پلا دیا اور یہ سب اوّل کے خلاف کی طرف پلٹ گئے اور ارشاد نبویؐ کو پس پشت ڈال دیا اور بہت ہی کم داموں پر اس کو بیچ ڈالا اور بہت ہی بُرا بیچا۔

ایک غلط حدیث اصحابی کلھم عدول پر کچھ تبصرہ

مجھے اس بات سے بحث نہیں کہ بعض مسلمانوں نے اصحاب رسولؐ کی نسبت قرآن کریم اور احادیث رسول کے خلاف کس قسم کا عقیدہ قائم کر رکھا ہے۔ مجھے علم ہے کہ بعض سیدھے سادے مسلمان اصحاب رسولؐ کی نسبت اس بات کے قائل ہیں کہ وہ سب کے سب عادل تھے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں سے خواہ کسی کی بھی پیروی کی جائے نجات کے لئے کافی ہے اور وہ اپنی خوش اعتقادی، نادانی اور کم علمی کے سبب سے اصحابی کلھم عدول کی حدیث کو بالکل صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حدیث حضرت رسولؐ کی طرف بالکل ایک اتہام ہے اس لئے

کہ حضرت رسولؐ قرآن مجید کے خلاف کوئی حدیث نہیں فرما سکتے تھے۔

جو لوگ "اصحابی کلہم عدول" کی حدیث کے قائل ہیں یعنی جن کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "میرے کل اصحاب عادل ہیں اور جن کی بھی پیروی کیجائے نجات کے لئے کافی ہے۔ وہ گویا حضرت علیؑ اور معاویہ دونوں کی پیروی کرنے والوں کو ہدایت یافتہ اور جنتی سمجھتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ کچھ لوگ اصحاب رسولؐ کی نسبت اتنے خوش عقیدہ ہیں کہ جب فدک کا بھی معاملہ ان کے سامنے آجاتا ہے اور اس نزاع میں ایک طرف جناب فاطمہ زہرا، حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام نظر آتے ہیں جن کی شان میں کلام پاک میں آیۂ تطہیر موجود ہے اور دوسری طرف ان اصحاب کبار میں سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ دکھلائی دیتے ہیں تب بھی وہ اپنے ذاتی قائم کردہ نظریہ کے ماتحت (کہ جس نظریہ کی حمایت نہ کوئی قرآنی آیت کرتی ہے اور نہ کوئی معتبر حدیث رسولؐ) حضرت ابوبکر و عمر ہی کو

حق پر بتلاتے ہیں اور جناب فاطمہ زہراؑ کو غلطی پر تسلیم کرتے ہیں۔ اس قسم کے علماء میں سے جناب مولوی خلیل احمد صاحب و محمد انیس صاحب سہارنپوری اور محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند ہیں جو فدک کی نزاع میں علانیہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو حق پر بتلاتے ہیں اور جناب فاطمہ زہراؑ کو غلطی پر اور لکھتے ہیں کہ " فاطمہؑ نے دعوائے فدک نفسانیت سے کیا تھا " (دیکھو حقیقۃ الصدیق صـ۱۵۳)

محمد انیس صاحب سہارنپوری تو جناب فاطمہؑ زہرا کی اس ناراضگی کو جو انھیں بوجہ محرومی فدک وغیرہ حضرت ابوبکر و عمر سے ہوئی لکھتے ہیں کہ " چونکہ جناب فاطمہؑ زہراؑ بلاوجہ حضرت ابوبکر سے ناراض ہوئیں اس لئے ان کی ناراضگی سے حضرت ابوبکر کا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا " اور اس سلسلہ میں وہ اس کے آگے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ " بشنو آزردگی غیر سبب را چہ علاج " یعنی بلاوجہ کی ناراضگی کا علاج ہو ہی کیا سکتا ہے "

(دیکھو حقیقۃ الصدیق صـ۱۵۳)

خیر یہ تو اپنا اپنا اعتقاد اور اپنا اپنا ایمان ہے اور جیسا جس کا علم ہے ویسا ہی اس کا اعتقاد بھی ہے۔ مجھے اس کی نسبت کوئی مناظرہ کرنا مقصود نہیں ہے مجھے تو ناظرین کتاب کو صرف یہ دکھانا ہے کہ جن لوگوں نے قرآن مجید کے خلاف اصحاب رسولؐ کے متعلق "کلھم عدول" (یعنی یہ کہ اصحاب رسولؐ سب کے سب عادل ہیں) کا نظریہ قائم کر رکھا ہے وہ حق پر نہیں ہیں اور یہ ان کا محض ذاتی خیال کردہ اعتقاد ہے اور ان کے اس اعتقاد کو حقیقی اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے جیسا کہ اکثر علماء اہلسنت کا بھی یہی خیال ہے جن میں سے بمصداق "مشتے از خروارے" چند علماء اہلسنت والجماعت کے اقوال میں اس کتاب کے پچھلے باب یعنی باب انتیسویں میں درج کر آیا ہوں۔

بہر حال یہ تو ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اصحابِ رسولؐ سب کے سب عادل نہ تھے اور ان میں سے ہر ایک کی پیروی نجات کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے اس لئے کہ اصحاب رسولؐ میں منافقین بھی شامل ہیں اور اس بات کی شہادت قرآن پاک

سورہ منافقون سے ملتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ منافقوں کی کوئی کھلی ہوئی فہرست کتب اسلام میں یا قرآن پاک میں نام بنام موجود نہیں ہے بلکہ ہر شخص منافقین میں سے اپنے کو صاحب ایمان کہتا ہوا نظر آتا ہے۔ پس کلام پاک پر ایمان رکھنے والوں کو لازماً اصحاب رسولؐ میں دو قسم کے لوگوں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ ایک گروہ صاحبان ایمان کا اور دوسرا گروہ منافقین کا۔ پس اس نظریہ کے لحاظ سے بھی اصحاب کی نسبت "کلہم عدول" کا نظریہ اور اعتقاد غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ منافقین پر خداوند عالم نے لعنت فرمائی ہے اور ان کی جگہ جہنم میں درک اسفل (یعنی جہنم کا سب سے نچلا حصہ) بتلایا ہے۔ جن کو اس بات میں شبہ ہو وہ قرآن مجید کی حسب ذیل آیتیں ملاحظہ کر لیں۔ پہلی آیت جس میں منافقوں کیلئے دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے (پ۵ سورہ نسار آیت ۱۳۸) دوسری آیت جس میں کافروں اور منافقوں کا ٹھکانا جہنم بتلایا گیا ہے (پ۵ سورہ نسار آیت ۱۴۰)۔ تیسری آیت جس میں

منافقوں کی جگہ جہنم میں درک اسفل بتلائی گئی ہے (پ۵ سورہ نساء آیت ۱۴۵) ہے۔

پس ان آیات قرآنی سے کم از کم یہ تو روز روشن کی طرح ثابت ہی ہے کہ اصحاب کی نسبت کسی شخص کا بالکلیہ "کلہم عدول" کا اعتقاد رکھنا یا اسے حدیث رسولؐ ماننا سراسر غلط ہے اس لئے کہ اصحاب میں منافقین بھی شامل ہیں، اور منافقین کا جہنمی ہونا بھی ثابت ہے۔

لیکن ان آیتوں کو پڑھنے کے بعد اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ ہماری مراد ان سے منافقین نہیں ہیں بلکہ وہ دیگر اصحاب کبار ہیں جو مبشر بہ ثواب ہیں یعنی جن کے جنتی ہونے کی بشارت حضرت رسولؐ اپنی زندگی ہی میں دے گئے تھے جن کو عشرہ مبشرہ بھی کہا جاتا ہے تو پھر میں اس کے جواب میں ان سے یہ عرض کروں گا کہ اچھا آپ عشرہ مبشرہ میں سے حضرت علیؑ کو چھوڑ کر بقیہ اصحاب میں سے سب سے بہتر ایسے اصحاب کا نام لیں جو آپ کے اعتقاد کے مطابق یقینی طور پر "کلہم عدول" کی صفت میں

داخل ہوتے ہوں تاکہ ان کو جانچا جائے کہ کیا واقعی ان پر بھی "کلھم عدول" کا لفظ صادق آتا ہے یا نہیں ؟ تو مجھے یقین ہے کہ وہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان کے نام ضرور لیں گے جو ان کے یہاں کی حدیث کے مطابق دیگر تمام اصحاب سے بہتر ہیں اور ان کے اعتقاد کے مطابق خلیفۂ رسولؐ بھی ہیں تو پھر اگر میں ان کے متعلق یہ کہوں کہ یہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں لیکن چونکہ ان کے متعلق مسلمانوں کے فرقوں میں آپس میں اختلاف ہے اور سب انھیں ویسا نہیں سمجھتے جیسا آپ ان کی نسبت عقیدہ رکھتے ہیں تو پھر کس طرح سے آپ کی یہ بات حجت قرار دی جا سکتی ہے۔

بیشک کچھ اہلسنت والجماعت کے علماء یہی اعتقاد رکھتے ہیں جو آپ رکھتے ہیں یعنی حدیث "اصحابی کلھم عدول" کے قائل ہیں لیکن کچھ علماء اہلسنت ان کو خلیفۂ رسولؐ مانتے ہوئے اور ان کو عشرۂ مبشرہ میں بھی تسلیم کرتے ہوئے ان حضرات کی نسبت ایسے خوش عقیدہ نہیں ہیں جیسے کہ آپ ہیں۔ وہ :

تو ان حضرات کی نسبت "کلھم عدول" کے قائل ہیں اور نہ انھیں محفوظ عن الخطا سمجھتے ہیں بلکہ ان کو بھی عام لوگوں کی طرح ایک جائز الخطا انسان جانتے ہیں۔ ان کی بزرگیوں کے ساتھ ساتھ ان کی غلطیوں کے بھی قائل ہیں جیسا کہ میں ان میں سے بعضوں کے اقوال پچھلے باب یعنی انتیسویں باب میں پیش کر آیا ہوں۔

ان باتوں کے علاوہ ہمیں تو اہلسنت کی کتابوں میں کبھی بھی آج تک یہ نہیں دکھلائی دیا کہ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نے اپنی نسبت کبھی بھی محفوظ عن الخطا یا عادل یا بہترین اصحاب ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ ہمیں تو اہلسنت ہی کی کتابوں میں مثلاً تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی مطبوعہ ص۶۵ پر و کنز العمال ملا علی متقی جلد ۳ ص۱۳۶ پر آج بھی لکھا ہوا نظر آرہا ہے کہ حضرت ابوبکر اکثر کہا کرتے تھے کہ اے مسلمانو! کبھی کبھی مجھ پر شیطان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پس جب تم مجھے راہ راست پر دیکھو تو میری متابعت کرو اور جب دیکھو کہ میں بھٹک گیا ہوں تو مجھ سے پرہیز کرو اور مجھے

سیدھا کر دو۔

ان متذکرہ کتابوں کے علاوہ یہی بات طبقات الکبریٰ جلد ۳ کے صفحہ ۱۲۹ پر و شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید کے جلد دوئم کے صفحہ ۸ پر و کتاب الامامت والسیاست کے صفحہ ۱۶ پر و تاریخ الامم جلد ۳ کے صفحہ ۲۰۳ و صفحہ ۲۱۱ پر و تاریخ کامل جلد ۲ کے صفحہ ۱۲۶ پر اور کنز العمال جلد ۳ کے صفحہ ۱۳۰ پر بھی درج ہے۔ جیسے خانصاحب آغا محمد سلطان مرزا صاحب نے بھی اپنی کتاب البلاغ المبین کتاب اول کے صفحہ ۸۹۹ پر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنی خلافت کے پہلے ہی خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اے لوگو میں نے تمہارے امور کی زمام اپنے ہاتھ میں تو لے لی ہے مگر میں تم سے بہتر نہیں ہوں لہذا اگر میں کسی وقت غلطی کر جاؤں تو تم مجھے درست کر دینا اور یہ بھی سمجھ لو کہ مجھ پر کبھی کبھی شیطان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پس جب تم مجھے غصہ میں دیکھنا تو مجھ سے پرہیز کرنا۔"

اور حضرت عمر کے محفوظ عن الخطا نہ ہونے کی نسبت یہی کیا کیا کم ہے کہ شراب کی ممانعت کا حکم آنے کے بعد بھی انھوں نے

شراب پی جیسا کہ عالم اہلسنت عالیجناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا مقصد دوئم ص۱۳۴ پہ اور علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب فتح الباری فی شرح بخاری جلد پنجم ص۲۲۲ پر درج فرمایا ہے اور جو کتاب مستطرف تظر

و نیز مسند امام ابو حنیفہ میں بھی درج ہے کہ باوجودیکہ دو دفعہ آیات قرآنی شراب پینے کی ممانعت میں نازل ہو چکی تھیں لیکن حضرت عمر نے اس کے بعد بھی شراب پی اور ایک مرتبہ تو شراب کے نشہ کی حالت میں اونٹ کے کلہ کی ایک ہڈی اٹھا کر عبدالرحمٰن بن عوف کے سر پر اس زور سے ماری کہ ان کا سر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور اسی نشہ کی حالت میں بدر کے مقتول کافروں کی نوحہ خوانی اسود بن یعفر کے شعر پڑھ کر کرنے لگے جن اشعار کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ "بدر کے کنویں میں (جہاں کافر بعد قتل ڈالے گئے تھے) کتنے ہی جوان اور معزز عرب ہیں۔ کیا مجھے ابن کبشہ (یہ وہ خطاب ہے جو کفار نے از راہ حقارت و طعن حضرت رسولؐ کو دیا تھا اور وہ آنحضرتؐ کو ابن کبشہ

کہہ کر یاد کرتے تھے) ڈراتا ہے کہ ہم عنقریب زندہ کئے جائیں گے۔ حالانکہ موت کے بعد زندہ ہونا محال ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جو مجھ سے موت کے دفع کرنے سے عاجز ہو وہ میری ہڈیاں چونا ہو جانے کے بعد مجھ کو زندہ کر سکے؟ آیا ہے کوئی جو میری طرف سے خدا کو یہ پیغام پہونچا دے کہ میں رمضان کے روزوں کا تارک ہوں اور اللہ سے کہہ دے کہ میرا کھانا اور میرا پانی بند کر دے۔"

پس جب اس واقعہ کی خبر حضرت رسولؐ کو پہونچائی گئی تو آنحضرتؐ غضبناک ہو کر اس مقام پر آئے جہاں حضرت عمر موجود تھے۔ پس آنحضرتؐ نے اس چیز سے جو آنحضرتؐ کے ہاتھ میں تھی اس سے عمر کو مارا تو عمر نے کہا کہ پناہ بخدا میں باز آیا میں باز آیا۔"

یہ تو حضرت رسولؐ کے وقت میں حضرت عمر کے شراب پینے کا واقعہ ہے لیکن ہمیں تو اہلسنت ہی کی کتابوں میں حضرت عمر کے خلیفہ بن جانے کے بعد بھی حضرت عمر کے شراب پینے کا

تذکرہ ملتا ہے اور لطف یہ ہے کہ ایک نیا طریقہ شراب خوری کا ایجاد کر کے لوگوں کو بھی اس کے استعمال کی اجازت دیتے ہیں جو قرآن مجید اور احکام رسولؐ کے بالکل خلاف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا ذاتی اجتہاد ہو لیکن قرآن اور مذہب اسلام کے احکام کے تو ضرور خلاف ہے۔ اب اس واقعہ کو بھی آپ اہلسنت ہی کی کتاب سے سنئے جو کتاب مسند ابو حنیفہ میں اس طرح درج ہے کہ "حضرت عمر کی خلافت کے دوران میں کچھ لوگ ایک اعرابی کو پکڑ کر ان کے پاس لائے جو کہ نشہ شراب میں چور تھا۔ حکم دیا کہ اس کو قید کرو جب ہوش میں آئے گا تو حد جاری کی جائے گی۔ پھر حضرت عمر نے اس کی استعمال شدہ شراب منگائی۔ اس میں پانی ملا کر اس کا نشہ کم کیا۔ خود بھی پی اور دیگر جو آدمی پاس بیٹھے تھے ان کو بھی پلائی اور پھر بطور نصیحت کہا کہ اگر شیطان غالب ہو کر شراب خوری پر مجبور کرے تو پانی ملا کر اس کا نشہ کم کر لیا کرو۔"

اہلسنت ہی کے عالم ملا علی متقی نے اپنی کتاب کنز العمال

کتاب الصوم میں بروایت سعید ابن مسیّب لکھا ہے کہ ایک
مرتبہ حضرت عمر نے حالت صوم میں اپنی کنیز کے ساتھ جماع
کیا اور خود اس کا اقرار بھی کیا۔ اور اس کے علاوہ حضرت عمر
کا اپنے زمانہ خلافت میں متعدد بار غلط فتوٰی دینا اور حضرت
علیؑ کا اصلاح فرمانا اور ہر بار حضرت عمر کا یہ کہنا کہ "لَوْلَا عَلِیٌّ
لَهَلَكَ عُمَرُ" یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے تو ایسا
مشہور اور زبان زد واقعہ ہے جو اہلسنّت ہی کی کتب مثلاً
(۱) ریاض النضرہ الجز ثانی باب الرابع فصل السادس ص۱۹۴ و
ص۱۹۷ و (۲) استیعاب علامہ ابن عبد البر الجز ثانی ترجمہ ص۴۷۴ و
(۳) طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد ۲ ص۱۰۲ و (۴) نور الابصار از
علامہ شبلنجی ص۷۱ و ص۷۲ و (۵) مطالب السئول الفصل السادس
ص۲۹ پر لکھا ہوا ہے اور جو البلاغ المبین کتاب اول کے ص۴۷۹ تا
ص۴۸۸ پر بھی درج ہے۔

اس کے علاوہ کیا حضرت ابوبکر نے مرتے
وقت اپنی چند باتوں پر اظہار افسوس نہیں کیا

اور کیا مرتے وقت ان کا یہ افسوس کرنا مسند امام احمد بن حنبل مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۱۷۱ و تاریخ کامل و کتاب سقیفہ و کتاب الامامت والسیاست و کتاب فضائل الصحابہ از ابن سلیمان طرابلسی و معجم کبیر طبرانی و تاریخ ابن عساکر اور کنز العمال وغیرہ وغیرہ میں ان الفاظ کے ساتھ درج نہیں ہے ؟ کہ کاش میں نے فاطمہؑ کے گھر کی پردہ دری نہ کی ہوتی۔ اور کاش میں سقیفہ میں خلیفہ ہی نہ بنتا اور کاش میں نے خلافت کے معاملہ میں جو خلافت کے اہل تھے ان سے تنازع نہ کیا ہوتا۔"

اور کیا آپ نے تاریخ طبری حالات مرگ عمر میں حضرت عمر کا اپنے مرتے وقت یہ کہہ کر افسوس کرنا نہیں پڑھا کہ "کاش میں نے جناب فاطمہ زہراؑ کے گھر کی پردہ دری نہ کی ہوتی۔"

اور کیا آپ نے حضرت عمر کے اس خوف کو ملاحظہ نہیں کیا جو ان کو وقت مرگ تھا جو انھوں نے اپنی زبان سے اقرار کیا اور جو آج بھی کنز العمال ملا علی متقی باب وفات عمر میں و

مسند امام احمد بن حنبل ۔ طبقات ابن سعد ۔ تاریخ ابن عساکر

و سنن ابی داؤد و مسند ابو یعلی و مستدرک امام حاکم و مواعظ

ابو ہلال عسکری اور سنن بیہقی وغیرہ میں ان الفاظ کے ساتھ درج

ہے کہ عمر نے بوقت مرگ کہا کہ "اگر دنیا کی تمام چیزیں میری ہوتیں

تو میں ان کو اس امر کے عوض میں جو مجھ کو آگے پیش آنے والا

ہے اور اس ہول اور ڈر کے بدلے جو مجھ پر روشن ہے فدیہ کر

دیتا"

تو کیا ان تمام باتوں سے روز روشن کی طرح ثابت نہیں ہے

کہ حضرت ابو بکر ہوں یا حضرت عمر معصوم اور محفوظ عن الخطا نہ تھے

بلکہ خاطی اور گناہگار بندے تھے جن کی نسبت خود ان کا اقرار

تھا تو پھر کوئی انھیں کس طرح سے محفوظ عن الخطا یا عادل قرار

دے سکتا ہے؟

اب اگر ان تمام باتوں سے قطع نظر بھی کر لی جائے اور

صرف قرآن مجید کی روشنی ہی میں ان کو جانچا جائے تب بھی

یہ محفوظ عن الخطا یا عادل نہیں ٹھہرتے بلکہ گناہ کبیرہ کے بھی

مرتکب پائے جاتے ہیں جسے اگر اللہ نہ معاف کرے تو پھر انسان کا جہنم ہی سے چھٹکارا ملنا مشکل ہو جائے۔ ذرا غور تو کیجئے کہ کیا جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ نہیں ہے؟ اور کیا تمام علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق نہیں ہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے؟ اور کیا جہاد سے فرار کرنے والوں کی سزا خدا نے قرآن پاک میں آتش جہنم نہیں مقرر کی ہے؟ اور کیا جملہ علماء اسلام نے اس بات پر اتفاق نہیں کیا ہے کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان جہاد سے فرار کرنے والوں میں سے تھے؟

قبل اس کے کہ میں اہلسنت کی کتابوں سے یہ ثابت کروں کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان جہاد سے بھاگنے والوں میں سے تھے سب سے پہلے میں قرآن مجید کی دو آیتوں کے ترجمہ کو پیش کرتا ہوں کہ جس میں سے پہلی آیت سے تو یہ بات ثابت ہے کہ جہاد سے فرار کرنے والوں کی سزا قرآن مجید میں جہنم ہے اور دوسری آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگ یعنی جہاد سے فرار کرنے والے دراصل صاحبانِ ایمان ہی سے

نہ تھے۔

پہلی آیت جس میں جہاد سے بھاگنے والوں کی سزا خدا نے آتش جہنم تجویز کی ہے وہ پ۹ سورہ انفال کی آیت ۱۵، ۱۶ ہے اور دوسری آیت جس سے یہ ثابت ہے کہ جہاد سے بھاگنے والے در اصل صاحبان ایمان سے نہ تھے وہ پ۱۸ سورہ نور رکوع ۱۵ آیت ۶۲ ہے۔ اب آپ دونوں آیتوں کے ترجمہ کو پہلے پڑھئے جو ذیل میں لکھ رہا ہوں اور پھر اس کے بعد اپنی ہی کتابوں سے تصدیق کیجئے کہ آیا حضرات ابو بکر و عمر و عثمان کیا جہاد سے بھاگنے والوں میں سے نہ تھے؟ اور اگر واقعی انھوں نے جہاد سے فرار کیا ہے تو پھر یہ کیسے اور کس طرح عادل اور محفوظ عن الخطا سمجھے جا سکتے ہیں اور ان کی پیروی کس طرح سے نجات کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ اور جب حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی یہ حالت ہے جو آپ کے نزدیک بہترین صحابہ میں سے ہیں تو پھر دوسروں کا کیا حال ہوگا اور وہ کیسے عادل بن سکتے ہیں اور ان کی پیروی کس طرح سے نجات کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ اب پہلے

پڑھیے قرآن مجید کی دونوں آیتوں کے ترجمے جو حسب ذیل ہیں۔
پہلی آیت کا ترجمہ جو پ۹ سورہ انفال کی آیت ۱۵،۱۶ ہے۔
اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے ایمان لانے والو جب تم سے اور کفار سے میدان جنگ میں مقابلہ ہو تو خبردار ان کی طرف پیٹھ نہ پھیرنا اور (یاد رہے کہ) اس شخص کے سوا جو لڑائی کے واسطے کترائے یا کسی جماعت کے پاس (جاکر) موقعہ پانے کے واسطے کترائے (اور) جو شخص بھی اس دن ان کفار کی طرف اپنی پیٹھ پھیرے گا (یعنی ان کے سامنے سے فرار اختیار کرے گا) تو وہ یقیناً خدا کے غضب میں آگیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے "

دوسری آیت جس سے یہ ثابت ہے کہ جہاد سے بھاگنے والے در اصل صاحبان ایمان سے نہ تھے وہ پ۱۸ سورہ نور رکوع ۱۵ کی آیت ۶۲ ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ترجمہ:۔ مومنین تو بس وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں اور وہ جب کسی ایسی بات کے لیے

جس میں لوگوں کو جمع رہنے کی ضرورت ہے پیغمبرؐ کے پاس
ہوتے ہیں تو جب تک پیغمبرؐ سے اجازت نہ لیں (رسول کو چھوڑ
کر) نہیں جاتے۔ اے رسولؐ (ایسے وقت میں) جو لوگ
تم سے اجازت لے کر جاتے ہیں حقیقت میں وہی لوگ ہیں
جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں "

تو کیا اس آیت کا دوسرا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ اے رسولؐ
جو لوگ ایسے موقعہ پر تم سے بغیر اجازت لئے ہوئے چلے جاتے
ہیں وہ دراصل گویا اللہ اور رسولؐ پر ایمان ہی نہیں لائے۔

اب اس آیت کو پڑھنے کے بعد آپ غور فرمائیں کہ کیا
جہاد سے زیادہ کوئی اور اہم موقعہ ہو سکتا ہے جب کہ لوگوں
کو حضرت رسولؐ کے پاس جمع رہنے کی ضرورت ہو۔ پس ایسے
موقعہ سے جو لوگ بھی بغیر اجازتِ حضرتؐ بھاگ کھڑے ہوں
کیا دراصل وہ صاحبانِ ایمان میں سے کہلائے جا سکتے ہیں
اور کیا کلام پاک نے انھیں لوگوں کو صاحبانِ ایمان میں سے
بتلایا ہے ؟

اب ان متذکرہ دونوں آیتوں کو پڑھنے کے بعد آپ اہلسنت والجماعت کی کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں کہ جنگوں میں حضرت رسولؐ پر جب بھی سخت موقعہ پڑا ہے خواہ وہ جنگ احد ہو یا جنگ خیبر یا جنگ حنین سب موقعوں پر حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان نے راہ فرار اختیار کیا ہے یا نہیں ؟ اور کیا ان مواقع پر بھی وہ عادل اور حق بجانب ہیں اور جو ان کی اس امر میں بھی پیروی کرے گا وہ ہدایت پائے گا ؟

اب اس کے بعد اگر آپ اپنی معتبر کتابوں سے ان حضرات کا جنگ احد سے فرار دیکھنا چاہتے ہوں تو آپ اسی کتاب کے باب ۱ کو پھر پڑھیں جس میں متعدد معتبر کتب اہلسنت کے حوالہ سے میں ثابت کر آیا ہوں کہ جنگ احد سے بھاگنے والوں میں حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان بھی تھے۔

بہ نظر اختصار میں یہاں پر صرف ان کتابوں کا نام معہ صفحہ نمبر لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جن میں لکھا ہے کہ جنگ احد سے بھاگنے والوں میں یہ حضرات بھی تھے اور وہ کتابیں حسب

ذیل ہیں :-

(۱) مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۵۲

(۲) معارج النبوۃ فصل دوئم باب ششم

(۳) کنز العمال جلد ۱ ص۱۱۲ و ص۲۳۸

(۴) تاریخ خمیس جلد ۱ ص۴۸۵

(۵) ازالۃ الخفا مقصد دوئم ص۱

(۶) تاریخ الخلفاء ص۲۵

(۷) حبیب السیر جزء ۳ ص۱۲۱

(۸) مسند امام احمد بن حنبل حال جنگ احد

(۹) روضۃ الاحباب حال غزوۂ احد

(۱۰) روضۃ الصفا حال جنگ احد

(۱۱) تفسیر در منثور جلد ۲ ص۸۸ تفسیر سورہ آل عمران۔

(۱۲) تفسیر طبری جلد ۴ ص۹

بہر حال یہ تو ہے جنگ احد سے ان کے فرار کا حوالہ جو ۳ھ میں واقع ہوئی پھر اس کے بعد اگر حضرت ابو بکر و

حضرت عمر کا فرار جنگ خیبر سے دیکھنا ہو جو ۷ھ میں یہودیوں
سے ہوئی تھی اور جن کے فرار کے بعد حضرت رسولؐ کو یہ فرمانا پڑا
تھا کہ "کل میں علم اس کو دوں گا جو کہ کرار غیر فرار ہو گا اور
وہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہو گا اور خدا اور رسولؐ
اس کو دوست رکھتے ہوں گے" اور اس کے بعد دوسرے دن
حضرت رسولؐ نے علم حضرت علیؑ کو دیا جن کے ہاتھوں سے مرحب
وعنتر و حارث وغیرہ پہلوان قتل ہوئے اور قلعہ فتح ہوا تو پھر
آپ کو تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ و صحیح بخاری کتاب المغازی پ ۱۷
باب غزوہ خیبر و روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۳۸۵ و حبیب السیر صفحہ ۱۳۲
وغیرہ وغیرہ کتابیں دیکھنا چاہیے جن میں تفصیل کے ساتھ درج
ہے کہ پہلے حضرت ابو بکر علم لے کر گئے اور جب جنگ سخت ہوئی
تو مع علم کے بھاگے اور پھر دوسرے دن علم حضرت عمر لے کر گئے
اور ان کو بھی بھاگ کر واپس آنا پڑا اور حضرت رسولؐ
کی خدمت میں جب یہ پہنچے تو کہتے تھے کہ یا رسولؐ اللہ!
ہم کیا کریں جب لشکر بھاگا تو ہمیں بھی بھاگنا پڑا اور لشکر

والے کہتے تھے کہ یارسولؐ اللہ ہم کیا کریں کیونکہ جب سردار ہی پہلے بھاگے تو مجبوراً ہمیں بھی بھاگنا پڑا۔

بہرحال یہ تو جنگ خیبر سے ان کے فرار کا حال تھا جو ۷ھ میں واقع ہوئی۔ اس کے بعد ان کا فرار اگر جنگ حنین سے دیکھنا ہے جو ۸ھ میں ہوئی (یعنی حضرت رسولؐ کی وفات کے صرف ۲ سال قبل) تو مہربانی فرماکر آپ کنز العمال جلد ۵ ص۳۰۲ و تاریخ خمیس جلد ۲ ص۱۱۱ و سیرت حلبیہ جلد ۳ ص۱۰۹ وغیرہ وغیرہ جملہ تاریخ اسلام کو ملاحظہ فرمانا چاہیے۔ ان متذکرہ کتابوں کے علاوہ ان کا فرار صحیح بخاری تک میں درج ہے۔ چنانچہ حضرت عمر کے جنگ حنین سے فرار کا حال صحیح بخاری پ۱۷ ص۸ کتاب المغازی میں ایک صحابی ابوقتادہ سے اس طرح روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین میں سب صحابہ بھاگے تو میں بھی بھاگا۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ بھاگنے والوں میں حضرت عمر بھی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا کیا جائے خدا کا یہی حکم تھا۔

بہر حال مجھے ان واقعات کو لکھ کر حضرت ابو بکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان کی ہجو یا توہین کرنا یا کسی اہلسنت والجماعت کے فرد کی دل آزاری کرنا مقصود نہیں ہے لیکن اتنا دکھلانا ضرور ہے کہ لوگوں نے ان کو ان کی حد سے اتنا زیادہ بڑھا کر دکھلا دیا ہے جو کسی صورت سے بھی نہ دکھلانا چاہیے تھا۔ جو حقوق اور رتبہ بعد رسولؐ آل محمدؐ کا تھا اس مرتبہ میں ان کو شامل کرنا لوگوں کی سراسر غلطی اور گمراہی ہے۔ مجھے ان باتوں کو صرف اس لئے لکھنا پڑا تاکہ لوگ اس قسم کے بہکانے والوں کے بہکانے میں نہ آسکیں اور ان کو ان کے مرتبہ سے زیادہ بڑھا کر "پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند" کا مصداق نہ بنائیں۔ [1]

اب اس کے بعد میں معتبر کتب اہلسنت والجماعت سے چند ان پیشین گوئیوں اور ارشادات رسولؐ کو بھی جو انھوں نے اپنے صحابیوں کی نسبت فرمایا ہے آئندہ باب میں اس لئے درج کر رہا ہوں تاکہ ناظرین پر بخوبی ثابت ہو جائے کہ اصحاب رسولؐ کی نسبت "کلھم عدول" کا نظریہ بالکل غلط اور خود ساختہ ہے۔

---

[1] اس کے علاوہ حضرت عمر کا صلح حدیبیہ ۶ھ تک ناقص الایمان ہونا خود ان کے اقرار سے ثابت ہے جو انھوں نے فرمایا کہ "آج کے دن جتنا مجھے محمدؐ کی رسالت میں شک ہوا اتنا اس کے قبل کبھی نہیں ہوا تھا" (دیکھئے تفسیر درمنثور جلد ششم بسلسلہ تفسیر سورہ فتح اور [illegible]

اکتیسواں باب

اصحاب کی نسبت حضرت رسولؐ کی کچھ پیشین گوئیاں

کتب اہلسنت صحیح بخاری کتاب الفتن مطبوعہ مصر ۱۳۰۶ھ و صحیح مسلم جلد ۲ مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۵۲ و کنز العمال جلد ہفتم مطبوعہ حیدر آباد دکن صفحہ ۲۲۱ مسند امام احمد بن حنبل اور جمع بین الصحیحین میں جو درج ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت رسولؐ نے اپنے دوران وعظ میں اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "ایہا الناس! بروز قیامت جبکہ میں حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا تو دیکھوں گا کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو فرشتے پکڑ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور جب میں یہ دیکھوں گا تو کہوں گا کہ بار الہا یہ تو میرے اصحاب میں سے ہیں تو ندا آئے گی کہ اے میرے حبیبؐ تم کو معلوم نہیں کہ بعد آپ کے ان

لوگوں نے دین میں کیا کیا احداث کیے۔ تمھاری وفات کے بعد یہ لوگ دین سے برگشتہ ہو کر الٹے پاؤں اسی راستہ پر چلے گئے جہاں سے یہ اوّل آئے تھے۔ (یعنی کفر کی جانب)

(۲) اسی صحیح بخاری میں اپنے اصحاب کی نسبت حضرت رسولؐ کی یہ بھی ایک پیشین گوئی درج ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ "تم لوگ بہت جلد حرص امارت کرو گے اور یہ تم کو قیامت میں ندامت دلانے والی ہو گی۔

(۳) عالم اہلسنت ملا علی متقی نے حضرت رسولؐ کی ایک پیشنگوئی اپنی کتاب کنز العمال جلد ۶ ص ۶۹ پر ایک طولانی مضمون کے ساتھ اس طرح درج کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ یا علیؑ اس موقعہ پر تم کیا کرو گے جب لوگ آخرت کو پس پشت ڈال کر دونوں ہاتھوں سے دنیا سمیٹنے پر آستینیں چڑھالیں گے اور اور مال میراث کو حلوہ سمجھ کر کھا جائیں گے تو حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ میں ان سے قطع تعلق کر کے وہ چیز ہی چھوڑ دوں گا جن پر یہ لوگ رغبت کر کے دین سے

ہاتھ جھاڑ لیں گے تو یہ سن کر حضرت رسولؐ نے دعا فرمائی کہ خدایا تو اس وقت علیؑ کی مدد کرنا جبکہ اس کو وہ امور مکروہ پیش آئیں۔

اہلسنت کی مشہور کتاب صحیح مسلم مطبوعہ مطبع انصاری کے صفحہ ۱۲۷ پر اس طرح درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسولؐ نے حذیفہ صحابی سے فرمایا کہ "اے حذیفہ یاد رکھو کہ میرے بعد ملک اسلام کے ایسے حاکم ہوں گے کہ جن کے دل تو شیطان کے ہوں گے اور صورت انسان کی ہوگی" تو یہ سن کر حذیفہ نے عرض کی کہ یا حضرتؐ اگر میں ان کے زمانہ تک زندہ رہوں تو کیا روش اختیار کروں۔ ارشاد ہوا کہ ان شیاطین کی اطاعت نہ کرنا۔ گو تیرا مال لوٹ لیں یا تیری پشت زخمی کریں۔

(۵) اہلسنت کی مشہور کتاب جس کا شمار صحاح ستہ میں ہے یعنی مشکوٰۃ شریف کی کتاب الامارہ کے صفحہ ۲۵ پر حضرت رسولؐ کی ایک پیشین گوئی اس طرح بھی درج ہے کہ حضرت رسولؐ نے ابوذر غفاری سے فرمایا کہ اے ابوذر! اس وقت تم کیا

کرو گے جبکہ بعد ہمارے لوگ دین خدا کو پامال کر کے مال میراث کو کھا جائیں گے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں ان سے مقابلہ کروں گا تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو ایسا نہ کرنا بلکہ صبر و سکون سے کام لینا۔

(۶) عالم اہلسنت ملا علی متقی نے اپنی کتاب کنز العمال کے کتاب الفتن میں صـ۲۷ لغایتہ صـ۹۲ پر حدیث ۱۴۱۴ تا ۱۳۹۱ گویا آنحضرت کے ۹۵۰ اقوال اپنے بعد کے فتنوں کے متعلق جمع کیے ہیں جن میں سے یہاں پر صرف ایک پیشین گوئی لکھنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔ بقیہ حدیثیں جس کو دیکھنا ہو وہ اصل کتاب دیکھے۔ یہ پیشینگوئی کنز العمال باب فتن صـ۲۹ پر درج ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنے صحابی ابوہریرہ سے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! یاد رکھو کہ میرے بعد ایسے حاکم ہوں گے کہ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو کافر بنا دیں گے اور اگر تم ان کی مخالفت کرو گے تو وہ تم کو قتل کر دیں گے اور یاد رکھو کہ وہی لوگ آئمہ کفر اور آئمہ ضلالت ہوں گے۔

(۷) کتب اہلسنت استیعاب ابن عبد البر ترجمہ ابو لعلی الغفاری

الجزء ثانی ص۲۶ پر ینابیع المودة از شیخ سلیمان الحنفی الباب الثالث والاربعون ص۱۲۹ پر اور کنز العمال از علی متقی الجز سادس ص۱۵۵ پر درج ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد فتنے کھڑے ہو جائیں گے۔ پس جب ایسا ہو تو تم علیؑ کی اطاعت کرنا۔

(البلاغ المبین کتاب اول ص۱۶۵ و ص۶۳۵)

(۸) امام اہلسنت امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ نے شہدائے احد کی نسبت ارشاد فرمایا کہ یہ وہ مقدس لوگ ہیں جن کے دنیا سے با ایمان مرنے پر ہم خدا کے روبرو شہادت دیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ! کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ حضور ہمارے ایمان پر بھی ادائے شہادت فرمائیں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ معلوم نہیں کہ بعد ہمارے تم دین میں کیا کیا احداث کروگے۔ یہ سن کر ابوبکر رونے لگے کہ ہائے افسوس کہ ہم بعد آپ کے زندہ رہیں گے۔

(۹) اس متذکرہ بالا واقعہ کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب

دہلوی سے بھی اپنی کتاب ازالتہ الخفا مطبوعہ دہلی کے مقصد دوئم ص۱۹۶ پر تحریر فرمایا ہے لیکن انھوں نے حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت عمر کا بھی نام لکھا ہے کہ دونوں حضرات نے حضرت رسولؐ سے اپنے لئے دعائے مغفرت کی خواہش کی تھی تو یہ سن کر حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ معلوم نہیں کہ تم میرے بعد کیا کیا بدعتوں کو رواج دوگے۔ اور اتنا لکھنے کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب مذکور نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ "میں جانتا ہوں کہ تمھارے دلوں میں شرک پوشیدہ ہے جو چیونٹی کی طرح رینگ رہا ہے"[1]

ان متذکرہ احادیث اور پیشنگوئیوں کے علاوہ جو حضرت رسولؐ نے فرمایا قرآن مجید میں بھی ان کی حالت کا جو نقشہ

---

[1] حضرت رسولؐ کا حضرت ابوبکر سے یہ ارشاد کہ تم میں شرک چیونٹی کی طرح رینگ رہا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے علاوہ علماء اہلسنت میں سے علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اپنی کتاب درمنثور الجزء الرابع ص۲۴۵ پر اور جناب ملا علی متقی نے منتخب کنزالعمال جلد ۱ ص۲۷۱ پر بھی درج فرمایا ہے جو البلاغ المبین کتاب اول ص۱۴۷ پر بھی درج ہے۔ مولف

پیش کیا گیا ہے وہ بھی قابل غور ہے اور وہ پ۲۶ سورہ محمد کی آیت ۲۲ ہے اور وہ یہ ہے۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ الخ جسکا ترجمہ یہ ہے کہ" (اے اصحاب رسول!) وہ وقت بہت قریب ہے کہ جب تم حاکم ہو گے تو زمین پر فساد پھیلانے لگو گے اور قطعہٗ رحم کرو گے۔ پس یہی وہ لوگ ہوں گے جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔"

اس مندرجہ بالا آیت کی نسبت ایک عالم اہلسنت جناب جمال الدین صاحب محدث اپنی کتاب روضتہ الاحباب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے اپنے وفات کے زمانہ کے قریب ایک طولانی خطبہ پڑھ کر اور اس آیت کی تلاوت فرماکر گویا اپنے اصحاب کے کان کھول دیئے کہ یاد رکھو کہ جو لوگ میرے بعد حاکم ہونگے اور زمین خدا میں فساد پھیلائیں گے اور قطعۂ رحم کریں گے تو ان پر خدا کی لعنت ہوگی۔

پس جب کہ اصحاب رسولؐ کی نسبت خود حضرت رسولؐ کی ایسی متعدد پیشین گوئیاں موجود ہیں جن سے روز روشن

کی طرح سے ثابت ہے کہ بعد رسولؐ ان میں سے بہت سے الٹے
پاؤں حالت کفر کی جانب لوٹ گئے تو پھر ایسے اصحاب کو کوئی
کس طرح محفوظ عن الخطا یا عادل سمجھ سکتا ہے اور کوئی کس طرح
سے دعویٰ کر سکتا ہے کہ ان کی پیروی کرنے میں ہدایت ہے۔

بتیسواں باب

نصب خلافت کے متعلق اسلام کے دو نظریئے

جنکے سبب سے اسلام میں شیعہ اور سنّی دو فرقے پیدا ہوئے

یہ ایک امر حقیقت ہے کہ اسلام اِس وقت دو بڑے گروہ میں منقسم ہے کہ جنھیں ہم شیعہ اور سنّی کہتے ہیں۔ اور اِنکے علاوہ اور بھی جو متفرق فرقے ہیں وہ در اصل انھیں دونوں فرقوں کی شاخیں ہیں۔

جو لوگ تاریخ سے واقفیت نہیں رکھتے ان کو ضرور تعجب ہوتا ہے کہ جب ان دونوں فرقوں کے درمیان خدا ایک ہے اور دونوں فرقے حضرت محمد صاحب کو خدا کا آخری پیغمبرؐ اور تمام نبیوںؑ کا سردار بھی مانتے ہیں اور دونوں کا قرآن اور قبلہ بھی ایک ہی ہے تو آخر یہ دو علیحدہ علیحدہ فرقوں میں کیوں تقسیم ہو گئے اور ان میں افتراق کا اصلی سبب کیا ہے اور کب

ان میں اختلاف کی بنیاد پڑی۔

اس کی نسبت میں آپ حضرات کے سامنے ایک عالم اہلسنت جناب ابوالحسن علی ابن الحسین ابن علی مسعودی مورخ کی جو کچھ بھی تحقیق ہے اور جو موصوف نے اپنی تاریخ مسعودی میں درج فرمایا ہے اس کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔

علامہ موصوف نصب خلافت رسولؐ کے سلسلہ میں تمام انبیاء کے جانشینوں و وصیوں کا ذکر کرتے ہوئے جب حضرت محمدؐ صاحب کے جانشینوں اور وصیوں کے ذکر پر پہونچتے ہیں تو لکھتے ہیں "اب یہ وہ جگہ ہے جہاں اہل اسلام تنازعہ کرتے ہیں۔ ایک تو وہ جماعت ہے جو نص کی قائل ہے یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ نصب خلافت کا تعلق خدا سے ہے وہ جس کو چاہتا ہے خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ امت کو نصب خلافت کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ وہ خلیفہ کو معصوم بھی مانتے ہیں اور سب سے افضل بھی۔ وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ کوئی زمانہ خلیفہ (امام) سے خالی نہیں۔ وہ خلیفہ (امام) یا تو نبیؐ ہوگا یا اس کا وصی جسکو

خدا اور رسولؐ نص کے ساتھ مقرر کر دے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت نے اپنے بعد کے لئے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔ پس جن لوگوں نے ان کو بعد رسولؐ خلیفہ نہیں مانا اور دوسروں کو بنالیا وہ غلطی پر ہیں پس متذکرہ بالا عقیدہ رکھنے والے شیعہ کہلاتے ہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جو اختیار کا قائل ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت رسولؐ اپنے بعد کے لئے کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کر گئے تھے بلکہ اس کا اختیار اپنی امت کو سپرد کر گئے تھے کہ جس کو چاہنا اپنے میں سے اس کو خلیفہ اور امام مقرر کر لینا۔ ان لوگوں کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ خلیفہ کے لئے معصوم ہونا یا دیگر لوگوں سے افضل ہونا شرط نہیں ہے اور اکثر زمانے خلیفہ (امام) سے خالی بھی رہتے ہیں۔ پس ایسا اعتقاد رکھنے والے اہلسنت والجماعت ہیں ؎ (دیکھئے مروج الذہب و معادن الجواہر برحاشیہ نفخ الطیب الجزاول ص۳۹ اور البلاغ المبین کتاب اوّل ص۱۲۸)

علامہ مسعودی صاحب کی متذکرہ بالا تحریر سے صاف طور

سے واضح ہو گیا کہ علامہ موصوف کے نزدیک شیعہ اور سنّی دونوں فرقوں میں اختلاف کا اصلی سبب نصب خلافت رسولؐ ہے اور اس کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں اور یہیں سے دونوں فرقوں میں اختلاف شروع ہوا اور مجھ مؤلف کو بھی ان کی رائے سے پورا پورا اتفاق ہے۔ پہلے تو ان دونوں فرقوں میں صرف یہی مسئلہ اختلاف کا سبب بنا لیکن بعد میں ان میں اختلاف در اختلاف اس لئے اور زیادہ ہو گیا کہ جن کو جس گروہ نے اپنا امام اور حضرت رسولؐ کا خلیفہ تسلیم کیا اس نے ان کے احکام کی اطاعت اور ان کے ہر فعل کی طرفداری بھی کی اور دوسرے گروہ کے امام اور خلیفہ کی مخالفت بھی۔ پس اس سبب سے ان میں اختلافات کے اور بھی خلیج حائل ہو گئے۔ مثال کے طور پر اس کو اس طرح سمجھئے کہ مسئلہ فدک کے مقدمہ میں جسے میں اس کتاب کے باب ۲۳ و ۲۴ میں درج کر آیا ہوں اور جو اتفاق سے حضرت ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں پیدا ہو گیا تھا۔ جس میں ایک طرف حضرت علیؑ جناب فاطمہ زہراؑ گواہ اور طرفدار بن کر آئے

تھے اور دوسری جانب دوسرے گروہ کے منتخب کردہ خلیفہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر تھے جن کا فیصلہ حضرت علیؑ و فاطمہ زہراؑ کے خلاف ہوا تو دونوں کے ماننے والوں کے خیال میں اور تضاد پیدا ہوا۔ حضرت علیؑ کو معصوم اور خلیفۂ برحق ماننے والی جماعت جناب فاطمہ زہرا اور حضرت علیؑ کی علانیہ طرفدار ہوئی اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی مخالف۔ اور حضرت ابو بکر کو خلیفۂ رسولؐ اور اپنا امام منتخب کرنے والی جماعت نے کھل کر حضرت ابو بکر کا ساتھ دیا اور جناب فاطمہ زہرا اور حضرت علیؑ کی مخالفت کی۔ پس اسی طرح جس گروہ کے امام نے جو کچھ بھی فرمادیا وہ اس کے ماننے والے کے لئے عقیدہ بن گیا جس کی تائید ایک عالم اہلسنت والجماعت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانئ مدرسہ دیوبند اپنے رسالہ "ہدیۃ الشیعہ" میں اہلسنت کے عقیدے کے سلسلہ میں اس طرح کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ "یہ بھی اہل فہم پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان کے زمانے میں ان کے ہاتھوں سے جو کچھ دین کے معاملہ میں ظہور

میں آیا اور اس نے رواج پایا جیسے حضرت ابو بکر صدیق کا حضرت زہرؑا کو فدک واپس نہ کرنا۔ حضرت عمر کا صبح کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ فرمانا۔ متعہ کو حرام کرنا۔ تراویح کو ایجاد کرنا اور حضرت عثمان کا جمعہ میں ایک اذان کو بڑھانا وہ سب منجملہ دین پسندیدہ اور مصداق ارتضیٰ علیہم ہے اور لاریب وہ حق اور ثواب ہے اور جو اس سے منکر ہے وہ دین پسندیدۂ خداوندی سے منحرف اور حق کا منکر ہے۔" (دیکھئے حقیقۃ الصدیق ص۱۲، ص۱۳)

الغرض جب اس طرح سے اختلاف اور تضاد پیدا ہونے شروع ہو گئے اور ہر گروہ کے لوگوں نے اپنے اپنے خلیفہ اور امام کی باتوں کو اپنے اپنے عقائد میں رکھنا شروع کر دیا تو ظاہر ہے کہ اختلافات میں کثرت پیدا ہونے کے علاوہ کمی کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا۔ پس اسی سبب سے آج اختلافات کی ایسی بھرمار ہے کہ اب ان ہر دو فریق کا نہ کلمہ ایک ہے اور نہ نماز۔ نہ وضو ایک طرح سے ہے اور نہ قرأت۔ نہ نکاح ایک

طرح ہے اور نہ طلاق۔ غرض کہ ہر بات میں اختلاف کہ جسکی اس وقت کوئی حد ہی باقی نہیں رہتی۔ یہاں تک کہ سنی اور شیعہ کا قانون شریعت ہی الگ الگ بن گیا۔

آج بڑے دعویٰ کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ اور صحابائے کرام خصوصاً حضرت ابو بکر و حضرت عمر وغیرہ میں کوئی اختلاف رائے تھی ہی نہیں اور وہ سب ایک دوسرے کے دوست اور خیر خواہ تھے اور خلیفہ کا انتخاب بالکل جائز طریقہ سے ہوا وغیرہ وغیرہ تو میں اس کے جواب میں صرف اتنی بات کہتا ہوں کہ کیا انتخاب کا یہی صحیح طریقہ ہے جو حضرت ابو بکر کے انتخاب کے موقعہ پر عمل میں لایا گیا کہ حضرت علیؑ اور بنی ہاشم و نیز دیگر حضرت علیؑ کے طرفداروں کو اس انتخاب کی خبر بھی نہ دی گئی اور جبکہ وہ حضرت کفن و دفن رسولؐ میں معروف تھے اسی موقعہ کو انتخاب خلیفہ کے لئے غنیمت جانا گیا اور انتخاب خلیفہ کے موقعہ کو مسجد نبیؐ میں رکھنے کے بجائے شہر مدینہ کے باہر سقیفہ بنی ساعدہ میں رکھا گیا تاکہ وہ جناب اس انتخابی کارروائی

میں شرکت بھی نہ کر سکیں۔ اور یہ بھی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ لوگ حضرت رسولؐ کے کیسے چاہنے والے تھے کہ اپنے اس انتخابی مہم کو کفن و دفن رسولؐ تک بھی ملتوی نہ کر سکے اور آخر کار اس میں اتنا الجھ کر رہ گئے کہ ان حضرتؐ کے کفن و دفن میں بھی شریک نہ ہو سکے۔

اور تعجب اور بالائے تعجب یہ امر بھی ہے کہ ان انتخاب کرنے والوں میں سے ایک نے بھی انتخاب خلیفہ کے موقعہ پر بھولے سے بھی حضرت علیؑ کا نام نہ لیا گویا وہ اس وقت دنیا ہی میں نہ تھے۔ کیا اسی کا نام خلوص ہے؟ کیا اسی کو سچی محبت کہتے ہیں؟ اور کیا یہی صحیح انتخاب کا طریقہ ہے؟ اور کیا یہ انتخاب کرنے والے نیک نیتی کے ساتھ انتخاب خلیفہ کر رہے تھے؟ یا اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر ایسا کر رہے تھے؟ اور کیا مولانائے روم کی مثنوی کا یہ شعر کچھ حقیقت رکھتا ہے یا نہیں؟

چوں صحابہ حب دنیا داشتند مصطفؐے را بے کفن بگذاشتند

تینتیسواں ۳۳ باب

اس بات کا ثبوت کہ ہر نبیؑ نے اپنا خلیفہ خود مقرر فرمایا ہے

میں اس کے قبل بتیسویں ۳۲ باب میں شیعہ اور سنی دونوں کا نظریہ جو خلافت کے متعلق ہے پیش کر آیا ہوں۔ اب اسی سلسلہ میں مجھے یہ بھی بتلانا ہے کہ اہلسنت کے مذہب کے اندر خلافت کا مسئلہ نہ تو اصول دین میں ہے اور نہ فروع دین میں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ مسئلہ اصول دین یا فروع دین میں ہوتا تو حضرت رسولؐ ضرور کسی نہ کسی کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد کر جاتے لیکن حضرت کا اپنے بعد کے لئے کسی کو نامزد نہ کرنا خود بتلاتا ہے کہ حضرت رسولؐ اسے غیر ضروری چیز سمجھتے تھے لیکن صحابہ نے جو کچھ کیا وہ نیک نیتی سے اسلام کو متحد رکھنے اور اس کو افتراق اور انتشار سے بچانے کے لئے کیا۔

مجھے ان کے اس عقیدہ پر بحث نہیں کرنا ہے کہ (اگر ان کا خیال صحیح ہے تو) آیا حضرت رسولؐ کسی کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ نہ مقرر کرنے میں حق بجانب تھے یا صحابہ کرام اسکو فوراً مقرر کرنے اور اس کو اتنی اہمیت دینے میں حق بجانب تھے کہ کفن دفن رسولؐ پر بھی اس کو مقدم کر دیا۔ بہر حال میں اس فیصلہ کو ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ جسکو چاہیں غلطی پر مانیں اور جس کو چاہیں راہِ ثواب پر مانیں۔ لیکن شیعہ حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ اپنی زندگی ہی میں حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ اور امت کا مولا و آقا مقرر کر گئے تھے اور یہ بات غلط ہے کہ حضرت رسولؐ اپنے بعد کے لئے کسی کو اپنا خلیفہ یا امت کا مولا و آقا یعنی حاکم مقرر نہیں کر گئے تھے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام میں نصب خلافت کا مسئلہ ایسا اہم مسئلہ ہے کہ خدا نے کسی زمانہ کو بھی بے امام اور خلیفہ کے نہیں رکھا اور نہ اس وقت خالی ہے اور آج خلیفۂ الٰہی زمین پر حضرت رسول کا بارہواں خلیفہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں

جن کی خبر حضرت رسولؐ اپنے زمانہ ہی میں دے گئے تھے اور جو اس وقت حکم خدا سے نظروں سے پوشیدہ ہیں اور جب خدا کا حکم ہوگا اس وقت ظاہر ہوں گے اور تمام مشرق و مغرب کو فتح کریں گے اور تمام دنیا میں اسلام کو غالب فرمائیں گے اور گو وہ ہماری نظروں سے اس وقت پوشیدہ ہیں لیکن ان کی ذات سے مخلوق کو آج بھی اسی طرح سے فائدہ حاصل ہو رہا ہے جس طرح آفتاب سے اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ بادلوں کے درمیان چھپا ہوتا ہے۔ (دیکھیے باب ۲۱ کتاب ہٰذا)

شیعہ حضرات کا خلیفہ کی نسبت یہ بھی عقیدہ ہے کہ خلیفہ کو خدا مقرر فرماتا ہے اور اپنے نبیؐ کے ذریعہ سے اس کا اعلان کرا دیتا ہے تاکہ امت کو اس کا علم ہو جائے اور امت کو کبھی اس کا اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ جسے چاہیں خلیفہ بنالیں اور ان کا خلیفہ یا امام کی نسبت یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ گناہوں سے معصوم بھی ہوتے ہیں اور اپنے زمانہ میں ہر فرد بشر سے ہر صفت اور کمال میں افضل بھی ہوتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ

حضرت آدم سے لے کر حضرت رسولؐ تک جتنے بھی خلیفہ یا نبیؑ کے جانشین بنائے گئے وہ سب کے سب خدا کے حکم سے بنائے گئے اور اسی طرح ہمارے رسولؐ بھی اپنی ہی زندگی میں اپنا جانشین اور خلیفہ خدا کے حکم سے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بنا گئے تھے اور مختلف عنوان سے امت کو خبر دے گئے تھے کہ میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں جو کہ آج بھی قرآن مجید اور خود کتب اہلسنت والجماعت سے بھی ثابت ہے جس کا تذکرہ اور حوالہ اگلے باب میں آگے تحریر ہے۔

اس بات کا ثبوت کہ ہر نبیؑ و رسولؑ نے اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر فرمایا ہے

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں ان سب نے اپنا اپنا خلیفہ اور جانشین خدا کے حکم سے خود مقرر فرمایا ہے اس کے ثبوت میں وہ اہلسنت والجماعت کی کتابوں سے بہت سے حوالے پیش کرتے ہیں جن میں سے یہاں پر میں

صرف بارہ حوالے لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

پہلا حوالہ:۔ علامہ طبری اپنی تاریخ الامم والملوک بہ سلسلۂ ذکر حضرت آدمؑ لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کی رحلت کا زمانہ آیا تو آپ نے خدا کے حکم سے اپنے فرزند شیثؑ کو اپنا ولیعہد اور خلیفہ بنایا۔

دوسرا حوالہ:۔ علامہ طبری اپنی تاریخ الامم والملوک الجزء اوّل ص۶۷ لغایت ص۶۸ پر و تاریخ کامل ابن اثیر الجزء اوّل ص۲۰ و ص۲۶ پر لکھا ہے کہ شیثؑ نے اپنے بیٹے انوشؑ کو اور انوشؑ نے اپنے بیٹے قینانؑ کو اور قینانؑ نے اپنے بیٹے مہلائیلؑ کو اور مہلائیلؑ نے اپنے بیٹے یرؔد کو اور یردؑ نے اپنے بیٹے خنوخؑ عرف ادریسؑ کو اور ادریسؑ نے اپنے بیٹے متوشلخؑ کو اور متوشلخؑ نے اپنے بیٹے لمکؑ کو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کیا اور یہ لمکؑ حضرت نوحؑ کے والد بزرگوار تھے جنھوں نے اپنا خلیفہ جناب نوحؑ کو مقرر کیا۔

تیسرا حوالہ:۔ تاریخ کامل ابن اثیر الجزء اول ص۲۶ پر

ہے کہ جب حضرت نوحؑ کی رحلت کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے سامؑ کو اپنا جانشین وخلیفہ مقرر کیا۔

چوتھا حوالہ:۔ روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی جلد اص ۳۰ و ۶۲ و ۶۳ و ۹۴ پر ہے کہ جناب ابراہیمؑ نے اپنا ولیعہد اور خلیفہ اپنے بیٹے اسحاقؑ کو خود مقرر فرمایا اور جناب اسحاقؑ نے اپنے فرزند یعقوبؑ کو اور جناب یعقوبؑ نے اپنے فرزند یوسفؑ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

پانچواں حوالہ:۔ علامہ طبری نے اپنی تاریخ طبری الجزاوّل ص۱۷۲ پر لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کا قیام مصر میں اپنی اولاد کے ساتھ سترہ ۱۷ سال تک تھا اور آپ نے حضرت یوسفؑ کو اپنا خلیفہ ووصی وجانشین مقرر کیا اور حضرت یوسفؑ نے جس وقت انتقال کیا ان کی عمر ایک سو دس ۱۱۰ سال کی تھی اور انھوں نے اپنے بھائی یہودا کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا۔

چھٹا حوالہ:۔ تاریخ طبری الجزاوّل ص۱۶۷ پر و تاریخ کامل الجزاوّل ص۴۷ پر اور روضۃ الصفا جلد ا ص۱۰۰ پر حضرت ایوبؑ

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ ھٰرُوْنَ اَخِیْ" یعنی "اے میرے پروردگار تو میرا وزیر میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو قرار دے" تو وہ اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ جناب موسٰیؑ کا اپنے وزیر و جانشین جناب ہارونؑ کو بنانے کے لئے خدا سے دعا کرنا خود بتلاتا ہے کہ جناب موسٰیؑ کو بھی یہ اختیار نہ تھا کہ بغیر خدا کی اجازت کے جناب ہارونؑ کو یا کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ بنا دیں بلکہ اس کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں تھا جس سے دعا کرنے کی ضرورت پڑی۔

اس کے بعد شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں جب یہ مسئلہ خلافت ایسا ہی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ہر نبیؐ نے اپنے جانشین اور خلیفہ کو خدا کے حکم سے خود ہی مقرر فرمایا تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت رسولؐ نے بھی اپنا جانشین اور خلیفہ حضرت علیؑ کو اپنی زندگی ہی میں خود ہی مقرر فرما دیا تھا (جیسا کہ میں دونوں باتوں کو اسکے قبل اسی باب اور باب ۳۳ میں درج کر آیا ہوں) تو پھر امت کو بعد رسولؐ اس معاملہ میں اجماع کر کے اپنے

میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور ان کا یہ فعل کس طرح سے جائز اور نیک نیتی پر محمول مانا جا سکتا ہے۔

شیعہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے اپنے بعد کی خلافت کے لئے نہ صرف حضرت علیؑ ہی کا نام لیا تھا بلکہ اس بات کی بھی خبر دے گئے تھے کہ میرے بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے جن میں کے پہلے حضرت علیؑ ہیں اور ان میں کا آخری خلیفہ کا نام مہدی قائم ہوگا اور ان سبھوں کے نام بھی آپ بتلا گئے تھے جن کا تذکرہ آج بھی کتب اہلسنت والجماعت میں موجود ہے۔ جن میں سے میں اس کتاب میں صرف چھ احادیثِ رسولؐ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

حدیث نمبر ۱:۔ عالم اہلسنت جناب سید علی ہمدانی صاحب اپنی کتاب مودۃ القربیٰ (المودۃ العاشرہ) میں اور جناب شیخ سلیمان الحنفی امام اعظم قسطنطنیہ اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس والخمسون ص۲۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میں نبیوں کا سردار

ہوں اور علیؑ وصیوں کا سردار ہے اور میرے بعد میرے وصی بارہ ہیں ان کا اول علیؑ ہے اور آخر ان کا مہدیؑ قائم ہے اور وہ سب کے سب معصوم ہیں۔ (دیکھئے البلاغ المبین کتاب اوّل ص۵۱۹ ص۵۲۰ ص۵۲۲)

حدیث نمبر۲:۔ صحیح مسلم کتاب الامارہ الجزالسادس ص۳ وص۴ وصحیح بخاری کتاب الاحکام پ۱۵ ومسند امام احمد بن حنبل جلد اوّل ص۳۹۸ وسنن ابی داؤد کتاب المہدی جلد۱ وفتح الباری از علامہ ابن حجر مکی الجز الثالث عشر ص۱۸۱ وص۱۸۲ وص۱۸۵ اور اشعۃ اللمعات از عبدالحق دہلوی جلد چہارم ص۲۴۱ پر ایک حدیث رسولؐ اس طرح لکھی ہے جس کے راوی جابر ابن سمرہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ ایک مرتبہ حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے حضرت رسولؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسلام ختم نہیں ہوگا جب تک کہ اس میں میرے بارہ خلیفہ پورے نہ ہو جائیں۔

حدیث نمبر۳:۔ شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ

کے ص۱۱۱ پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ امامت کو حسینؑ کی اولاد میں خدا نے قیامت تک قائم رکھا ہے۔

حدیث نمبر۸ :- ضمیمہ جات مقبول ترجمہ و حواشی کے ص۳۰ پر بحوالہ ینابیع المودۃ۔ روضۃ الاحباب۔ شواہد النبوۃ اور تاریخ الخلفاء لکھا ہوا ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت "یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے "اے ایمان لانے والو تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی بھی" (پ سورہ نساء آیت ۵۹) تو جابر ابن عبداللہ انصاری ناقل ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں نے اللہ اور رسولؐ کو تو پہچان لیا لیکن یہ اولی الامر کون لوگ ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے آپ کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے تو یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ اے جابر وہ میرے بعد میرے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہیں جن کی تعداد بارہ ہے کہ اول انمیں سے علیؑ ابن ابی طالب ہیں پھر حسنؑ ہیں اور پھر حسینؑ ہیں۔

پھر علیؑ ابن الحسینؑ۔ پھر محمدؑ ابن علیؑ جو توریت میں باقر کے نام سے مشہور ہیں اور اے جابر تم عنقریب ان سے ملاقات کروگے۔ پس جب تمھاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے میرا سلام کہنا۔ ان کے بعد جعفر ابن محمد الصادقؑ۔ پھر موسیٰؑ ابن جعفرؑ پھر علیؑ ابن موسیٰؑ۔ پھر محمدؑ ابن علیؑ۔ پھر علیؑ ابن محمدؑ۔ پھر حسنؑ ابن علیؑ۔ پھر میرا ہمنام اور ہم کنیت اللہ کی زمین میں اللہ کی حجت اور اللہ کے بندوں میں اللہ کا بقیہ محمدؑ بن الحسن المہدیؑ ہوں گے۔ یہ محمدؑ بن الحسن المہدیؑ ہی وہ شخص ہونگے جن کے ہاتھوں پر خدائے تعالیٰ مشرق و مغرب کو فتح کرے گا۔ اور یہ ہی وہ ہیں جو لوگوں سے اتنی مدت تک غائب رہیں گے کہ ان کی غیبت کے زمانہ میں ان کی امامت کا قائل سوائے اس شخص کے اور کوئی نہ رہے گا جس کے قلب کا خدائے تعالیٰ ایمان سے امتحان لے چکا ہے۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ۔ آیا لوگ ان کی غیبت میں بھی ان سے منتفع ہوں گے؟ فرمایا ہاں

اس کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے وہ لوگ

ان کی غیبت کے زمانہ میں بھی ان کے نور سے اسی طرح روشنی

حاصل کریں گے اور ان کی ولائت سے اسی طرح نفع اٹھائیں

گے جس طرح آدمی سورج سے اس وقت فائدہ اٹھایا کرتے

ہیں۔ جبکہ بادل اسے چاروں طرف سے ڈھانپ لیتا ہے۔

حدیث نمبر ۵:- جناب شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع

المودۃ کے باب ۷۶ میں بحوالہ فرائد السمطین علامہ حموینی ایک

حدیث رسولؐ ابن عباس سے تحریر کی ہے جسے جناب مولانا راحت

حسین صاحب قبلہ گوپال پوری نے بھی اپنی تفسیر انوار القرآن

میں بسلسلہ تفسیر سورہ بقر ص۳ تا ص۱۱ درج کیا ہے وہ اس طرح

کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز نعشل یہودی حضرت سرورِ

عالمؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں آپ سے چند چیزیں

دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ ان کا صحیح جواب دیں گے

تو میں ایمان لے آؤں گا۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا

ہو دریافت کرو۔ (اس نے پہلے وحدانیت خدا کی نسبت

چند سوالات کئے اور حضرت نے اسے جواب شافی دیا جس سے
اسے تسلی ہو گئی۔ میں نے بخوف طوالت اس کتاب میں وحدانیت
خدا کی نسبت سوالات اور جوابات کو درج نہیں کیا۔ مؤلف)
تو پھر پوچھا کہ اب یہ بتائیے کہ آپ کے وصی کون ہیں تو حضرتؐ
نے جواب دیا کہ میرے پہلے وصی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ ان
کے بعد ان کے دونوں فرزند حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ ان کے بعد
نو ۹ امام ہیں جو حسینؑ کی نسل سے ہوں گے۔ پھر اس نے کہا کہ
اے محمدؐ اب ان سب کے نام بتلائیے تو حضرتؐ نے تمام اماموں
کے نام تفصیل کے ساتھ وہی بتائے (جن کے نام میں اوپر کی حدیث
میں درج کر آیا ہوں) اور کہا کہ یہی میرے بارہ ۱۲ وصی ہیں
اور ان میں کا میرا بارہواں وصی خلائق کی نظروں سے ایک
مدت مدید کے لئے غائب ہو جائے گا اور جب میری امت پر
ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف نشان
باقی رہ جائے گا اس وقت خداوند عالم کے حکم سے وہ ظاہر
ہو گا اور اسلام کو ظاہر اور تازہ یعنی دوبارہ زندہ کرے گا۔

جو لوگ میرے ان بارہوں اوصیاء سے محبت اور ان کی پیروی کریں گے وہی ہدایت پر رہیں گے اور جو ان کی مخالفت کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔

حدیث نمبر ۶:- جناب شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ کے باب ۷۶ میں بحوالہ مناقب اسی کے متعلق یہ حدیث بھی لکھی ہے جس کے راوی مشہور صحابی رسولؐ جابر بن عبداللہ انصاری ہیں اور جس کو بھی جناب مولانا راحت حسین صاحب قبلہ نے اپنی تفسیر القرآن میں بہ سلسلہ تفسیر سورہ بقر ص۱۱ پر درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دن جندل بن جنادہ یہودی حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ سوالات کرنے اور ان کے شافی جوابات پانے کے بعد جب وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا تو اس نے کہا کہ میرے اسلام لانے کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ میں نے شب میں حضرت موسیٰؑ کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے جندل خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ کے ہاتھ پر ایمان لاؤ اور ان کے اوصیاء کو اختیار کرو۔ پس خدا کا شکر

ہے کہ میں ایمان تو لا چکا۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ اوصیار کون
ہیں جن کو میں اختیار کروں جن کے اختیار کرنے کی ہدایت
مجھ کو حضرت موسٰی نے دی ہے تو یہ سن کر حضرت رسولؐ نے
فرمایا کہ اے جندل میرے اوصیار بارہ[۱۲] ہیں۔ اس نے عرض کیا
کہ اب آپ ان کے ناموں سے مجھے آگاہ کریں تو حضرتؐ نے
کل اماموں کے ناموں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا (جن کے نام
میں اوپر کی حدیث میں لکھ آیا ہوں اور بخوف طوالت تکرار
نہیں کی) اور پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ ان میں کا میرا بارہواں
وصی غائب ہو جائے گا اور پھر بعد ایک مدت کے ظاہر ہوگا
اور زمین کو انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ
ظلم سے بھر چکی ہوگی اور وہی لوگ راہ ہدایت پر ہوں گے
جو اس کی غیبت کے زمانہ میں صبر کریں گے اور انھیں لوگوں
کی تعریف میں خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے ھدیً
للمتقین الذین یومنون بالغیب اور فرماتا ہے اُولٰئکَ حِزبُ
اللہ الا اِنَّ حِزبَ اللہ ھُمُ الغالبُون ۔ یعنی قرآن مجید ہدایت

کرنے والا ہے پرہیزگاروں کو جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں (یعنی امام غائب کی غیبت پر ایمان رکھتے ہیں) اور گروہ خدا یہی لوگ ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ یہی لوگ غالب ہوں گے۔

پینتیسواں باب

شیعوں کے مذہب میں عقیدہ خلافت کی عظمت

میں اس کے قبل باب ۳۳ میں درج کر آیا ہوں کہ اہلسنت والجماعت کے مذہب میں عقیدہ خلافت کی جگہ نہ اصول دین میں ہے اور نہ فروعات دین میں۔ اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت رسولؐ اپنے بعد کے لئے کسی کو اپنا خلیفہ یا جانشین نہیں مقرر کر گئے تھے اس لئے صحابائے کرام نے نیک نیتی سے محض امت کو افتراق و انتشار سے بچانے کے لئے آپس میں اجماع کر کے اپنے میں سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ مقرر کر لیا تھا۔ لیکن شیعہ حضرات اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ حضرت رسولؐ اپنے بعد کے لئے کسی کو خلیفہ نہیں مقرر کر گئے تھے بلکہ وہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت رسولؐ اپنے بعد کے لئے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے تھے اور وہ اس بات کو کلام پاک

اور اہلسنت والجماعت کی کتابوں سے بھی ثابت کرتے ہیں۔ جن میں سے چند ثبوت کتب اہلسنت والجماعت سے میں اس کے قبل اس کتاب کے چونتیسویں باب میں درج کر آیا ہوں۔

شیعوں کے مذہب میں مسئلہ خلافت اور امامت اصول دین میں شامل ہے اور ان کے یہاں قبولیت اسلام کے لئے بعدِ رسولؐ صحیح خلیفہ کا ماننا شرطِ اعظم ہے۔ وہ خلیفۂ رسولؐ ہی کو امام بھی کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح نماز کی قبولیت کے لئے خدا نے وضو (یا غسل یا تیمم جس کی ضرورت ہو) ایک شرط قرار دیا ہے اسی طرح خدا نے اسلام اور اعمال کی قبولیت کے لئے صحیح خلیفۂ رسولؐ کو ماننا اور اس کی معرفت کو شرط قرار دیا ہے۔ پس جس طرح اگر کوئی شخص کتنی ہی طہارت اور خلوص کے ساتھ اور نماز کے تمام ارکان و واجبات کے لحاظ کے ساتھ نماز پڑھے لیکن اگر اس نے یہ نماز بغیر وضو (یا غسل یا تیمم جسکی بھی ضرورت ہو) کے پڑھی ہے تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔

اسی طرح ان کے مذہب میں اگر کسی شخص نے کتنے ہی خلوص دل کے ساتھ اسلام کیوں نہ قبول کیا ہو اور وہ حضرت رسولؐ کی دل سے کتنی ہی عظمت کیوں نہ کرتا ہو اور دیگر واجبات اسلام کا بھی کتنا ہی کیوں نہ پابند ہو لیکن اگر اس نے مسئلہ خلافت میں غلطی کی ہے اور اس خلیفہ کے بجائے جسے خدا و رسولؐ نے مقرر فرمایا ہے وہ کسی دوسرے کی خلافت کا قائل ہو گیا ہے تو پھر اس کے اسلام اور اعمال کی وقعت خدا کے نزدیک ویسے ہی ہے جیسے اس شخص کے نماز کی وقعت جس نے بغیر وضو (یا غسل یا تیمم جس کی ضرورت ہو) کے نماز پڑھی ہو۔

مذہب شیعہ میں بعد رسولؐ صحیح خلیفہ کا ماننا ہر مسلمان کے لئے اس لئے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ بعد رسولؐ وہ بھٹکنے نہ پائے۔ وہ کہتے ہیں کہ مذہب کی شاہ راہِ زندگی میں یہ وہ موڑ ہے کہ اگر اس مقام پہ کوئی بھٹک جائے گا تو تاوقتیکہ وہ اسی مقام سے اپنی درستگی نہ کرے وہ راہِ ہدایت سے دور ہوتا ہی جائے گا۔ اس لئے کہ اگر کوئی شخص بعد رسولؐ

خدا کے مقرر کردہ صحیح خلیفہ و امام کے بجائے کسی دوسرے غلط شخص کی خلافت و امامت کا قائل ہو گیا تو پھر اسے اس غلط شخص کی اطاعت بھی کرنی پڑے گی پس اس صورت میں چونکہ وہ دوسرا شخص معصوم نہیں ہے اور ہوا و ہوس اور خواہش نفسانی سے بھی خالی نہیں ہے اس لئے احکام میں اس کا غلطی کرنا بھی لازمی ہو گا جس کا نتیجہ ضلالت اور گمراہی کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی جیسا کہ اسلام میں ہوا بھی کہ صرف ایک خلافت کے مسئلہ میں بھٹکنے کے سبب سے اس وقت اسلام تہتّر فرقوں میں منقسم ہو کر رہ گیا ہے جس کی خبر حضرت رسولؐ اپنی زندگی ہی میں دے گئے تھے کہ "میرے بعد میری امت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں سے صرف ایک فرقہ راہ ہدایت پر ہو گا اور بقیہ فرقے ہلاک ہونے والے ہوں گے۔" (دیکھئے ترمذی شریف باب افتراق ہذہ الامۃ من الابواب الایمان صفحہ ۳۷۵، و مشکوٰۃ شریف کتاب اعتصام بکتاب و سنت فصل ۲ و کنز العمال جلد ۱ باب اعتصام بکتاب و سنت صفحہ ۹۶ و مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ و ابو داؤد و سنن ابن ماجہ و ملل و نحل وغیرہ وغیرہ۔)

شیعہ حضرات اپنے اس اعتقاد کے ثبوت میں کہ خلافت
وامامت کے مسئلہ میں بھٹکنے والا انسان راہِ ہدایت اور
راہ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔ اور اس کا اسلام اور عمل
خدا کے یہاں قبول نہیں کیا جاتا۔ قرآن مجید۔ احادیث
اور عقل کے اعتبار سے بے شمار دلائل پیش کرتے ہیں لیکن
میں بنظر اختصار اس کتاب میں ان میں سے صرف چند ایسے
دلائل درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جو قرآن مجید یا
اہلسنت والجماعت کی کتابوں میں بھی درج ہیں۔

پہلی دلیل:۔ مذہب اہلسنت میں یہ حدیث
مستند ہے جس سے کسی عالم نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے
اور جسے امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند جلد ۴ ص ۹۶ پر لکھا ہے
اور جو اکلیل الکرامہ فی تبیان مقصد الامۃ مطبوعہ مطبع صدیقی
بھوپال ص ۲۸ پر بھی درج ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "من
مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃً جاھلیۃ" یعنی جو
شخص اپنے امام زمانہ کی معرفت حاصل کئے بغیر مر جائے گا تو

اسکی موت جاہلیت کی موت ہو گی" یعنی وہ شخص کافر مرے گا۔

پس اس حدیث سے شیعہ حضرات ایک بات تو یہ ثابت کرتے ہیں کہ امام کا ہر زمانہ میں ہونا لازمی ہے اس لئے کہ اس حدیث میں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے اور دوسری بات یہ ثابت کرتے ہیں کہ مذہب اسلام میں خدا اور رسولؐ کے نزدیک امامت و خلافت کی ایسی وقعت ہے کہ اگر سب کچھ جاننے اور کرنے کے بعد بھی کوئی مسلمان اپنے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کر سکے گا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی یعنی وہ کافر مرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ کسی کی معرفت کی منزل اس کے جاننے کے بعد ہوتی ہے کہ کون امام وقت ہے۔ پس اگر کسی شخص نے تعین امام ہی میں غلطی کی اور اسی میں دھوکا کھا گیا کہ اس امام کے ماننے کے بجائے جسے خدا اور رسولؐ نے مقرر کیا ہے اس نے کسی دوسرے کو امام مان لیا تو پھر ظاہر ہے کہ وہ راہ ہدایت سے بھٹک گیا اور اس کے صحیح امام کی معرفت ہی کا سوال باقی نہ رہا۔ اور جب امام کی معرفت ہی کا سوال باقی نہ رہا تو پھر

اس کی گمراہی میں بھی کچھ شبہ نہ رہا۔

دوسری دلیل :۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ خلافت و امامت کا مرتبہ خدا کے نزدیک اتنا اہم ہے کہ ابلیسؑ جو اپنی عبادت و اطاعت و ریاضت کے سبب سے اتنی ترقی کر چکا تھا کہ اس کو صفوف ملائکہ میں جگہ مل گئی تھی جس کا قصہ خداوند عالم نے قرآن مجید پ۱ سورہ بقر آیت ۳۴ و پ۸ سورہ اعراف آیت ۱۱، ۱۲ و پ۱۴ سورہ الحجرات آیت ۲۸ تا ۳۵ اور پ۲۳ سورہ ص آیت ۷۱ تا ۷۸ میں درج فرمایا ہے کہ جس کا اقتباس اور اختصار ایک اردو شاعر نے صرف ایک شعر میں اس طرح پیش کیا ہے بلکہ اس کا لب لباب آگیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ شعر ؎

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ جن کا قصہ خدا نے قران مجید کی متذکرہ آیتوں میں درج فرمایا ہے اور جو خدا کے خلیفہ تھے اور جن کو سجدہ کرنے کا حکم خدا نے ملائکہ کو دیا تھا

جنھیں سب ملائکہ نے سجدہ کیا تھا لیکن ابلیسؑ نے انکار کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ میں ان سے بہتر ہوں اس لیئے انھیں سجدہ نہیں کر سکتا۔ بس اتنی خطا پر خدا نے اس کی تمام گذشتہ عبادات و ریاضات کو حبط کر کے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود و ملعون کر کے بزم ملائکہ سے نکال دیا اور خدا نے اس تذکرہ کو قرآن مجید میں رکھ کر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں کہ دیکھو میرے نزدیک خلافت کا مسئلہ کتنا اہم ہے اور اس کی عزت نہ کرنے کی میرے یہاں کتنی سخت سزا ہے۔ بس اگر تم بھی میرے مقرر کردہ خلیفہ کی عزت نہ کرو گے یا اس سے سرکشی کرو گے تو تمھارا بھی یہی حشر ہو گا جو ابلیسؑ کا ہوا ہے۔

تیسری دلیل:۔ شیعہ حضرات اس کے متعلق قرآن مجید کی اس آیت کو بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں جو خداوند عالم نے خم غدیر کے مقام پر حضرت علیؑ کے متعلق نازل فرمائی تھی جو میں اس کتاب کے سولہویں باب میں درج کر آیا ہوں جس کی بنا پر حضرت رسولؐ نے خم غدیر کے مقام پر ایک لاکھ سے زائد

حاجیوں کے سامنے حضرت علیؑ کو بلند کرکے فرمایا تھا کہ جس کا
میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں اور وہ آیت یہ ہے
يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا
بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ۔ جس کا ترجمہ یوں ہے کہ "اے رسولؐ آپ اب
اپنی امت کو ہمارا وہ حکم پہنچا دیجئے جو آپ پر ہم نازل کر
چکے ہیں۔ اور (یاد رکھئے کہ) اگر آپ نے اس حکم کو نہ پہنچایا
تو پھر گویا آپ نے کوئی تبلیغ رسالت ہی نہیں کی۔ (پ۶ سورہ
مائدہ آیت ۶۸)

اس متذکرہ بالا آیت کی نسبت شیعہ حضرات کہتے ہیں
کہ جو اس آیت میں یہ لکھا ہے کہ اے رسولؐ اگر آپ نے اس حکم
کو نہ پہنچایا تو گویا آپ نے کوئی تبلیغ رسالت ہی نہیں کی" تو گو
بظاہر اس تہدیدی حکم کے مخاطب حضرت رسولؐ ہیں لیکن دراصل
وہ مراد نہیں ہیں، اس لئے کہ خدا خوب اچھے طریقہ سے واقف تھا
کہ میرا رسولؐ معصوم ہے۔ وہ میرے کسی حکم کی مخالفت کر ہی نہیں
سکتا لیکن اس نے ایسا تاکیدی حکم صرف مسلمانوں کی توجہ دلانے

کے لئے بھیجا تھا اور اسی لئے اس نے اس تہدیدی حکم کو قرآن مجید میں رکھ دیا تاکہ قیامت تک جب بھی مسلمان اس آیت کو پڑھیں تو غور کریں کہ اللہ اکبر یہ حکم کیسا تاکیدی ہے کہ اگر خدا نخواستہ اس حکم کی تعمیل حضرت رسولؐ نہ کرتے تو ان کی بھی تبلیغ رسالت کی محنتیں سب ضائع ہو جاتیں تو پھر اگر اس معاملہ میں ہم اس حکم خدا کی تعمیل نہ کریں گے تو ہمارا کیا حشر ہوگا اور چونکہ یہ ثابت ہے کہ اس حکم کے آنے کے بعد حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو مثل خود تمام مسلمانوں کا مولا و آقا بنایا اور یہ فرمایا کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں" (جس کو متعدد کتب اہسنت سے اس کتاب کے سولھویں باب میں ثابت کر آیا ہوں) تو پس جن حضرات نے بعد رسولؐ ان علیؑ کے ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے کو اپنا مولا و آقا بنا لیا ہے وہ سوچیں کہ انھوں نے اس حکم الٰہی کا کچھ خیال بھی کیا ہے یا نہیں؟ اور حضرت علیؑ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا مولا و آقا ماننے کے عوض میں خدا نخواستہ وہ اس عتاب الٰہی کے تو مستحق نہیں ہو گئے جس کا اس آیت

میں تذکرہ کیا گیا ہے، اور اگر وہ اس کا کچھ خطرہ محسوس کرتے ہوں تو ابھی موقعہ غنیمت ہے کیونکہ ابھی اس کا تدارک ممکن ہے ورنہ بعد میں پچھتانے سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ (وما علینا الا البلاغ)

چوتھی دلیل:۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ متذکرہ بالا دلیوں کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے قرآن پاک میں صاف صاف فرما دیا ہے کہ جو جس کو بھی امام مانے گا اس کا حشر اسی کے ساتھ کیا جائے گا چنانچہ وہ فرماتا ہے کہ "یوم ندعو کل اناس بامامھم" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس روز (یعنی قیامت کے دن) ہم ہر انسان کو اس کے اختیار کردہ امام کے ساتھ محشور کریں گے۔ (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۷) یعنی جو حشر اس کے اختیار کردہ امام کا ہو گا وہی حشر اس کے ماننے والے کا بھی ہو گا۔ پس جب ایسا ہی ہے تو بعد رسولؐ جس نے جس کو اپنا ہادی۔ پیشوا۔ امام اور خلیفہ رسولؐ مانا ہو گا اسی کے ساتھ اس کا حشر بھی ہو گا۔ اور اس کے قبل میں یہ ثابت کر آیا ہوں کہ اصحاب رسولؐ میں حضرت علیؑ کے سوا اور کوئی دوسرا معصوم نہیں ہے تو پھر جب دوسروں کی

پیروی میں غلطی اور گمراہی کا امکان ہے اور حضرت علیؑ کی پیروی میں بوجہ ان کی معصومیت اور قول رسولؐ کے قطعی غلطی اور گمراہی کا امکان نہیں ہے تو پھر عقلمندی کا تقاضہ ہر شخص کا یہی ہونا چاہیئے کہ بعد رسولؐ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا امام و ہادی و پیشوا نہ تسلیم کرے اور بعد رسول حضرت علیؑ ہی کو ان کا خلیفۂ اوّل اور اپنا امام مانے تاکہ الخیر کے ساتھ اپنا حشر ہو سکے۔

پانچویں دلیل:۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ دنیا میں دو قسم کے امام ہیں۔ ایک آئمہ ہدایت اور دوسرے آئمہ ضلالت۔ آئمہ ہدایت کی نسبت قرآن مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ جعلناهم ائمةً یهدون بامرنا" یعنی ہم نے ان کو امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کا کام انجام دیتے ہیں۔ (پ۱۷ سورہ انبیاء رکوع ۵) اور دوسرے قسم کے اماموں کی نسبت خداوند عالم اس طرح فرماتا ہے "جعلناهم ائمةً یدعون الی النّار" یعنی ہم نے کچھ ایسے امام بھی بنائے ہیں جو لوگوں کو

جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ (پ۲۰ سورہ القصص رکوع ۷)

پس جب قرآن مجید سے اس دنیا میں دو قسم کے اماموں کا وجود ثابت ہے اور تیسرے قسم کے اماموں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ وہ امام جو محفوظ عن الخطا ہیں وہ تو آئمۂ ضلالت ہو نہیں سکتے اور لازماً وہ آئمہ ہدایت ہوں گے اور جو لوگ امامت اور خلافت کا دعویٰ تو کرتے ہیں اور معصوم اور محفوظ عن الخطا نہیں ہیں تو وہ ضرور بالضرور آئمۂ ضلالت ہوں گے اس لئے کہ تیسرے قسم کے امام کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

پس ہر عقلمند کو چاہیے کہ معصوم خلیفۂ رسولؐ کو چھوڑ کر غیر معصوم خلیفۂ رسولؐ اور اماموں سے اپنے دامن کو بچائے ورنہ قرآن مجید میں صاف طور سے خدا کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ جو حشر امام کا ہوگا وہی حشر اس کے ماننے والے کا۔ پس جو حضرات چاہتے ہیں کہ ان کا حشر مولائے کائنات حضرت علیؑ کے ساتھ ہو تو انھیں چاہیے کہ وہ بعد رسولؐ ان ہی کی خلافت اور امامت کے قائل ہوں اور اگر اب تک کچھ غلطی کی ہے تو

اب بھی سمجھ جائیں اس لئے کہ ابھی رشتۂ حیات قائم ہے ورنہ مرنے کے بعد افسوس کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

اب جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکا۔ اب اس کے آگے آپ کو اختیار ہے چاہے معصوم خلیفہ اور اماموں کو مانئے اور ان کے ساتھ اپنا حشر نشر کرائیے اور خواہ غیر معصوم خلیفہ اور اماموں کو مانئے اور ان کے ساتھ اپنا حشر نشر کرائیے۔

اب میں اس کتاب کے اگلے چھتیسویں [۳۶] باب میں اپنے مولائے کائنات حضرت امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام کے چند فضائل کتب اہل سنت والجماعت سے لکھنے کے بعد اور اسکے سینتیسویں [۲] باب میں ناظرین کتاب کے لئے بطور دعوت فکر اُن سے صرف ایک سوال قائم کر کے اس کتاب کو ختم کروں گا اور آپ جملہ حضرات کے لئے دعائے خیر کروں گا کہ خدا آپ کو دونوں جہاں میں خوش و خرم رکھے اور آپ کا حشر نشر مولائے کائنات حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کے ساتھ کرے آمین۔

چھتیسواں باب

حضرت علیؑ کے کچھ فضائل کتب اہلسنت سے

۱؎ عالم اہلسنت محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النضرہ جلد دوم باب ۴ فصل ۶ صفحہ ۱۶۴ پر اور جناب شیخ سلیمان الحنفی امام اعظم قسطنطنیہ نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسطنطنیہ الجزء الاول الباب الحادی والاربعون صفحہ ۱۲۳ پر دیگر علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں وعلامہ اخطب خوارزمی نے اپنی کتاب المناقب میں وعلامہ محمد ابن یوسف الکنجی نے اپنی کتاب کفایت الطالب میں بذیل فضائل علیؑ ابن ابی طالبؑ لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "میں اور علیؑ ایک نور واحد سے پیدا کیے گئے ہیں جو حضرت آدمؑ سے چودہ ہزار برس پیشتر عرش الٰہی کے سامنے خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہا

تھا۔ جب خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو ہم اصلاب مردانِ طاہر و ارحام عورات مطہرہ میں سے منتقل کئے گئے۔ یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلبؑ میں منتقل ہوئے۔ وہاں ہم کو دو برابر کے حصوں میں تقسیم کیا گیا اس کا ایک حصہ یعنی نصف صلب عبداللہؑ میرے والد میں اور دوسرا نصف صلب عموی ابوطالبؑ میں آیا۔ پس میں اُس نصف سے پیدا کیا گیا جو صلب عبداللہؑ میں تھا اور میرا بھائی علیؑ اس دوسرے نصف سے پیدا کیا گیا جو صلب ابوطالبؑ میں تھا۔ اور ہمارے ناموں کو خداوند عالم نے خاص اپنے ناموں سے مشتق کیا چنانچہ خداوند عالم محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں۔ خداوند عالم اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علیؑ ہے۔ خدا فاطر السموٰت والارض ہے اور میری دختر فاطمہؑ ہے۔ خدا احسن ہے اور میرے دونوں فرزند حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ مجھے خداوند عالم نے نبوت و رسالت کیلئے مختص کیا اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کو میری خلافت کیلئے اور شجاعت کیلئے منتخب کیا۔ پس میں رسولؐ اللہ ہوں اور علیؑ سیف اللہ ہیں۔

۲ بخاری شریف باب مناقب اور معارج النبوۃ باب فضائل علیؑ ابن ابی طالبؑ میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ اور امام احمد حنبل نے اپنی مسند جلد ۱ صفحہ ۳۳۱ پر امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۱ و صفحہ ۱۱۱ پر اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۵۲ پر بھی اس حدیث کو لکھا ہے لیکن اس میں اتنا اور اضافہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ علیؑ میرے بعد سارے مومنین کا حاکم اور والی ہے۔ (دیکھئے البلاغ المبین کتاب اوّل صفحہ ۳۱۶)

۳ علامہ اخطب خوارزمی نے اپنی کتاب المناقب کے صفحہ ۲۸۷ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اگر تمام درخت قلم بنا دیئے جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور جنات شمار کرنے والے ہوں اور تمام انسان لکھنے والے ہوں تب بھی علیؑ کے فضائل کا شمار کرنا ناممکن ہے۔

۴ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں فضائل علیؑ

حضرت علی کے فضائل کتب اہلسنت سے

ابن ابی طالبؑ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی شان میں تین سو ساٹھ آیاتِ قرآنی نازل ہوئی ہیں۔

۵۔ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسطنطنیہ الجزء الاول الباب الحادی والاربعون صفحہ ۱۲۲ پر، محب الدین طبری نے ریاض النضرہ جلد ۲ باب ۴ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۷۲ پر اور مولوی عبید اللہ امرتسری نے ارجح المطالب، باب چہارم صفحہ ۵۹۵ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ علیؑ کا حق مسلمانوں پر مثل باپ کے حق کے اپنی اولاد پر ہے اور حضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ تحقیق کہ خدا نے تمہارے اوپر میری اطاعت فرض کی ہے اور میری نافرمانی سے تم کو منع کیا ہے اور اسی طرح اُس نے میرے بعد علیؑ کی اطاعت تم پر فرض کی ہے اور اس کی نافرمانی سے تم کو منع کیا ہے اور وہ میرا وصی اور وارث ہے۔ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور علیؑ کی محبت ایمان ہے اور علیؑ سے

بغض رکھنا کفر ہے۔ اس کا دوست میرا دوست ہے اور اس سے بغض و عناد رکھنے والا میرا دشمن ہے۔ وہ اُن سب کا آقا و حاکم ہے جن کا میں آقا و حاکم ہوں اور یاد رکھو کہ میں اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں۔

۶۔ علامہ اخطب خوارزمی نے اپنی کتاب المناقب کے صفحہ ۲۸۷ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کا بھی اقرار کرتے ہوئے ذکر کیا تو خداوند عالم اُس شخص کے گناہان گذشتہ و آئندہ کو بخش دیتا ہے اور جس نے اُن کے فضائل میں سے عقیدہ رکھتے ہوئے ایک فضیلت کو تحریر کیا تو جب تک اس کتابت کا نشان باقی رہتا ہے فرشتگانِ خدا اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور جس نے اُن کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو عقیدہ کے ساتھ سُن لیا تو خداوند عالم اُس کے وہ تمام گناہ بخش دیتا ہے جو اُس نے کانوں کے ذریعہ سے کئے ہوں اور جس نے اُن کے فضائل میں سے عقیدہ

کے ساتھ ایک فضیلت کو بھی آنکھوں سے دیکھا (یعنی پڑھا) تو خداوند عالم اُس کے وہ تمام گناہ بخش دیتا ہے جو اُس نے آنکھوں کے ذریعہ سے کئے ہوں۔

۷۔ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسطنطنیہ باب الاربعون صفہ ۱۲۱ لغایتہ صفہ ۱۲۳ پر جناب محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النضرہ الجز الثانی۔ باب الرابع فصل التاسع صفہ ۲۱۸ پر وعلامہ محمد ابن اسمٰعیل نے اپنی کتاب روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ کے ص ۵۸ پر اور جناب عبید اللہ امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب باب چہارم صفہ ۴۸ پر لکھی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ آدمؑ کو اس کے کمالِ علم کی حالت میں۔ نوحؑ کو اُن کے کمالِ فہم کی حالت میں یحییٰؑ بن ذکریاؑ کو اُن کے کمالِ زہد کی حالت میں اور موسیٰؑ ابن عمرانؑ کو اُن کے کمالِ ہیبت و صولت کی حالت میں دیکھے اُسے چاہیے کہ وہ علیؑ کو دیکھے۔

۸۔ جناب شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے اشعۃ اللمعات

شرح مشکواۃ شریف جلد چہارم صفحہ ۳۶۹ پر و علامہ محمد ابن

علی نے اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۲۲

پر و ملا علی متقی نے کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۲ احدیث

نمبر ۲۵۰۸ پر و علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ باب التاسع

فصل الثانی صفحہ ۷۳ پر و علامہ ابن کثیر شامی نے البدایہ والنہایہ

الجز سابع صفحہ ۳۵۸ و صفحہ ۳۵۹ پر اور علامہ شیخ سلیمان الحنفی

نے ینابیع المودۃ الباب الرابع عشر ص ۶۵ و ۷۱ و ۷۲

پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "میں شہر علم ہوں

اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں"

۹۔ سیرۃ النبیؐ از علامہ ابن ہشام مطبوعہ مطبع حجازی

قاہرہ مصر جلد دوئم ص ۱۲۳ و ۱۲۴ و تاریخ ابو الفدا جلد

اول صفحہ ۱۲۷ و تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد سیوم

صفحہ ۶۲ و حبیب السیر جلد اول ص ۲۷ و نیز کتاب

مطالب السئول و تفسیر کشاف، و در منثور اور

ابطال الباطل وغیرہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے جب صحابہ و مہاجرین میں عقد مواخاۃ قائم کیا تو حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ دنیا و آخرت دونوں جگہ میرے بھائی ہیں۔

نمبر۱۰ امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۱۳۰ اور ۱۴۲ پر و محب الدین طبری نے ریاض النضرہ جلد ۲ باب ۴ فصل ۶ صفحہ ۱۶۵ تا صفحہ ۱۶۷ پر و علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد دوئم ص ۴۷۴ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جس نے علیؑ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے علیؑ کو غضبناک کیا اس نے خدا کو غضبناک کیا اور علیؑ کا دوست میرا دوست ہے اور علیؑ کا دشمن میرا دشمن ہے۔

نمبر۱۱ ملا علی متقی نے کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۵ پر و امام حاکم نے مستدرک میں الجزء الثالث والاربعون ص ۲۷ و ۲۸ پر و حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء جلد اول

صفحہ ۸۶ پر اور شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۱۲۶ اور ۱۲۷ پر زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ میری زندگی کی طرح اُس کی زندگی ہو اور میری موت کی طرح اُس کی موت ہو اور جنت الخلد میں اس کو رہائش ملے تو اُس کو چاہیے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ سے محبت کرے کیونکہ وہ تم کو ہدایت سے کبھی باہر نہ نکالے گا اور نہ ضلالت میں داخل کرے گا۔

۱۲۔ ملا علی متقی نے کنز العمال الجزء السادس ص ۴۰۲ پر و علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی صفحہ ۷۵ پر اور محب الدین طبری نے ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۷۲ و صفحہ ۲۰۲ پر حضرت رسولؐ کی ایک حدیث لکھی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔

۱۳۔ "خانصاحب" آغا محمد سلطان مرزا نے اپنی کتاب البلاغ المبین کتاب اول کے صفحہ ۲۸۹ و صفحہ ۲۹۰ پر

بحوالہ کتاب المناقب مولفہ محمد ابن حمران، تفسیر آیہ کریمہ "القیا فی جہنم کل کفار عنید" کہ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم دونوں کل کفار اور عنید کو جہنم میں ڈال دو (پ ۲۶ سورہ ق ع ۲) کے سلسلہ میں حضرت رسولؐ کی ایک حدیث لکھی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا کی طرف سے ایک منادی مجھ کو اور علیؑ کو ندا کرے گا کہ اے محمدؐ و علیؑ تم دونوں ہر ایک شخص کو جو محمدؐ کی نبوت سے اور علیؑ کی ولایت سے منکر تھا اُسے جہنم میں ڈال دو پس ہم دونوں ہر اُس شخص کو جو میری نبوت یا علیؑ کی ولایت کا منکر تھا جہنم میں ڈال دیں گے۔

نمبر ۱۲ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسطنطنیہ سنہ ۱۳۰۱ھ میں باب السادس عشر ص ۸۳ تا ۸۶ پر حضرت علیؑ کے فضائل میں چند مختلف صحیح احادیث کو توثیق کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ جس میں حدیث نمبر ۱۲ و نمبر ۱۳ کتاب ہذا بھی موصوف نے

درج فرمائی ہے اور اس کے علاوہ موصوف نے علامہ حموینی کی کتاب فرائد السمطین سے حضرت رسولؐ کی ایک یہ بھی حدیث لکھی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرا مرتبہ سب سے بلند ہوگا اور میں اُس دن نور کے ایک بلند و بالا ممبر کے سب سے بالائی حصہ پر ہوں گا اور ایک نور کی چادر اوڑھے ہوں گا۔ میرے سر پر رسالت و کرامت کا تاج ہوگا اور علیؑ ابن ابی طالبؑ مجھ سے صرف ایک درجہ نیچے ہوں گے اور میرا لواء حمد ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس لواء حمد پر لکھا ہوگا کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمدؐ خدا کا رسولؐ ہے اور علیؑ خدا کا ولی ہے اور علیؑ کے دوست فلاح پانے والے اور فائز ہیں۔ پس اُس دن کوئی رسولؐ یا نبیؑ یا صدیق یا شہید یا مومن نہ ہوگا لیکن یہ کہ وہ ہماری طرف دیکھ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ مبارک خوشی ان دونوں بندگان خدا کیلئے ہے دیکھو کہ خدا نے ان کو کتنی بزرگی دی ہے۔ پس ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کی

آواز تمام خلائق سنے گی کہ محمدؐ حبیب خدا ہیں اور علیؑ ولی اللہ ہیں۔

پس رضوان خزانہ دار جنت آئے گا اور کہے گا کہ مجھے میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں آپ کے حوالہ کردوں یہ لیجئے جنت کی کنجیاں۔ پس میں ان کو لے لوں گا اور اپنے بھائی علیؑ کو دیدوں گا۔ پھر مالک خزانہ دار دوزخ آئے گا اور کہے گا کہ میرے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی کنجیاں آپ کے حوالہ کردوں۔ یہ لیجئے یہ دوزخ کی کنجیاں ہیں پس میں ان کو بھی لے کر اپنے بھائی علیؑ کو دے دوں گا پس علیؑ جہنم کے کنارے کھڑے ہو کر اس کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لیں گے۔ پس اُس وقت جہنم کا زور و شور بلند ہو گا اور اُس کی گرمی تیز ہو گی۔ علیؑ اس وقت جہنم سے کہیں گے کہ اس کو چھوڑ دے یہ میرا دوست ہے اور اس کو لے لے یہ میرا دشمن ہے۔ اُس دن جہنم علیؑ کی اطاعت میں ہو گا اور جو علیؑ حکم دیں گے وہ کرے گا اور وہ علیؑ کا ایسا مطیع ہو گا جیسا تم میں سے کوئی اپنے دوست کیلئے ہوتا ہے۔

۱۵ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسطنطنیہ الباب العشرون صفحہ ۹۱ و باب الرابع والاربعون صفحہ ۱۳۰ پر اور علامہ حموینی نے فرائد السمطین میں فضائل حضرت علیؑ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اگر میری امت روزہ رکھتے رکھتے سوکھی ہوئی ٹہنیوں کی طرح منحنی ہو جائے اور نماز پڑھتے پڑھتے سوکھی لکڑیوں کی طرح بن جائے لیکن اگر اس کے دل میں علیؑ کی طرف سے بغض ہوگا تو خداوند عالم اُن کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالدیگا۔

۱۶ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ الباب السادس والخمسون صفحہ ۲۵۲ پر وعبید اللہ امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب کے صفحہ ۱۵۱ پر اور علامہ جلال الدین سیوطی نے احیاء المیت برحاشیہ کتاب الاتحاف ص ۱۱۱ پر و نیز اخطب خوارزمی نے اپنی کتاب المناقب میں یہ حدیث بھی لکھی ہے کہ حضرت رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی شخص نے خدا کی عبادت اتنے عرصہ تک کی ہو کہ جتنی مدت حضرت نوحؑ اپنی قوم میں

رہے اور اس کے پاس سونا کوہ احد کے وزن کے برابر ہو اور وہ سب راہ خدا میں صرف کر دے اور اُس نے پاپیادہ ایک ہزار حج بھی کئے ہوں اور پھر وہ صفا اور مروہ کے درمیان جبکہ وہ سعی کر رہا ہو مظلوم قتل بھی کر دیا جائے لیکن اگر اس کے دل میں علیؑ کی محبت نہ ہوگی تو وہ جنّت کی خوشبو کبھی نہ سونگھے گا اور نہ جنّت میں داخل ہوگا۔

۱۷ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ الباب العشرون صفحہ ۹۱ پر جناب اخطب خوارزم نے اپنی کتاب المناقب میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کے ساتھ محبت ایک ایسی نیکی ہے جس کے ساتھ کوئی برائی نقصان نہیں پہونچا سکتی اور بغض علیؑ ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی نیکی فائدہ نہیں کر سکتی۔

۱۸ کتاب کنوز الحقائق حرف الیاء میں البار اور علامہ دیلمی نے اپنی کتاب فردوس الاخبار میں بروایت عبداللہ ابن عمر ایک روایت لکھی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی محبت دوزخ سے بچاتی ہے اور گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے

جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو۔

نمبر ۱۹ امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بذیل تفسیر آیت اذ اخذ نا من النبیّن میثاقھم الخ (پ ۲۱ سورہ احزاب ع ۱) و علامہ شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں علامہ ابن عبد البر نے استیعاب میں و علامہ عبد الوہاب نے اپنی تفسیر انوری میں اور علامہ اخطب خوارزم نے اپنی کتاب المناقب میں بذیل مناقب حضرت علیؑ درج کیا ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ جب میں شب معراج آسمانوں پر گیا تو وہاں تمام انبیاء جمع ہوئے تو خدا کی جانب سے میری جانب وحی ہوئی کہ اے محمدؐ ان سے دریافت کرو کہ تم کن امور پر مبعوث ہوئے تھے۔ پس انھوں نے جواب دیا کہ ہم مبعوث ہوئے تھے اس شہادت پر کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدائے بزرگ و برتر کے اور آپ کی نبوت اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے عہد و اقرار پر۔

نمبر ۲۰ بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف میں لسلسلہ مناقب علیؑ ابن ابی طالبؑ درج ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ

کا خون و گوشت و پوست میرا خون و گوشت و پوست ہے اور علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ علیؑ کے دوست بےحساب بہشت میں داخل ہوں گے اور علیؑ امن کا گھر ہے جو اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو اس گھر کو چھوڑ گیا وہ کافر ہے۔

۲۱ مولوی محمد مبین صاحب نے وسیلۃ النجات کے صفحہ ۸۲ پر و علامہ اخطب خوارزم نے المناقب کے صفحہ ۱۰۷ پر و علی ابن برہان الدین نے سیرت حلبیہ کے صفحہ ۳۴۱ پر اور شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ کے صفحہ ۹۵ پر تحریر کیا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے عمر ابن عبدود کو قتل کر دیا تو حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی آج کی ایک ضربت افضل ہے میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے اور بقول دوسری روایت یہ فرمایا کہ آج کی علیؑ کی ایک ضربت دونوں جہاں کی عبادت سے بہتر ہے۔

۲۲ جناب ملا علی متقی نے کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۶ پر و محب الدین طبری نے ریاض النضرہ الجزء الثانی

باب الرابع فصل التاسع صفحہ ۲۲۶ پر اور شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۴۰ پر لکھا ہے۔ جس کے راوی حضرت عمر ہیں کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلّے میں ہوں اور علیؑ کا ایمان ترازو کے دوسرے پلّے میں رکھا جائے تو علیؑ کا ایمان بھاری رہے گا۔

۲۳ امام حاکم نے اپنی مستدرک جلد ۳ کے صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۸ و ۱۳۵ و ۱۳۸ پر اور علامہ شبلنجی نے اپنی کتاب نور الابصار کے صفحہ ۷۳ پر و محب الدین طبری نے ریاض النضرہ جلد دوئم باب چوتھا فصل چھٹی صفحہ ۱۶۷ پر اور علی متقی نے کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۸ پر درج کیا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی محبّت کا نام ایمان ہے اور علیؑ سے بغض کا نام نفاق ہے۔ اور جو سب سے پہلے داخل بہشت ہوگا وہ علیؑ کا محب ہوگا اور جو سب سے پہلے داخل دوزخ ہوگا وہ علیؑ کا دشمن ہوگا۔

۲۴۔ محب الدین طبری نے ریاض النضرہ باب ۴ فصل ۶ ص ۱۷۲ پر و شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ الباب السابع والثلاثون صفحہ ۱۱۲ و صفحہ ۱۴۰ پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور جہنم کے اوپر پل صراط قائم کیا جائے گا تو کوئی شخص اُس پل کو عبور نہیں کر سکے گا جب تک کہ اُس کے پاس حبّ علیؑ کا پروانۂ راہ داری نہ ہوگا۔

۲۵۔ جناب شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ صفحہ ۲۴۸ پر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں بہ سلسلہ تذکرہ علیؑ ابن ابی طالبؑ اور عالی جناب عبدالوہاب صاحب نے اپنی تفسیر انوری میں بروایت حذیفہ یمانی لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علیؑ کب امیر المومنین ہوئے تو وہ کبھی ان کے فضل سے انکار نہ کریں۔ اس کے بعد حضرتؐ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ علیؑ اس وقت بھی امیر المومنین تھے جبکہ آدمؑ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

۲۶۔ علامہ ابن مردویہ نے اپنی کتاب مناقب میں اور علامہ ابن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب الامامت والسیاست

میں اور شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ میں اور علی ابن شہاب ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں لکھا ہے کہ "علیؑ افضل بشر ہیں۔ اور جس شخص نے اس سے انکار کیا وہ کافر ہے۔

۲۷۔ سید علی ابن شہاب ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں اور امام محمد ابن عیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب ترمذی شریف میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علم کے دس حصے کئے گئے ہیں جن میں سے نو حصے مجھے اور علی کو عطا ہوئے اور دسویں حصے میں تمام دنیا شریک ہے اور اس دسویں حصے میں بھی میں اور علیؑ شامل ہیں۔

۲۸۔ علامہ ابن عبدالبر اپنی کتاب استیعاب میں اور البلاغ المبین کتاب اول کے صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ علیؑ میں چار بزرگیاں ایسی تھیں جو ان کے سوا کسی اور میں نہ تھیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضرت علیؑ وہ تھے جنھوں نے سب سے پہلے حضرت رسول کے ساتھ نماز ادا کی۔

۲۔ یہ کہ جناب رسولؐ خدا کے تمام معرکوں میں علم اسلام جناب علی مرتضیٰؑ ہی کے ہاتھ میں رہا۔ یعنی آپ کبھی بھی کسی کے محکوم نہیں بنائے گئے۔

۳۔ یہ کہ آپ ہمیشہ لڑائی میں ثابت قدم رہے اور جہاد سے کبھی بھی فرار نہیں کیا۔

۴۔ یہ کہ آپ نے جناب رسولؐ خدا کو آخری وقت کا غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

۲۹۔ امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک الجزء ثالث کتاب معرفتہ الصحابہ صفحہ ۱۳۵ پر اور علامہ شبلنجی نے نور الابصار ص ۷۱، ۷۲ پر اور محب الدین طبری نے ریاض النضرہ باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۹۸ و صفحہ ۱۹۹ پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد میری اُمت میں سب سے زیادہ عادل اور جھگڑوں کے صحیح فیصلہ کرنے والے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔

۳۰۔ علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ الباب التاسع الفصل الاول صفحہ ۷۲ پر اور علامہ شبلنجی نے نور الابصار میں

ص۶۹ پر اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی "تاریخ الخلفاء" میں ص۱۱۳ پر اور حسین دیار بکری نے تاریخ الخمیس الجزء اول ص۳۲۲ پر تحریر کیا ہے کہ ابن سعد نے اپنے اسناد سے حسن بن زید سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی اسی وجہ سے ان کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ دراصل صدیق وہی ہیں کیونکہ بتوں کو انھوں نے کبھی سجدہ نہیں کیا۔

۳۱ عالیجناب اخطب خوارزم نے "المناقب" میں اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور علامہ مسعودی نے مروج الذہب میں و نیز ایک جماعت علماء اسلام نے اپنی اپنی کتابوں میں اس "حدیث طیر" کو درج کیا ہے جن کے اسماء گرامی معہ کتابوں کے نام کے صاحب البلاغ المبین نے البلاغ المبین کتاب اول کے ص۱۴۱ لغایۃ ص۱۶۴ پر درج فرمایا ہے۔ اس "حدیث طیر" کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسولؐ کے پاس ایک بھنا ہوا طائر ہدیتہً پیش کیا گیا۔ حضرت رسولؐ نے کھانے کے قبل دعا

کی خداوندا جو شخص تمام مخلوق میں تیرا محبوب ترین ہو اس کو اس وقت بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ اس طیر کے کھانے میں شریک ہو۔ حضرتؐ کی دعا پر حضرت علیؑ تشریف لائے اور حضرت کے ساتھ شریک طعام ہوئے اور حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک اس کی تمام مخلوق میں میرے بعد علیؑ خدا کے محبوب ترین بندے ہیں۔

۳۲ جناب علی متقی نے کنز العمال الجز السادس ص۱۵۳ پر اور علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں ص۷۵ پر اور شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ میں ص۲۸ پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میری امت کے واسطے علیؑ باب حطہ (کے مثال) ہیں پس جو اس میں داخل ہوا (یعنی جس نے ان کے آگے سر تسلیم خم کیا اور ان سے متمسک ہوا) وہ مومن ہوا اور جس نے ان سے انحراف کیا وہ کافر ہو گیا۔

۳۳ شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ ص۹۴ پر اور شیخ کمال الدین دمیری نے حیواۃ الحیوان میں ص۲۷ پر اور شاہ

عبدالحق صاحب دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد دوئم ص۲۱۳ پر اور جناب مولوی حیدر الدین صاحب نے روائح المصطفیٰ کے ص۱۰ پر لکھا ہے کہ جب جنگ خندق میں حضرت علیؑ عمر ابن عبدود سے لڑنے نکلے تو حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ کلِ ایمان کلِ کفر کے مقابلہ کے لئے جارہا ہے اور حضرت علیؑ نے جب اس کو قتل کر دیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اے علیؑ مبارک ہو تمھیں کیونکہ اگر تمھارا صرف آج کا عمل میری تمام امت کے اعمال کے ساتھ وزن کیا جائے تو تمھارے عمل کا پلہ بھاری رہے گا۔

۳۷ شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول قسطنطنیہ الباب الخامس عشر ص۸۳ پر اور اخطب خوارزم نے المناقب ص۳۷ پر اور علامہ حموینی نے فرائد السمطین میں فضائل حضرت علیؑ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے خداوند عالم نے شب معراج حضرت علیؑ کے لہجہ میں کلام کیا۔ میں نے سوال کیا کہ خداوندا تو مجھ سے کلام کر رہا ہے یا علیؑ؟

خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ اے محمدؐ چونکہ میں جانتا ہوں کہ تیرے دل میں مخلوق خدا میں علیؑ سے زیادہ کسی سے محبت نہیں ہے اس لئے میں تجھ سے علیؑ کے لہجہ میں باتیں کر رہا ہوں۔

۳۵ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری فی شرح بخاری الجز السابع ص۵۸ پر و علیؑ متقی نے کنز العمال الجز السادس ص۱۵۵ پر لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جو مومن ہوگا وہ علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہ علیؑ سے محبت نہیں کرے گا۔

۳۶ علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ الباب الثانی ص۱۷ پر اور شیخ سلیمان الحنفی نے ینابیع المودۃ الباب السادس ص۴۷ و ص۲۵۱ پر لکھا ہے کہ جابرؓ ابن عبد اللہ اور ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ زمانۂ رسولؐ میں ہم لوگ منافقوں کو صرف بغض علیؑ سے شناخت کیا کرتے تھے۔

۳۷ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ مودۃ الرابعہ والسادس میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ ابن طالبؑ میرے بھائی۔ میرے وزیر۔ میرے خلیفہ اور میرے بعد سب سے افضل

ہیں اور وہی میرے بعد میری ذمہ داری ادا کریں گے اور
میرے وعدے بھی پورے کریں گے۔

۳۸ کتاب "المناقب" اخطب خوارزم ص۱۷ و ینابیع المودۃ
الباب الرابع والاربعون ص۱۳۳ و تذکرہ خواص الامہ ص۱۳
و نیز بخاری شریف و صحیح مسلم و بین الصحیحین اور مسند امام
احمد بن حنبل باب فضائل علیؑ ابن طالبؑ میں درج ہے کہ حضرت
رسولؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت علیؑ ساقی کوثر ہوں گے
اپنے دوستوں کو سیراب کریں گے اور اپنے دشمنوں کو محروم
رکھیں گے۔

۳۹ کتاب فضائل مرتضوی کلاں مرتبہ عالیجناب مرزا باقر علی
بیگ صاحب کے ص۱۵۵ پر درج ہے کہ ابوسعید خدری نے
روایت کی ہے کہ ایک روز میں ابطح میں رسولؐ مقبول کی خدمت
بابرکت میں حاضر تھا اور ایک گروہ کثیر بھی اصحاب سے حاضر
تھا کہ ناگاہ دور سے ایک غبار بلند ہوا جو دم بدم ہمارے
نزدیک ہوتا چلا آیا یہاں تک کہ وہ برابر روئے مبارک

جناب رسالت مآبؐ کے پہونچ کر ٹہر گیا اور اس غبار میں سے ایک آواز آئی کہ السلام علیک یا رسولؐ رب العالمین۔ آپؐ نے جواب سلام دیا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یا حضرت میں قوم جن میں سے ہوں میرا نام عرفطہ بن شمراخ ہے اور میں آپ کی بعثت کے قبل آسمان پر جایا کرتا تھا اور وہاں کی باتیں سن کر سب کو خبر دیا کرتا تھا لیکن جب سے آپکی بعثت ہوئی تب سے ہم کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا۔ بعد میں میرے شامل حال توفیق الٰہی ہوئی کہ میں آپ پر ایمان لایا جس کی وجہ سے میری قوم میری دشمن ہو گئی اور اس نے مجھ پر ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا ہے اور اس جنگل پر قبضہ کر لیا ہے جس میں میرے مویشی چرا کرتے تھے۔ پس میں اپنے قوم کے ظلم کی فریاد آپ کے پاس لایا ہوں اور آپ سے مدد چاہتا ہوں۔

حضرت رسولؐ نے اس کی یہ فریاد سن کر اسے حکم دیا کہ اے عرفطہ اب تو ہمارے سامنے اس صورت پر ظاہر ہو جس صورت پر خدا نے تجھے خلق کیا ہے۔ اس نے یہ سن کر سمعاً و طاعتاً کہا پس

ہم نے دیکھا کہ غبار میں سے ایک شخص پیدا ہوا کہ سر اس کا دراز۔ آنکھیں درمیان پیشانی کے چھوٹی چھوٹی۔ حلقے آنکھوں کے مثل ریچھ کے۔ سارے بدن پر بال۔ دانت مثل بھیڑیئے کے دراز تھے۔

حضرت رسولؐ نے اس کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ اے ابوبکر! اپنے بھائی عرفطہ کے ساتھ جاؤ اور اسکی مدد کرو۔ ابوبکر نے پوچھا کہ یا حضرت یہ لوگ کہاں رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا زمین کے نیچے۔ پس ابوبکر نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ مجھ میں اس قدر طاقت و قوت نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ جا کر اس کی مدد کر سکوں۔ اس لیے مجھے اس کام سے معاف رکھا جائے۔ یہ سن کر حضرتؐ نے حضرت عمر سے کہا کہ اے عمر تو جا اور اس کام کو کر لیکن عمر نے بھی وہی عذر کیا جو حضرت ابوبکر نے کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کی طرف مخاطب ہوئے اور انھیں حکم دیا کہ اے علیؑ عرفطہ کے ساتھ جاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی قوم کی ہدایت کرو اور اگر وہ راہِ ہدایت قبول نہ کریں ان سے جنگ کر کے ان کو قتل کرو۔ جناب

امیر نے کہا سمعاً و طاعتاً اور شمشیر لے کر عرفطہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔
ابو سعید خدری ناقل ہیں کہ میں اور سلمانؓ فارسی اور بہت سے
لوگ بھی ان دونوں کے ہمراہ روانہ ہوئے کہ دیکھیں کہاں جاتے
ہیں۔ پس وہ عرفطہ کے ہمراہ مابین صفا و مروہ پہونچے تو وہاں
کی زمین یکایک شق ہو گئی پہلے عرفطہ زمین کے اندر چلا گیا بعد
میں جناب امیرؑ بھی اس میں داخل ہو گئے اس کے بعد زمین
بدستور مل گئی اور ہم لوگ وہاں سے واپس ہوئے لیکن پریشان
تھے اور جب حضرت رسولؐ سے آکر سب حال بتلایا تو آپ نے اطمینان
دلایا۔ پھر بعد نماز عصر قریب غروب آفتاب کے حضرت رسولؐ ہم
لوگوں کو ساتھ لے کر اس مقام پر آئے جس مقام پر عرفطہ کے
ہمراہ حضرت علیؑ زمین میں تشریف لے گئے تھے کہ یکایک پھر زمین
شگافتہ ہوئی اور عرفطہ آگے اور جناب امیرؑ اس کے پیچھے ہاتھ میں
تلوار خونچکاں لئے ہوئے برآمد ہوئے۔ پس ان کو اس حال میں
دیکھ کر سبھوں نے تکبیر کہی۔ جناب رسولؐ خدا نے دوڑ کر گلے سے لگا
لیا۔ پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ اے علیؑ وہاں کا حال کہو حضرت

علیؑ نے عرض کیا کہ یا حضرت جب میں عرفطہ کے ہمراہ اس کی قوم کے
پاس گیا تو ان کے لئے تین چیزوں میں سے ایک چیز کے قبول کرنے
کی دعوت دی۔ انھوں نے تینوں چیزوں میں سے ایک چیز کو
بھی قبول نہ کیا۔ اوّل میں نے ان سے اسلام لانے کے لئے کہا۔
انھوں نے انکار کیا تو میں نے ان سے جزیہ دینے کے لئے کہا۔
انھوں نے اس سے بھی انکار کیا تو میں نے تیسری چیز یہ کہی کہ
اچھا تم عرفطہ سے اس شرط کے ساتھ صلح کر لو کہ ایک روز چراگاہ
تمھارے پاس رہے اور ایک روز عرفطہ کے پاس رہے اور
جب انھوں نے اس چیز کو بھی نہیں مانا تو میں نے ان سے قتال
کیا اور اکثر اجنّہ کو قتل کیا۔ بقیہ لوگوں نے پناہ چاہی اور اسلام
لانے کا اقرار کیا پس میں نے ان کو امان دی انھوں نے اسلام
قبول کیا اور عرفطہ سے مصالحت کر لی اور بعد اس کے حاضر خدمت
ہوا ہوں۔ عرفطہ نے حضرت رسولؐ کا شکریہ ادا کیا کہ اگر آپ
میری مدد نہ فرماتے اور حضرت علیؑ کو نہ بھیجتے تو میں تباہ و برباد
ہو جاتا۔ حضرت رسولؐ نے عرفطہ کو رخصت کیا اور سبھوں کو ساتھ

لے کر واپس ہوئے۔

۱۹۴ کتاب فضائل مرتضوی کلان مرتبہ عالیجناب مرزا باقر علی صاحب کے ۱۷۸ پر درج ہے جس کے راوی خود حضرت ابو بکر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ بعد فتح مکہ حضرت رسولؐ نے سورہ برائت کی چند آیتیں مجھے دے کر حج کے موقع پر مکّہ کی طرف بھیجا تھا تاکہ میں کفار کے درمیان میں اس کو پڑھ کر انھیں سناؤں۔ پس جب میں اہل مدینہ کے ساتھ جو حج کرنے کے لئے جا رہے تھے امیر حج بن کر روانہ ہوا تو راستہ ہی میں میرے عقب سے میرے پاس حضرت علیؑ پہونچے اور مجھ سے کہا کہ حضرت رسولؐ نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں تم سے وہ آیتیں لے لوں اور خود مکہ جاکر اس کی تبلیغ کردوں اور تمھیں حضرت رسولؐ کے پاس واپس بھیج دوں۔ پس میں نے وہ آیتیں حضرت علیؑ کو دیدیں اور حضرت رسولؐ کے پاس واپس مدینہ ہوا۔ اور مجھے اپنی معزولی کا بہت رنج ہوا اور اتنا رنج کہ جب میں حضرت رسولؐ کی خدمت میں پہونچا تو زار و قطار رو رہا تھا اور

حضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ آیا کچھ مجھ سے خطا ہوئی جو آپ نے ایک کام مجھے سپرد کر کے مجھے اس سے معزول فرمایا؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے خدا کا حکم پہونچا ہے کہ اس کام کو یا تو میں خود انجام دوں یا وہ شخص انجام دے جو مجھ سے ہو۔ پس اسی لئے میں نے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ وہ آیتیں تم سے لے لیں اور خود اس کی تبلیغ کریں اور تمھیں میرے پاس واپس بھیج دیں۔

۱۴۱ فضائل مرتضوی کلاں مرتبہ عالیجناب مرزا باقر علی بیگ صاحب کے ص۱۰۷ و ص۱۰۸ پر بحوالہ حق الیقین ملا محمد باقر صاحب مشہور بہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھا ہے جس کی راوی اسمارؓ بنت عمیس ہیں کہ ایک روز جناب رسولؐ مقبول نے حضرت علیؑ کو ایک ضروری کام کے واسطے کہیں بھیجا جب آپ اس کام کو کر کے واپس تشریف لائے تو جناب رسولؐ خدا نماز عصر پڑھ چکے تھے۔ حضرت علیؑ جب حضرت رسولؐ کے پاس آکر بیٹھے تو آپؐ نے سر مبارک اپنا جناب امیرؑ کی گود میں رکھ کر آرام کیا۔

اتفاقاً اسی حال میں وحی نازل ہونا شروع ہوئی اور آپ
اسی حالت میں اتنی دیر تک وحی میں مصروف و مشغول رہے
کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ جب وحی منقطع ہوئی تو آفتاب غروب
ہو چکا تھا۔ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے دریافت کیا کہ
اے علیؑ! تم نے نماز عصر پڑھی تو آپ نے جواب دیا کہ اے رسولؐ
مقبول! مجھے ناگوار ہوا کہ سر مبارک گود سے اتار کر زمین پر
رکھوں اس لئے میں نے (محض اشارہ سے نماز پڑھ لی ہے اور)
اس طرح سے نہیں پڑھی جیسے میں پڑھا کرتا تھا۔ یہ سن کر
جناب رسولؐ خدا نے دست دعا جانب آسمان اٹھا کر دعا فرمائی
کہ بار الہا! علیؑ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت اور بندگی
میں تھا پس آفتاب کو اس پر پھیر تا کہ وہ نماز عصر کو با اطمینان
اسی صورت سے پڑھے جیسے وہ پڑھا کرتا ہے۔ پس اسمار کہتی ہیں
کہ واللہ میں نے دیکھا کہ آفتاب نے رجعت کی اور افق مغرب
سے طلوع کر کے اس قدر بلند ہوا کہ وقت فضیلت عصر کا ظاہر
ہوا اور حضرت علیؑ نے نماز عصر اطمینان کے ساتھ ادا کی اور

پھر آفتاب غروب ہو گیا۔[1]

۴۲ کتاب فضائل مرتضویؑ کلاں مرتبہ عالیجناب مرزا باقر علی بیگ صاحب صفحہ ۴۴ پر درج ہے جو ابو سعید تمیمی سے مروی ہے کہ حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ تم ناکثین وقاسطین اور مارقین سے جنگ کرو گے۔ پس کسی نے حضرت علیؑ سے دریافت کیا کہ یا حضرت یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ناکثین سے مراد اہل جمل ہیں اور مارقین سے مراد خوارج ہیں اور قاسطین سے مراد معاویہ اور اس کے اصحاب ہیں۔

---

[1] واضح ہو کہ حضرت علیؑ کے لئے رجعت شمس کئی مرتبہ ہوا ہے ایک بار تو حضرت رسولؐ مقبول کی زندگی میں اور کئی بار بعد رسولؐ جن میں سے ایک بار تو رجعت شمس بوقت مراجعت جنگ نہروان ہوا ہے اور دوسری بار رجعت شمس بابل میں ہوا جس کی تفصیل بھی فضائل مرتضوی کلاں مرتبہ عالیجناب مرزا باقر علیؑ بیگ صاحب صفحہ ۱۰۵ اور صفحہ ۱۰۶ پر درج ہے۔ (مؤلف)

سینتیسواں باب [۳۷]

تتمہ کلام یعنی ناظرین کتاب ہذا کے لئے دعوت فکر

یاد رکھیے کہ اس کتاب میں سوانح حیات جناب فاطمہ زہرؑا کے ساتھ ساتھ اور جو بھی باتیں میرے نزدیک ضروری تھیں وہ سب میں نے آپ حضرات کے سامنے اہلسنت والجماعت کی کتابوں سے صراحت کے ساتھ پیش کر دی ہیں۔

۱۔ یہ کہ میں نے اس کتاب کے دوسرے باب میں جناب فاطمہ زہرؑا کے اور اس کتاب کے چھتیسویں [۳۶] باب میں مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے چند فضائل بھی لکھ دیے ہیں۔

۲۔ یہ کہ میں نے اس کتاب کے سولہویں [۱۶] باب میں خم غدیر کا پورا واقعہ اور حضرت رسولؐ کے اس خطبہ کا خلاصہ بھی تحریر کر دیا ہے جو حضوؐر نے خم غدیر میں ارشاد فرمایا تھا۔

۳۔ یہ کہ میں نے اس کتاب کے چونتیسویں[۳۴] باب میں کتب اہلسنت والجماعت سے اس بات کا بھی ثبوت لکھ دیا ہے کہ حضرت رسول اپنی زندگی ہی میں متعدد موقعوں پر اپنے بعد کے لئے حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان فرما گئے تھے۔

۴۔ یہ کہ میں نے اس کتاب کے تیئیسویں[۲۳] اور چوبیسویں[۲۴] باب میں فدک کا پورا قصہ بھی تفصیل کے ساتھ معہ جناب فاطمہ زہراؑ کے اس خطبہ کے جو آپ نے فدک سے محروم کئے جانے کے بعد ارشاد فرمایا تھا، تحریر کر دیا ہے۔

۵۔ یہ کہ میں نے اس کتاب کے انیسویں[19] باب میں سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی بھی لکھ دی ہے جس میں حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب کئے گئے تھے۔

۶۔ یہ کہ میں نے اس کتاب کے بائیسویں[۲۲] اور اٹھائیسویں[۲۸] باب میں حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر کی وہ گفتگو بھی لکھ دی ہے جو استحقاق خلافت کی نسبت دونوں حضرات میں ہوئی تھی۔

۷۔ یہ کہ میں نے اس کتاب کے انتیسویں[۲۹] باب میں بعض

اصحاب رسولؐ کے غلط رویہ کی نسبت کچھ علماء اہلسنت والجماعت کے خیالات اور اکتیسویں[۳۱] باب میں ان کی نسبت حضرت رسولؐ کی چند پیشینگوئیوں کو بھی لکھ دیا ہے جو حضورؐ نے ارشاد فرمائی ہیں۔

نمبر۸ یہ کہ میں نے اس کتاب کے تیسویں[۳۰] باب میں قرآن پاک اور اصحاب رسولؐ کے واقعات سے اس بات کو بھی ثابت کر دیا ہے کہ اصحاب رسولؐ معصوم اور محفوظ عن الخطاء نہ تھے اور ان کی نسبت جو یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ " اصحابی کلھم عدول اقتدیتھم اھتدیتھم " یعنی ہمارے اصحابؓ سب کے سب عادل ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کی جائے ہدایت کے لئے کافی ہے " غلط ہے اور حضرت رسولؐ کی طرف غلط منسوب کر دی گئی ہے۔

نمبر۹ میں نے اس کتاب کے بتیسویں[۳۲] باب میں یہ بھی دکھلا دیا کہ اسلام میں شیعہ اور سنی فرقے کب پیدا ہوگئے اور انکی بنیاد کیا ہے۔

نمبر۱۰ میں نے اس کتاب کے پندرہویں باب میں یہ بھی دکھلا

دیا ہے کہ وہ اقربا اور اہلبیتِ رسولؐ کہ جن کی محبت قرآن پاک کی آیۂ مودت "قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ" (پ۲۵ سورہ شوریٰ ع ۳ ۱) میں اجرِ رسالت بنا کر ہر مسلمان کے لئے واجب اور فرض کر دی گئی ہے ان میں حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہرؑا مخصوص اقربا میں سے ہیں۔

(۱۱) میں نے اس کتاب کے تیرہویں باب میں آپ حضرات کے سامنے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جناب فاطمہ زہرؑا اور حضرت علیؑ بھی ان مخصوص حضرات کی فہرست میں شامل ہیں جن کی شان میں قرآن مجید کی آیۂ تطہیر "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" ۲ (پ۲۲ سورہ احزاب

---

۱ اس آیت کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ (اے رسولؐ) آپ اپنی امت سے فرما دیجئے کہ ہماری رسالت کی مزدوری صرف یہ ہے کہ تم میرے عزیز و قریب (یعنی میرے اہلبیت) سے محبت کرو۔

۲ اس آیت کا بامحاورہ ترجمہ یوں ہے "تحقیق کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ اے اہلبیتؑ اللہ تم کو ہر رجس (یعنی گندگی، برائی اور عیب) سے ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔"

(۴۷) نازل ہوئی ہے اور اسی لئے کسی بھی حالت میں ان کی نسبت یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ معاذ اللہ کسی بھی معاملے میں غلطی پر ہو سکتے ہیں۔

۱۲؎ یہ کہ میں نے اس کتاب کے دوسرے باب میں متعدد کتب اہلسنت والجماعت کے حوالوں سے (جن میں اہلسنت والجماعت کی صحاح ستہ میں سے صحیح بخاری۔ صحیح مسلم اور صحیح ترمذی بھی شامل ہیں) حضرت رسولؐ کی یہ حدیث بھی لکھ دی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ "فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت پہونچائی اس نے مجھے اذیت پہونچائی اور جس نے مجھے اذیت پہونچائی اس نے خدا کو اذیت پہونچائی اور جس نے خدا کو اذیت پہونچائی وہ کافر اور ملعون ہے"۔

۱۳؎ یہ کہ میں نے اسی متذکرہ بالا حدیث کے ذیل میں اسی دوسرے باب میں ایک مشہور عالم اہلسنت علامہ ابن حجر مکی کی وہ تحریر بھی پیش کر دی ہے جو موصوف نے اپنی کتاب فتح الباری فی شرح بخاری میں اس متذکرہ حدیث کی بابت لکھی

ہے کہ "بیشک یہ حدیث صحیح ہے" اور اس کے بعد انھوں نے یہ فقرات بھی لکھے ہیں کہ "اس حدیث سے بخوبی ثابت ہے کہ جو بھی فاطمہ زہرؑا کی اذیت کا باعث ہوا اس سے نبیؐ کو اذیت ہوئی۔ پس ہر وہ شخص جس سے کوئی ایسا فعل فاطمہ زہرؑا کے حق میں سرزد ہوا جس سے ان کو اذیت اور رنج پہونچا ہو وہ اس حدیث صحیح کی شہادت سے پیغمبرؐ خدا کو اذیت دینے والا ہوا۔ اور کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ فاطمہؑ کو اذیت پہونچائی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا[1]" (پ ۲۲ سورہ احزاب ع ۷)

۱۲۱ یہ کہ اس کے بعد میں نے اس کتاب کے باب ۱۲ لغایۃ باب ۲۷ میں اہلسنت والجماعت ہی کی معتبر کتابوں سے نام بنام

---

[1] اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ تحقیق کہ جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ دنیا میں بھی لعنت کرتا ہے اور آخرت میں بھی (کرے گا) اور اس نے ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ حضرت علیؑ و جناب فاطمہ زہراؑ کو اصحاب رسولؐ میں سے کن حضرات نے اذیتیں اور تکلیفیں پہونچائیں اور ایسی تکلیفیں پہونچائیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ ان حضرات سے اپنے مرتے دم تک ناراض رہیں اور انکی کوشش کرنے کے باوجود بھی وہ معظمہ ان سے راضی نہیں ہوئیں بلکہ اپنے مرتے وقت یہ وصیت فرما گئیں کہ ان حضرات کو ان کے نمازِ جنازہ اور کفن دفن میں شریک نہ ہونے دیا جائے۔

۱۵ یہ کہ میں نے اس کتاب کے دسویں اور بیسویں باب میں اہلسنت ہی کی کتابوں سے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ حضرات جنھوں نے جناب فاطمہ زہراؑ کو تکلیفیں پہونچائیں حضرت رسولؐ کے اس قسم کے اصحاب میں سے تھے کہ جو جنگ کے سخت موقعوں پر مثلاً جنگ احد اور جنگ حنین میں حضرت رسولؐ کو دشمنوں کے نرغہ میں تنہا چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے راہِ فرار اختیار کر گئے تھے اور بھاگتے وقت خدا کی اس تہدید کو بھی فراموش کر گئے تھے جو خداوند عالم نے پہلے سے جہاد سے بھاگنے والوں کو انکی سزا سے آگاہ بھی کر دیا تھا

جو قرآن پاک کے پارہ ۹ سورہ انفال آیت ۱۵ اور ۱۶ پر درج ہے جس میں خداوند عالم نے صاف طور سے فرمایا ہے کہ جو بھی جہاد سے راہ فرار اختیار کریگا اسکی سزا آتشِ جہنم ہوگی۔

نمبر ۱۶ یہ کہ میں نے اس کتاب کے سترہویں باب میں اہلسنت والجماعت ہی کی کتابوں سے یہ بھی دکھلا دیا ہے کہ حضرت رسولؐ کے مرض الموت کے زمانہ میں یہی حضرات تھے جنھوں نے باوجود صریحی حکم رسولؐ کے لشکر اُسامہ میں نہ شرکت کرکے حکم رسول کی صریحی مخالفت بھی کی تھی اور ان میں سے حضرت عمر نے تو حضرت رسولؐ کو اُن کے مرتے وقت ایسی ضروری وصیت بھی نہیں لکھنے دی تھی جو وہ حضرت اُمّت کو گمراہی سے بچانے کے لئے لکھنا چاہتے تھے۔

نمبر ۱۷ یہ کہ میں نے اس کتاب کے انیسویں ۱۹ اور بیسویں باب میں اہلسنت والجماعت ہی کی کتابوں سے یہ بھی دکھلا دیا ہے کہ یہ حضرات حضرت رسولؐ کے اس قسم کے اصحاب میں سے تھے کہ جنھوں نے اپنے ذاتی مفاد کے پیشِ نظر

حضرت رسولؐ کے کفن دفن کو بھی پسِ پُشت ڈال دیا تھا اور بعدِ وفاتِ رسولؐ اپنی خلیفہ سازی کی مہم میں اس درجہ مصروف و منہمک ہو گئے تھے کہ کفن و دفنِ رسولؐ کی شرکت کی سعادت سے بھی محروم رہ گئے تھے۔

مدعا یہ کہ ان تمام باتوں سے علاوہ ناظرین کی آگاہی کے لئے میں نے اس کتاب کے اکتیسویں باب میں اہلسنت والجماعت ہی کی کتابوں سے حضرت رسولؐ کی ان چند پیشینگوئیوں کا بھی تذکرہ کر دیا ہے جو حضرت رسولؐ نے مخصوص طور پر اپنے اس قسم کے اصحاب کی نسبت اپنی زندگی ہی میں فرما دیا تھا تاکہ حضرتؐ کے بعد اُمّت کو اس قسم کے اصحاب کو سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

پس ان تمام باتوں کے پیشِ نظر اور اختتام کلام میں مجھے اپنے اُن ناظرینِ کتاب ہٰذا سے جو اُن متذکرہ قسم کے اصحاب سے بھی خلوص و محبت رکھتے ہوئے اپنے کو محبانِ آلِ رسولؐ میں شمار کرتے ہیں صرف ایک سوال کرنا ہے

جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سوال ۔ کیا اِن متذکرہ واقعات سے واقف ہو جانے کے بعد بھی اور خصوصاً اس بات سے بھی آگاہ ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ اِن تمام افعالِ غیر ایمانی کے مرتکب ہوئے ہیں جن کا تذکرہ اوپر نمبر شمار ۱۴ لغایتہ ۱۷ پر کیا گیا ہے۔ ایک سچے مسلمان اور محبِّ آلِ رسولؐ کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ جناب فاطمہ زہرؑا اور حضرت علیؑ کی سچّی محبّت رکھتے ہوئے اُن کے ستانے والے حضرات سے بھی حسُنِ عقیدت قائم رکھ سکے ؟

پس اگر دوست اور دشمن دونوں کی محبّت ایک ساتھ ایک دل میں جمع ہونا ممکن نہیں تو پھر آپ بھی آلِ رسولؐ کے ستانے والوں کی محبّت کو دل سے دفع فرمائیں اور اپنا نام آلِ رسولؐ کے سچے محبّت کرنے والوں کی فہرست میں درج کرائیں اور اگر آپ کے نزدیک ایسا ہونا ممکن ہے اور آپکی محبت فاطمہ زہرؑا آپ کو اسکی اجازت دیتی ہے

کہ آپ جناب فاطمہ زہرؑا سے بھی محبّت رکھیں اور حالات سے واقف ہوجانے کے بعد ایسے لوگوں سے بھی محبت رکھیں جنھوں نے فاطمہ زہرؑا کو اذیتیں پہونچائی ہیں اور وہ معظمہ اُن سے آخر وقت تک ناراض رہی ہیں تو شوق سے دونوں محبّتیں دل میں رکھیئے لیکن یہ بھی سوچ لیجیے کہ کہیں ایسا کرنے سے ایسا تو نہ ہو کر جناب فاطمہ زہرؑا ہی آپ سے ناراض ہوجائیں اور روز محشر آپ سے فرمائیں کہ ہمارے ساتھ کیسی محبت تھی کہ تم حالات سے واقف ہوجانے کے بعد بھی اُن سے حُسنِ عقیدت اور محبت رکھتے رہے جنھوں نے ہمیں اذیّتیں پہونچائی تھیں اور جن سے ہم مرتے دم تک ناراض رہے تھے۔

پس اگر خدا نخواستہ آپ کی ایسی دورنگی غیر عاقلانہ پالیسی اور محبّت کی سبب سے جناب فاطمہ زہرؑا آپ سے ناراض ہوگئیں تو پھر آپ اس بات کو بھی سوچ لیجیے کہ آپ کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس وقت میدانِ حشر میں آپکی کون سفارش اور شفاعت کرے گا؟

بہر حال اس کا فیصلہ آپ خوب سوچ سمجھ کر کریں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ یہ زندگی چند روزہ اور ختم ہو جانے والی ہے اور آنے والی زندگی اور اس کا نتیجہ دائمی ہے! ابھی موقعہ غنیمت ہے کہ سانس چل رہی ہے۔ زمانہ بھی امن کا ہے اور آپ بھی آزاد اور صاحبِ اختیار ہیں۔ کسی حکومت کی جابرانہ تلوار بھی آپ کے سر پر نہیں ہے جسکا آپ کو خوف ہو۔ سوچنے اور سمجھنے کا بھی کافی موقع ہے۔ اور اگر آپ کو ان تمام باتوں پر یقین نہیں ہے جو میں نے اس کتاب میں تحریر کیا ہے تو اصل کتابیں بھی معدوم نہیں ہیں۔ ایسی لائبریریاں اسوقت بھی بہت سی ہیں جن میں یہ سب کتابیں موجود ہیں جن کا میں نے اس کتاب میں حوالہ دیا ہے۔ پس اصل کتابیں دیکھ کر اپنا اطمینان فرمالیجئے اور اگر کوئی واقعہ غلط پایئے تو مجھ سے باز پرس فرمایئے اور اگر صحیح پایئے تو پھر عقل سے کام لیجئے کہ آپ کو ایسے اصحاب رسولؐ سے محبت رکھنی چاہیئے یا نفرت جن سے

جناب فاطمہ زہراؑ کو اذیتیں پہونچیں اور وہ معظمہ مرتے دم تک ان سے ناراض رہیں ؟

اب میں آخر کلام میں آپ حضرات کے لئے یہ دعا کرتے ہوئے اس کتاب کو ختم کرتا ہوں کہ خداوند عالم آپ حضرات کو محمدؐ وآل محمدؐ علیہم السلام کی سچی اور پُر خلوص محبت عطا فرمائے اور اس پر قائم بھی رہیں اور آپ کا حشر و نشر بھی حضرات محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السلام کے ساتھ ہو (آمین) باقی والسلام

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

راقم الحروف

احقر العباد مظفر علیخاں

آنریری جنرل سکریٹری انجمن ایمانیہ ؟ دریا آباد الہ آباد

نوٹ : اگر آپ انجمن ایمانیہ مذکور کی ان کتابوں کی فہرست ملاحظہ کرنا چاہتے ہیں جو انجمن کی طرف سے اس شرط کے ساتھ فروخت کی جاتی ہیں کہ پسند نہ کرنے کی صورت میں اند ۔ یوم واپس ہو سکتی ہیں تو آپ اس کے اگلے صفحہ کو ملاحظہ فرمائیں :۔

فہرست کتب

فہرست کتب انجمن ایمانیہ اہم، دریا آباد الہ آباد جو اس شرط کے ساتھ فروخت کی جاتی ہیں کہ پڑھنے کے بعد بھی اگر پسند نہ آئیں تو اندر ۷ یوم واپس کی جاسکتی ہیں۔ بشرطیکہ کتاب خراب اور گندی نہ کی گئی ہو۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف کتاب	قیمت
۱	جناب فاطمہ زہرا کی سوانحعمری	عالیجناب مظفر علیخاں صاحب آنریری جنرل سکریٹری انجمن ایمانیہ اہم، دریا آباد۔ الہ آباد	25/-
۲	حقیقت اسلام اور اس کے صحیح عقائد	"	12/-
۳	حقیقت ایمان اور اس کی صحیح تعلیمات	"	15/-
۴	اسلامی اخلاق و ادب کی باتیں	"	25/-
۵	تحقیق نماز جس میں کتب اہلسنت سے ثابت کیا گیا ہے کہ شیعوں کی نماز بالکل صحیح ہے		3/75
۶	کشادگی رزق کی بہترین اور مجرب دعائیں	"	4/50
۷	استخارہ کی کتاب مع استخارہ سجادیہ	"	5/-
۸	حضرات محمدؐ و آل محمدؐ کی معرفت نورانیت کے ساتھ	"	15/-
۹	معتبر حالات انبیاء کرام علیہم السلام جس میں حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت موسیٰؑ تک کے حالات درج ہیں۔		20/-
۱۰	معتبر حالات انبیاء علیہم السلام (جلد دوم) جس میں جناب موسیٰؑ کے بعد جناب عیسیٰؑ تک کے حالات درج ہیں		29/-
۱۱	منہاج السعادہ ترجمہ معراج السعادہ (حصہ اول)		20/-
۱۲	منہاج السعادہ (حصہ دوم) از ملا احمد نراقیؒ مترجمہ مظفر علی خاں صاحب (اسمیں نفس اور روح کے متعلق)		
۱۳	مذہب شیعہ کے حق پر ہونے کے دلائل قرآن مجید اور کتب اہلسنت سے		26/-
۱۴	تحفہ ایمانی ہر جائز ضرورت کے پورا ہونے کے لئے دعائیں اعمال و وظیفے		25/-

(حضرت مظفر علی خاں آنریری جنرل سکریٹری آل انڈیا انجمن ایمانیہ اہم، دریا آباد۔ الہ آباد

چند تبصرے
جناب فاطمہ زہراؑ کی سوانحعمری کے متعلق

۱۔ عالیجناب سید علی نواب صاحب (ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ فاضل ادب اور دبیر کامل) سلطان بہادر روڈ۔ ٹاپہ والی گلی محلہ کاظمین لکھنؤ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "اس میں شک نہیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ کی ایسی جامع اور حق نما سوانحعمری جو کتب اہلسنت کی مدد سے لکھی گئی ہو کم از کم میری نظر سے تو نہیں گذری تھی اور در اصل یہ اس قابل ہے کہ ہر مومن و مومنہ کے گھر میں رہے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔"

۲۔ عالیجناب سید واجد علی صاحب ہیڈ مولوی ضلع اسکول چیلاس سنگھ بھوم ضلع بہار سے تحریر فرماتے ہیں کہ "واقعی یہ کتاب ایک منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے جو طالبانِ راہِ مستقیم کی رہبری کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔ در اصل یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر مومن و مومنہ کے گھر کی زینت بنے اور مذہبی اداروں میں رہے تاکہ عوام بھی اس سے فائدہ حاصل کریں۔ خدا آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے (آمین)

۳۔ عالیجناب سید غلام یحیٰی صاحب قصبہ ہلور ضلع بستی سے تحریر فرماتے ہیں کہ بلا شک جیسا کہ آپ نے اس کتاب کی نسبت اپنے اشتہار میں تحریر فرمایا ہے میں نے اسے کہیں اس سے

بڑھ کر پایا اور جن جن لوگوں نے بھی اب تک اسے دیکھا سبھوں نے بے حد پسند فرمایا۔ آپ نے یہ کتاب کیا لکھی ہے گویا کوزہ میں دریا بھر دیا ہے۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے (آمین)

۴۔ عالیجناب ملک محمد علی صاحب کاٹھ میدان سری نگر (کشمیر) سے تحریر فرماتے ہیں کہ " میں نے یہ کتاب بڑے شوق سے پڑھی اور بہت پسند آئی۔ آپ نے بڑی کدّ و کاوشس سے فریق مخالف کی کتابوں سے حوالہ جات اخذ کر کے معاملہ کو واضح سے واضح تر کر دیا ہے جس سے سارے تشکوک د فع ہو سکتے ہیں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے (آمین)

۵۔ عالیجناب سید محمد رضی صاحب قبلہ محلہ تیرگراں قصبہ زید پور ضلع بارہ بنکی سے تحریر فرماتے ہیں کہ " میں نے کتاب کا از اوّل تا آخر لفظ بلفظ بغور و خوض مطالعہ کیا۔ سبحان اللہ! تاریخ احمدی کے بعد اردو میں اس قدر سواد اعظم کے کتب کے حوالہ جات کے ساتھ دوسری کتاب اگر شائع ہوئی تو اولاً " مولا و معاویہ" تالیف کردہ بابا خلیل داس صاحب بعدہٗ یہ کتاب۔ خداوند عالم بتصدق جناب سیدۂ عالمین صلوٰۃ اللہ علیہا اور اولاد امجاد اطہار علیہم السلام آپ کو اور آپ کی انجمن کو دنیا و آخرت دونوں جگہ جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)"

۶۔ عالیجناب سید محمد مہدی صاحب قبلہ ذاکر بے عدیل ور مداح اہلبیت محلہ زید پور ضلع بارہ بنکی سے تحریر فرماتے ہیں کہ " میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور بیحد پسند کیا۔

اس کی زبان نہایت شستہ اور عام فہم ہے۔ حوالہ کتب اور ذکر ماخذ سے مزین ہے۔ مومنین کرام اور وابستگان ذمِ اہلبیتؑ رسولؐ انامؑ کے لئے بیشک یہ ایک نادر تحفہ اور قابل قدر سرمایۂ ایمان ہے امید کہ حضرات اس کے خریدنے میں سبقت فرمائیں گے ورنہ اس کے نہ پڑھنے کا افسوس رہ جائے گا۔

۷۔ عالیجناب سید اصغر حسین صاحب ایڈوکیٹ ہونگر حیدرآباد سے تحریر فرماتے ہیں کہ "واقعی آپ کی یہ کتاب معنوی اور صوری دونوں حیثیتوں سے بے عدیل و بے نظیر ہے۔ خان بہادر سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی کی کتاب "الزہرا" اور مولوی سید نیاز حسین صاحب قبلہ مرحوم کی تصنیف "ثمرۃ النبوۃ" میں کتب اہلسنت کے حوالے درج نہیں ہیں جسکی تکمیل آپ نے اپنی کتاب میں کردی۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)"

۸۔ عالیجناب شمیم احمد صاحب انصاری بڑا گاؤں ضلع جون پور سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے یہ کتاب پڑھی۔ واقعی بہت عمدہ کتاب ہے اور ہر لحاظ سے عمدہ ہے۔ میرا تو ذاتی خیال یہ ہے کہ آپ کی بخشش کا ذریعہ یہ کتاب ہے۔ بہرحال اس کا صلہ آپ کو معصومۂ عالم اور ان کے فرزند اور ان کے شوہر اور انکے والد ہی عطا فرمائیں گے۔ انسان اس کی کیا تعریف کر سکتا ہے۔"

۹۔ عالیجناب سید فدا حسین صاحب رضوی مقام بافن پورہ سرینگر کشمیر سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے آپ کی یہ کتاب بغور پڑھا اور اس نتیجہ پر پہنچا

کہ بے شک آپ کی یہ کتاب ایک لاثانی کتاب ہے اور اس کے قبل ایسی کتاب میری نظر سے نہ گزری تھی۔ آپ نے تو اس کتاب کے ذریعہ دشمن کے گھر کو اسی کے چراغ سے جلا دیا۔ میں نے اس کتاب کو بہت پسند کیا۔ اس کی تعریف سے میری زبان عاجز و قاصر ہے۔ خدا و رسولؐ اور آئمہ اہلبیتؑ آپ کو اس کا اجر دیں گے۔

۱۔ عالیجناب سید ضامن عباس صاحب کوثر محلہ چاند پورہ ضلع بہرائچ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے آپ کی اس کتاب کو بیحد پسند کیا اور بھی بہت سے لوگوں کو پڑھوایا۔ ہر پڑھنے والے کی زبان پر آپ کے لئے نعرۂ تحسین بلند ہو رہا ہے حقیقت امر بھی یہی ہے کہ یہ کتاب ہماری قوم کے لئے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔ میرے خیال میں اس کتاب کا مومنین کے گھر میں رہنا بیحد ضروری اور لازمی ہے۔ خداوند عالم بہ تصدق محمد و آل محمد علیہم السلام آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین"

۱۱۔ عالیجناب قاری سید علی میاں زیدی چیف ایڈیٹر اتحاد ہند و بانی ادارہ باب العلوم لکھنؤ رستم نگر، روضہ حضرت عباس روڈ لکھنؤ ۳ سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب "جناب فاطمہ زہراؑ کی سوانحعمری" مرتبہ مظفر علی خانصاحب کو شروع سے آخر تک پڑھا اور اسے ایک بہترین کتاب پایا۔ بیشک عالیجناب مظفر علیخانصاحب قابل صد مبارکباد ہیں جنھوں نے ایسی کتاب لکھ کر قوم پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میری نظر میں یہ کتاب دراصل ایسی ہے کہ اگر اسے قرآن مجید کے ہمراہ اپنی بچیوں کو جہیز میں دیا کریں تو بہت مناسب ہوگا۔ مومنین کو چاہئے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی پہونچائیں۔

۱۲۔ عالیجناب شمس العلماء ظفر الملت مولانا ظفر الحسن صاحب قبلہ مجتہد دارانامی سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھی۔ بیشک یہ کتاب ایک لاجواب کتاب ہے اور اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے مختصر یہ ہے کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر مومن و مومنہ کے گھر کی زینت بنے اور لوگ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ میری دعا ہے کہ یہ کتاب قبول عام اور بقائے دوام کی عزت حاصل کرے (آمین)

۱۳۔ عالیجناب حکیم سید احتشام حیدر صاحب قاسم علی بابا کی حویلی ڈھولکہ ضلع احمد آباد گجرات سے تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس وقت میری عمر کم و بیش اسی سال کی ہے اور میری عمر کا زیادہ حصہ مذہبی کتب بینی میں صرف ہوا ہے لیکن مجھے اس کی نسبت یہ اعلان کرتے ہوئے ذرہ برابر بھی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ اردو زبان میں اب تک ایسی مفید پر از معلومات اور حق نما جناب معصومہ کی سوانح حیات کم از کم میری نظر سے نہیں گذری تھی"

۱۴۔ عالیجناب اقبال حسین صاحب نمبر بی 11/26 گوری گنج بنارس سے تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھے یہ کتاب بیحد پسند آئی۔ میرے خیال میں دور حاضر میں میری نگاہ کے سامنے کوئی ایسا مورخ نہیں ہے جو تاریخ اسلام کو اس طرح صحیح و صاف تحریر کرے جیسا کہ آپ نے اپنی مرتبہ کتاب "جناب فاطمہ زہرا کی سوانح عمری" میں لکھا ہے اس لئے آپ سے استدعا ہے کہ آپ میرا نام درج

رجسٹر فرمالیں اور آئندہ جو بھی کتاب آپ لکھیں اسے میرے بلا طلب میرے پاس دی۔ پی سے بھیج دیا کریں ممنون ہوں گا۔

۱۵۔ عالیجناب سید ضامن عباس صاحب کونڑ چاند پور ضلع بہرائچ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے آپ کی اس کتاب کو بیحد پسند کیا اور بہت سے لوگوں کو پڑھوایا۔ ہر پڑھنے والے کی زبان پر آپ کے لئے نعرۂ تحسین بلند ہو رہا ہے۔ حقیقت امر بھی یہی ہے کہ یہ کتاب ہماری قوم کے لئے ایک بیش بہا تحفہ ہے میرے خیال میں اس کتاب کا مومنین کے گھر میں رہنا بے حد ضروری اور لازمی ہے۔

۱۶۔ عالیجناب علی فطرت صاحب صدر ادارۂ عرفان اہلبیت "مکی ۴۳۴ ۲-۲۱ کوچہ درخت لال املی منہدی حیدر آباد سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے بڑے اشتیاق سے کتاب پڑھی۔ اس کے بے پناہ ظاہری و معنوی حسن نے متاثر کیا۔ چشم بد دور آپ نے اتنی حسین اور اتنی ضخیم کتاب ارباب نظر کے سامنے پیش کی ہے کہ تشنہ لب نظریں مضامین کی معلومات انگیزیوں سے لبریز ہو کر بالکل سیر ہو جاتی ہیں سیدۃ النساء العالمین جناب فاطمہ علیہا السلام کی زندگی کے جو خدوخال پیش کئے گئے ہیں وہ اپنی پوری تابناکیوں کے ساتھ جھلکتے ہیں۔ آپ نے انتہائی حسن کاری کے ساتھ کتاب کو ترتیب دیا ہے میں اسکے لئے آپ کو صدق دل سے دعائیں دیتا ہوں۔"

• • •

(۲) کتاب الاخلاق و التہذیب جلد اول و جلد دوم

و جلد سوم کی نسبت ایک عالم دین اور مجتہد العصر کا تبصرہ

ان تینوں جلدوں کی نسبت جناب مولانا شیخ عطا حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان دوسی پورہ بنارس سے تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے اس کتاب کی تینوں جلدوں کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھا۔ اس کی پہلی جلد عقائد سے متعلق ہے اور بہت خوب ہے۔ دوسری جلد حقیقت ایمان اور اس کی صحیح تعلیمات کے متعلق ہے جو تعریف سے بالاتر ہے اور اس کی تیسری جلد کا تعلق مستحبات۔ اخلاق و ادب اور انسان کی روزہ مرہ زندگی سے ہے مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی اس کتاب کی ہر جلد کو پڑھے گا اور اس پر عمل بھی کرے گا تو وہ یقینی طور سے دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیاب رہیگا اس لئے میں ہر مومن و مومنہ سے پرزور سفارش کرتا ہوں کہ وہ ان تینوں جلدوں کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

(۳) کشادگی رزق : بیشمار تبصروں میں سے ایک تبصرہ

جناب مولانا بنیاد علی صاحب قبلہ بکلوہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ :

"بیشک دعاؤں اور عملیات کی بہت سی کتابیں میں نے دیکھیں لیکن کشادگی رزق کی بہترین اور مجرب دعائیں مع آداب و شرائط دعا جمع کیا گیا ہے جس طرح مؤلف نے اس کتاب میں اختصار کے ساتھ درج فرمادیا ہے بہت کم دیکھنے میں آئیں مومنین کو چاہئے اس سے ضرور فائدہ

۴۔ "تحقیق نماز" کے متعلق بیشمار تبصروں میں سے ایک تبصرہ

عالیجناب سید غلام یحییٰ صاحب ہٹور ضلع بستی سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے عالیجناب مظفر علی خانصاحب کی تالیف کردہ کتاب "تحقیق نماز" کو بھی پڑھا۔ بہترین کتاب پایا۔ بیشک جناب مولف نے اس کتاب میں کتب اہلسنت حضرات سے کمال تحقیق کے ساتھ یہ بات ثابت کردی کہ شیعوں کی نماز بالکل صحیح ہے تحقیق حق کرنے والوں کو یہ کتاب بھی ضرور پڑھنی چاہیئے۔ خدا مولف کو جزائے خیر دے کہ جنکی ذات سے ایسی ایسی لاجواب کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں۔ آمین

۵۔ کتاب معتبر حالات انبیا علیہم السلام کی بنسبت جناب مولانا

عطا حسین صاحب قبلہ مجتہد دوشی پورہ بنارس سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے مولف کی اس کتاب کے ہر دو حصہ کو بھی شروع سے آخیر تک پڑھا اور بہت پسند کیا۔ بیشک یہ کتاب بھی اس قابل ہے کہ ہر مومن کے گھر میں رکھی جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ حاصل کریں۔ نیز یہ کتاب بھی اس قابل ہے کہ مومنین اپنی لڑکیوں کو جہیز میں دیں۔ اسلئے کہ اردو زبان میں آج تک ایسی کتاب شائع نہیں ہو سکی ہے۔

۶۔ استخارہ کی کتاب معہ استخارہ سجادیہ کی نسبت ایک عالم دین کا تبصرہ

جناب مولانا عطا حسین صاحب قبلہ مجتہد دوشی پورہ بنارس سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے مولف کی اس کتاب کو بھی شروع سے آخر تک پڑھا اور بہت پسند کیا۔ مولف نے اس کتاب میں وہ تمام ضروری باتیں درج کردی ہیں جن سے واقف ہونا ایک استخارہ دیکھنے والے کے لئے ضروری ہے۔ امید کہ مومنین اس کتاب سے بھی ضرور فائدہ حاصل فرمائیں گے۔

۷۔ حضرات محمد و آل محمد کی معرفت نورانیت کے ساتھ: کی نسبت ایک عالم دین کا تبصرہ

جناب مولانا عطا حسین صاحب قبلہ مجتہد دوشی پورہ بنارس سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو بھی شروع سے آخر تک پڑھا اور بہت پسند کیا۔ خدا مولف کی عمر دراز کرے جنھوں نے اردو زبان میں معرفت محمد و آل محمد علیہم السلام پر ایک ایسی جامع اور مانع کتاب لکھدی ہے جو خود آپ اپنی جواب ہے اور لطف یہ ہے کہ معرفت کا ایک اہم اور پیچیدہ مسئلہ مولف نے اس کتاب میں اتنی آسان زبان اور لئے سلسلہ بیان کے ساتھ سمجھا دیا ہے جسے ہر طبقہ یا ایمان و علم کا آدمی بلا کسی دقت کے یکساں طور سے سمجھ سکتا ہے اسلئے میں ہر مومن و مومنہ سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو خرید فرما کر اس سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی پہونچائیں۔